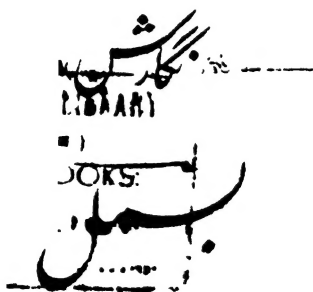


سید کریم جیل

دورِ حاضرہ کی تعلیم یافتہ خواتین کے
ادبی کارنامے، سوانح حیات، تعلیم، جدوجہد



قیمت (عس)

مطبوعہ: المصطفیٰ پریس

فہرست

(۱) اقتساب	(۱۵) پاشا بیگم ایرے	۵۶ تا ۶۴
(۲) عرض حال	(۱۶) حضورین بیگم ایم لے	۶۵ تا ۶۶
(۳) تعارف	(۱۷) بیگم سلطان بی لے	۶۷ تا ۶۹
(۴) تماشہ	(۱۸) نورالسلطان بی لے	۷۰ تا ۷۴
(۵) تصاویر	(۱۹) صفرا بیگم خا	۷۵ تا ۸۵
(۶) ملکہ ثریا خاتم	(۲۰) امتہ الکیرم	۸۶ تا ۹۳
(۷) نواب ملکہ سلطان جہان	(۲۱) مرشد زادی عظمت بیگم	۹۴ تا ۹۹
(۸) نورالسلطان بی لے	(۲۲) امتہ الوحی	۱۰۰ تا ۱۰۵
(۹) سرور فنی لاندہ	(۲۳) امتہ الغز بیگم	۱۰۶ تا ۱۱۰
(۱۰) علیہ بیگم	(۲۴) سلطانہ سیم	۱۱ تا ۱۲۱
(۱۱) ظفر جہان بیگم	(۲۵) بھاسی بیگم	۱۲۲ تا ۱۲۹
(۱۲) حدیجہ البری	(۲۶) خواجہ بن ناز	۱۳۰ تا ۱۳۵
(۱۳) ازہر بیگم	(۲۷) محمودہ اختر	۱۳۶ تا ۱۴۴
(۱۴) مولدہ زادو بیگم فرخ	(۲۸) حجاب امین	۱۴۵ تا ۱۵۰

۲۵۱ تا ۲۴۸	(۴۹۱) اخلاق فاطمه	۱۵۲ تا ۱۵۱	۲۴۹ همدی بیگم
۲۵۳ تا ۲۵۲	(۴۹۱) آمنه خاتون	۱۵۵ تا ۱۵۴	(۳۰۱) ابوعزت خاتون پنهان
۲۵۹ تا ۲۵۸	(۵۰۱) عیسی بیگم یا	۱۶۵ تا ۱۶۴	(۳۱۱) مشتاق فاطمه
	بلقیس صمد بیگم -	۱۶۷ تا ۱۶۶	(۳۲۱) کینز محمد بیگم خشی فاضل
۲۶۲ تا ۲۶۰	(۵۱۱) زکریه خاتون	۱۷۷ تا ۱۷۶	(۳۳۱) سعادت اختر
۲۶۴ تا ۲۶۳	(۵۲۱) عائشه خاتون	۱۸۱ تا ۱۸۰	(۳۴۱) است الوهاب بیگم
۲۶۹ تا ۲۶۵	(۵۳۱) یحیی خاتون	۱۸۵ تا ۱۸۴	۳۵۱ بیگم و اگر عبد الغفور
۲۷۴ تا ۲۷۳	(۵۴۱) بهار النساء	۱۹۳ تا ۱۹۲	۳۶۱ ممتاز بیگم
۲۷۵ تا ۲۷۴	(۵۵۱) زبیده بیگم	۱۹۴ تا ۱۹۳	(۳۷۱) بهنید فاطمه عباسی
۲۷۹ تا ۲۷۶	(۵۶۱) قمر جہاں	۲۰۴ تا ۲۰۳	(۳۸۱) شمسیہ خانم شمس
۲۸۱ تا ۲۸۰	(۵۷۱) حاج - ب	۲۰۵ تا ۲۰۴	(۳۹۱) زرینه خانم حجاب
۲۸۴ تا ۲۸۲	(۵۸۱) ملکہ سلطان خانم خفا	۲۱۰ تا ۲۱۱	(۴۰۱) بلقیس خاتون جمال
۲۹۳ تا ۲۸۸	(۵۹۱) محمدی بیگم	۲۱۴ تا ۲۱۹	(۴۱۱) بدر النساء بیگم
۲۹۹ تا ۲۹۴	(۶۰۱) فاطمہ بیگم	۲۲۰ تا ۲۲۱	(۴۲۱) آمنہ بیگم
۳۰۲ تا ۳۰۰	(۶۱۱) زبیر بیگم	۲۲۳ تا ۲۲۹	(۴۳۱) بلقیس جہاں
۳۰۳	(۶۲۱) خاتون جہاں بیگم	۲۲۴ تا ۲۲۵	(۴۴۱) کبریٰ خانم خاور
۳۰۴	(۶۳۱) ابوبکر بیگم	۲۲۵ تا ۲۲۶	(۴۵۱) گیتی آرا زینت
۳۰۵	(۶۴۱) سمنہ سراج الدین	۲۲۸ تا ۲۲۹	(۴۶۱) سیدہ خاتون سعید
		۲۳۴ تا ۲۳۵	(۴۷۱) خورشید قبال حیا

استذکرہ

محترم خباب نواب الفنا ویکم صاجنت نواب سالا جبک اؤلے



اسم گرامی سے بلجاظ آپ کی تعلیمی دہیسیوں نوانی پھریو

معنون

کرنے کی عزت حاصل کجاتی ہے امیدہ شیش نظر اتحسان دیکھا گیا

خاکسار

محمد عبد القادر

بیرون دیرو پورہ حیدر آباد دکن
۱۹۲۹ء

عرضِ حال

تعلیمِ نسوان کی موجودہ زقارجس شاندار مستقبل کی بشارت ہے
اوس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ملک میں خواتین کے بیسیوں تذکرے شائع
ہو جاتے۔ لیکن ڈھونڈے سے کوئی دکھائی نہیں دیتا یہ ایک ایسی کمی تھی
جس سے اغماض بھی تعلیمی گنہ تھا۔ اس لئے ارادہ کر لیا گیا کہ برا۔ بھلا جیل
مکمل ہو دافع بیل ڈال دی جائے بہت ممکن ہے کہ قابل اور ذوق ہستیاں
اس پر ایک شاندار عمارت کا اضافہ کریں۔

لیکن سب سے پہلے ہم اور مکمل سوال خواتین کے صحیح تپوں کا حاصل
کرنا تھا جس کے ذریعہ درخواست کیجاتی جب کچھ پتے دستیاب ہو گئے تو
خواہر انسلم و ہنود کی خدمات میں کثرت سے درخواستیں کی گئیں مختصر
سوانح حیات۔ تعلیمی حالت۔ نظم یا نثر کا کوئی نمونہ جو ”شابکار“ ہو چکا
ہو مطبوعہ ہی کیوں نہ ہو غایت فراموش۔

بعض خواتین نے متعدد درخواست پر ادائے جواب کو اطلاق کا

مراد سمجھ کر خاموشی اختیار فرمائی۔ اکثر نے استفساری حد تک مصلحت جاری رکھی، بیشتر نے شرت پذیرائی عطا فرما کر حالات نبھے۔ ہمت بڑھائی بعض روشن خیال خواتین نے تصویر کی بحث چھیڑ دی جنہیں جواب دیا گیا۔

”سرساڑی کی حالت اتنی بلند نہیں کہ تصویر کی درخواست کی جائے

حالات کے طے میں دشواریاں ہو رہی ہیں۔ تصویر طلب کر کے

کون ہدف سہام ہو، البتہ جو خواتین تصویر دینا چاہیں ان کے

بلاکس بڑا کر خالص کہنے میں تامل نہیں۔“

”راپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یہی خواتین جنہوں نے بڑی شہود سے تصویر کی بحث چھیڑی تھی تصویریں تو کیا بھجوائیں باوجود اس درخواستوں کے حالات تک عنایت نہیں کئے!! جن امید افزا متناؤں کی لے کر اس کام کی ابتدا کی گئی تھی وہ رفتہ رفتہ صبر آزمائیت ہونے لگا اوس کام کا بیڑا اٹھایا گیا تھا اوس سے واپس لوٹنا ابھی کچھ ناممکن سا نظر آنے لگا مگر اس کے ساتھ ہی بعض خواتین جنہیں اس کا احساس تھا ممکنہ اعانت میں دیرغ نہیں کیا۔ اپنی اپنی اسپیلیوں کو خانگی خطوط لکھنے زمانہ رائل میں اپیلیں شائع کیں۔ زبانی توجہ دلائی۔ متعدد اوقات یاد دہی کی مگر ”ہم جنسی“ کا فلسفہ بھی یہاں شکستہ ہو گیا۔ اور اون کی اپیلیں بھی ”صدابصحا“ ہی ہو کر رہیں۔ ایک خاتون کا فرمودہ ”خواتین کا بیدار کرنا

ج
یٹرمی کھیر ہے“ بالکل سچ ثابت ہوا غرض یہ اور اسی قبیل کے ماحول
میں اگر دو دھائی سال کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ جو پیش کیا جا رہا ہے
وہ قابل تائش نہ ہی۔ لیکن موجب مکوش بھی نہیں کہلا سکتا، ورنہ
ارادہ یہ تھا کہ کوئی پڑھی لکھی خاتون تذکرہ سے نہ رہ جائے۔ مگر اس کو
کیا سمجھے کہ جو کام اپنے بس کا ہو۔

تعلیم نوان کی فراوانی اور اس گروہ محترم کی یہ بے بسی دلیل ہو کہ
کہ ہنوز تعلیم کا صحیح احساس خواتین میں پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ ہر طرف
تعلیم نوان کا ایک شور مچا دے رہا ہے۔ موجودہ تذکرہ میں اگر خواہر
ہنود کا ذکر خیر ہو تو آپ ہماری مجبوریوں اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس
فرمائیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ اس داستان کو ذرا تفصیل سے بیان کریں لیکن
اب جبکہ سامنے مستقبل موجود ہے تو ماضی کا دکھڑا کچھ موزوں ثابت ہو گا۔
جہاں یہ سب کچھ تھا وہاں چند درد مند ہستیاں ایسی بھی تھیں
جنہیں تذکرہ کے لئے فراہمی حالات میں غایت دلچسپی تھی، وہ اگر ہائے
تفکر کے محتاج نہ ہی مگر ہم تو جناب نور جہاں صاحبہ ناز جناب محمودہ مختار
جناب اے بی بی صاحبہ کے توجہات کا اعتراف کے بغیر نہیں رہ سکتے۔
ہاں آپ اس میں ملکہ نریا افغانستان کے بھی کچھ حالات بطور
پائیں گے مانا کہ آپ ہندوستان کی نہ ہی لیکن سرزمین ہند پر آپ کا قدم

تو موجود ہے جس سے تعلیم نسواں میں بیداری کی روح دوڑ گئی ہے۔
 بہت ممکن ہے کہ آپ اس کو ایک مختصر سا مجموعہ فرمادیں یہ سچ ہے
 لیکن اسی انحصار کے فراہمی میں جن جن وقتوں کا سامنا ہوا تو وہ نہیں
 واقف ہیں جنہوں نے حالات کے عنایات کرنے میں کتنی مرتبہ ہماری
 درخواستوں کو شرف پذیرائی سے محروم فرمایا۔ یا اس کا اندازہ وہ مستیاں
 کر سکتی ہیں جنہیں کبھی اس طرح کے کام کرنے کا موقع ملا ہو۔
 موجودہ پیش کش کو اس سلسلہ زرین کی پہلی کڑی تصور فرمائیں انشاء اللہ
 یہ داستان آئندہ اور طویل ہو جائے گی۔

خدا کرے کہ یہ عرض حال خواتین کو متاثر کرے اور مزید کے
 ماتے خواب شیریں سے بیدار ہوں اور دوسری جلد کے لئے حالات دینے
 میں اپنے احصاسات کا کامل ثبوت دیں۔

بہیمانہ امت سے کہہ دیں گے انشاعت میں ضرورت سے زیادہ ترقی
 ہوئی جس کے لئے ہم پہلوئے ستم و مصیبت خواہ ہیں لیکن کیا کیجئے کہ جید باوجود
 میں اچھی طباعت اور کتابت کا کمال ہے لے دے کے و و ایک پریس
 میں جمل میں کلام کی کثرت رہتی ہے۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ کسی معمولی پریس
 سے کام لیا جائے جس پریس کا انتخاب کیا گیا اس کے مالک ضرورت سے
 زیادہ خلق واقع ہوئے ہیں اور اسی اخلاق کا نتیجہ ہے کہ تذکرہ دیر سے شائع

ہو رہا ہے یقین ہے کہ ہماری مجبوریوں ہنوں کے پاس لائق عفو ہو گئی

آخر میں اس قدر عرض ہے کہ

ایک بے مایہ بزم شاپانہ میں جو تحفہ گدایانہ پیش کر رہا ہے کسی ایک ہن کے
تعلیمی جدوجہد میں وجہ افزائش ثبات ہوا تو میں سمجھوں گا کہ مجھے اپنی محنت
وکاوش کا پورا صلہ مل گیا۔

خاکسار

محمد عبدالرزاق سیل

بیردن دیر پورہ میر آباد کن
ذی الحجۃ الحرام ۱۴۰۳ ہجری

تعارُف

”مذکرہ جیل“ میں جو چیز پیش نظر ہوگی وہ متمدن دنیا میں بننے والی اقوام کے لئے نہیں بلکہ ہندوستانی مسلم قوم کے لئے بے شک ایک نئی چیز ہے جس میں اون کا وہ بھولا ہوا سبق دہرایا گیا ہے جس کو نرین ہند پر قدم رکھنے کے بعد اپنے دوسرے خصائل و عادات کے ساتھ ساتھ نیا دنیا کر دیا گیا تھا۔ انیسویں صدی کے وسط میں ”بیداری ہند“ کی ایک لہر اٹھی اس وقت اس کی عام ضرورت محسوس کی گئی۔ لیکن محض ”فرصت کفایہ“ کی طرح فی دس ہزار ایک کے عدد ہی کو تکمیل ارشاد مبارک ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ“ سمجھا گیا۔ بیسویں صدی کی آمد پر اس کے دیگر برکات اور فوائد کے ساتھ ہی ساتھ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل مفہوم و منشا کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے زمانہ جیسے بے رحم و غیر مہر د استاد کی

سرزنش پر خواہ مخواہ بیدار ہونا پڑا۔ صدیوں کی جہالت نے شکوک و شبہات کے سینکڑوں کانٹے اس منزل میں بچھا کر عوام کے لئے اس کے ”پل صراط“ بنا دیا۔ لیکن سلجھے ہوئے دماغ اس کے فوائد کو دیکھ کر فوراً اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اگرچہ بالکل ان کے شخصی نفع کی بات تھی لیکن ان کا یہ ایشیا قابل قدر ہے کہ ذاتی تفاخر کے بجائے دوسروں کے لئے اپنا نمونہ پیش کیا گیا۔

چنانچہ یہ مجموعہ ہے ان معدود مندان قوم اور بہی خواہاں مخلصان ملت کے کارناموں کا۔ یہ معزز و محترم ہستیاں۔ علم و عفت کی دیویاں اپنے ہی جنس کے لئے راہ عمل پیش کرتی ہیں بلکہ ہمارے لئے بھی ادبی تنوع کے علاوہ ایک زبردست آتش فشاں پہاڑ ہے جس کے سرگرم شعلوں سے خدا کرے کہ ہمارے غفلتیں ختم ہو جائیں اور ہماری آنکھیں کھل جائیں بیداری ہند کے بعد ہندوستان کی سب سے زیادہ سرگرم اور کارگزار مجلس کانگریس خیال کی جاتی ہے جو اپنے دور حیات کی ۸۸ منزلیں طے کرتی ہوئی قربت میں اپنی ”سہری جوبلی“ منانے کی مستحق ہو گئی ہے لیکن یقین جانئے کہ کانگریس پلیٹ فارم کے آتش بیان مقرر۔ لیگ کے مخلص کارکن جمیعۃ العلماء کے مقدس واعظا ہرگز ہرگز اس خوش آئند خواب کی تعبیر نہیں ہو سکتے جس کو دیکھتے دیکھتے تنگ آکر، نور و زجی، گوکلب، تملک، سرسید

لاجپت رائے وغیرہ ہمیشہ کی سیٹھی بنیں سو گئے۔

اے نصیبِ ستان! اٹھ! اوجوش ہو کہ تیری حقیقی آزادی کی کوشش شروع ہو گئی
فرقہ وارانہ دنگل کے پہاڑان تیری آہنی قید کو اور سخت۔ مضبوط کر رہے
تھے یہ سب جانتے تھے کہ ماں کی گود میں جو اسباق حریت کے طیس گے
وہ بہت موثر اور پراثر ہوں گے بمقابلہ دنگل میں درزش کے بعد فرداوارانہ
زور آزمائی کرنے سے۔ لیکن خوش نصیب کہ اب ہماری ماؤں نے
ہی خود اس فرض کو محسوس کر لیا ہے۔

اے ماؤںِ وطن! وہ دن نہیں کہ تیری یہ عزیز بیٹیاں نہایت سرخروئی کیسا کچھ آزادی لیں۔
ایثار و اخلاص کے یہ نمونے یقیناً ان تنگ نظروں کی آنکھیں کھول دیں گے
جو ابھی تک تعلیمِ نسواں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھ رہے ہیں نصیب سے
چند حضرات کی ناگہمی اور فقدانِ علم کے باعث مغربیت کی روادِ تعلیم
متوازی خطوط میں چلنے کے بجائے ابتدا ہی میں ایک دوسرے سے
مل گئی ہیں لیکن حقیقی تعلیم و تربیت کے ان مکمل نمونوں کو دیکھئے کہ
باوجود دنیا کے کاروبار میں انتہائی بے بسی سے پھنسے ہوئے ہونے
کے علم کی کوئیں کچھی۔ بلکہ اس تعلیم نے ان کی دنیوی زندگی کو نیک
جنت بنا دیا ہے۔ محترمہ خدیجہ الکبریٰ۔ محترمہ ظفر جہاں۔ محترمہ ممتاز بیگم
وغیرہم نہ صرف ان کی ساتھیوں کے بلکہ نا تجربے کار و بنفیکری کی زندگی

ط
 بسر کرنے والی ہستیوں کے لئے بھی ایک مشعل راہ اور چراغ ہدایت ہیں
 ماں باپ کے زیر سایہ چین و امن کی زندگی بسر کرنے والیوں
 کے لئے بھی یہ مجموعہ چند ماڈل پیش کر گیا کہ باوجود دولت - ثروت کے
 جو مرادف ہے جہل و غیر ذمہ دارانہ زندگی کا - وہ برا تحصیل علم میں غفل
 و مہمک ہیں - جس کا نمونہ محترمہ موئذ زادہ فرخ سلطان سکیمنہ ایم اے
 ایل - ایل - بی معین جلالتیں کلکتہ ہیں -

اس مجموعہ کے ادبی فوائد کے سلسلہ میں نہایت شرم و مذمت کے
 ساتھ یہ پیش کیا جاسکتا ہے کہ باوجود انتہائی خود غرضی - ایک صدی
 زائد تعلیم پاتے ہوئے مردوں میں محدودے چند کے سوا وہ لطافت
 اور اسلوب بیان پیدا نہ ہو سکا - جو تقریباً نصف صدی کے اندر ہی
 کی کوششوں میں ان خواتین نے حاصل کیا ہے - محترمہ طفر جہاں و محترمہ
 خدیجہ الکبریٰ کے مضامین سائنٹفک خیالات کو عام فہم زبان میں
 ادا کرنے کا بہترین نمونہ ہیں تو تحیل و افسانہ نگازی اور شاعری کے بہتر
 نمونے - محترمہ رابعہ خاتون پنہاں - محترمہ بلقیس خاتون جال محترمہ امروہی
 محترمہ حجاب المعین - محترمہ نور جہاں ناز - محترمہ ہندیا طبعہ عباسی کے
 مضامین میں ملیں گے -
 یہ مجموعہ ایک مرتفع ہے ہندوستان کی نسوانی تحریک بلکہ آزادی

ی
مبارک کوششوں کی ابتدا کا۔ آئینوالی نسلیں اس کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ آنکھوں پر رکھیں گی کہ یہ تاریخ ہوگی۔ ان کے گزرے ہوئے بزرگ سہتیوں کی۔

مولوی محمد عبدالرزاق صاحب سبیل نہ صرف۔ سنوان ہند کی بنیاد سے بلکہ تمام مردوں کی طرف سے بھی ستی و صد تشکر ہیں کہ ایک طرف تو انھوں نے اس جگر کاوی سے بھی خواہی اور انسانیت کا حق ادا کرتے ہوئے دیگر ماؤں۔ بہنوں۔ کے لئے ایک نمونہ پیش کر دیا تو دوسری طرف مردوں کی آنکھیں کھول دیں کہ اب مزید غفلت و جہالت کا زمانہ باقی نہیں رہا۔

آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کو خاص طور پر اس جانب توجہ کرنی چاہئے کہ ایک مخلص و بھی خواہ نے نہایت با اثر و مفید کام انجام دیا ہے یہ بالکل نہوگا اگر میری توقع کا اظہار کروں کہ ایسے مفید کام میں کانفرنس مدد کا ہاتھ بڑھاتی!۔

بہل صاحب کی نسبت اس سے زائد کہنا بے سود ہوگا کہ وہ مختلف ادبی پرچوں کے مصنفوں، نگار اور ”صنف نازک“ کے مؤلف ہونے کی حیثیت سے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ذاتی نیاز کی بنا پر یہ کہا جاسکتا کہ انہوں نے اپنی عمر اس طبقہ کی خدمت گزاری میں بسر کر دی۔ مردوں کی

غفلت کا وہ ایسا در در رکھتے ہیں کہ ہر ممکنہ کوشش اسی طبقہ کی بہبودی میں صرف کی جاتی ہے۔

وہ اس دُشمن میں فنا ہو چکے ہیں لیکن یہ ”ہرزماں از غیب جان دیگر است“ کا مرتبہ ہے کہ بسمل کے عرف عام سے مصروف خدمت گزاری ہیں۔ بہر حال حیدر آباد خوش نصیب ہے کہ وہ بھی اپنے پاس ایک ”راشد“ ایک ”ممتاز علی“ وغیرہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے پر امن عہد ”عثمانی“ میں بسمل صاحب کے اس کوشش کو حیدر آباد اور اسلیم مہد میں بار آور فرمائے۔ آمین

خاکِ سائر

محمد عین الدین علی

ذی حجتہ المحرم ۱۳۴۷ھ
نام پبلیکیشن روڈ۔ حیدر آباد

تاثر

یہ کچھ چپ چپ سے تھے اور کھانے کے وقت اکثر غوطے میں چلے جاتے۔ میں نے پوچھا! کہاں ہیں؟ کہنے لگے۔ ”بسل صاحب کے میلہ مت رہا ہوں۔ یہ سچا رے دبیر پورہ سے یہاں تک آتے ہیں کئی خط لکھے چاہتے ہیں کہ ان کے تذکرے کا دیباچہ لکھوں اور وہ بھی ہو تو عورتوں کی بولی میں شیکل یہ آن پڑی کہ تذکرہ بھی پڑھ لیا۔ اس نے بہت اتنی مرعوب ہو گئی کہ اب کچھ لکھتے بن نہیں پڑتی۔ انھوں نے کتنی کجمنت نہ کی ہوگی جب یہ بیبیاں پردہ نشین خواتین کے حالات جمع کئے ہماری معاشرت اور حملہ ایسا ہے۔ اور غیرت اتنی ناک پر دھری ہے کہ اپنی مستورات کے حالات تو کجا ان کے ناموں تک کے چار دیواری سے باہر جانے کے روادار نہیں۔ اور حیدرآباد میں تو اگر ان گھریلو قیدیوں کا ذکر بھی کریں گے تو ضما ئرو افعال میں مذکر کے صنف استعمال کر کے ان کو پگڑی کی اوٹ میں لے لیں گے۔

اس حالت میں اتنی ساری مویلوں کا حال ایکجا ہو جانا سہل صاب کا
 اعجاز نہ کہوں کیا کہوں۔ مری ٹالم ٹول سے ان کی کتاب چھپنے میں دیر ہو
 ہے۔ دور سے ان کو دیکھ لیتا ہوں تو چور سا ہو جاتا ہوں اتنے وعدے
 کئے اور ایک نہ وفا کیا۔ وہ بھی اپنے دل میں کیا کہتے ہونگے۔ اور نہ ان کو
 کوئی مدد ہی دی یہ خراس کی توجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ میاں کو جب کسی
 مخلصانہ کام پسند آتا ہے تو وہ اس شخص کو دوسروں کی مدد سے بے نیاز کر دیتا
 ہے۔ رات دن اونکے دیباچے کی ادھیڑ میں رہتا ہوں۔ لیکن ان کی
 محبت اور بات کی گراں سل مرے ارادوں کے پودے کو بھکنے نہیں دیتی
 اور میری ذکاوت کی ٹہنیاں اس بوجھ تلے دبی ہوئی ہیں اور تخیل کی
 کونپلیں ٹکرا ٹکرا کے رہ جاتی ہیں۔ کامیابی کا پھل لگے تو کیونکر لگے۔
 پھر مضامین اتنے گونا گوں۔ چاروں کھونٹ کی بیویاں۔ ہندوستان کا
 کوئی کونہ نہ چھٹا۔ جس کی کوئی کھلوٹی رہ گئی ہو۔ کاں کاں سے کھوج کر کے
 حال نکالے ہیں۔ بمبئی والی عطیہ بیگم جن کو مین کی شہزادی لکھا ہے
 اگر ان کو اور ان کی بہنوں زہرہ بیگم خالہ جان اور بیگم خجھرہ کو ایوان
 رفعت میں دیکھتے تو حویلی تو لال قلعہ کا کوئی قصہ سمجھی جاتی اور وہ
 تینوں بہنیں شاہ جہاں کی بیٹیاں۔ جہاں آرا بیگم۔ روشن آرا بیگم۔
 اور تیسری بیگم آرا ہی جاتی جاتیں، کتنی ہی بیویاں ہیں جن کو ہم

دونوں جانتے ہیں اور منہ بولے رشتے بدے ہوئے ہیں۔ دیا باجہ ہو
 یا مقدمہ لکھوں تو پورے حالات پر تبصرہ ہو۔ کتاب کا پنجو پیش کیا جا
 مضامین کا تعاقب ہو۔ مصنفوں نگاروں کا موازنہ۔ کس کو کس پر ترجیح
 دیں۔ قرآن شریف کے کس پارے کو کس پارے پر فضیلت اور کس سورت کے
 کس سورے پر فوقیت دیں یہ کوئی سہل کام نہیں۔ پھر جامع سہل ہونے
 کے لحاظ سے پانی چوائے جانے کے سختی الگ ٹھہرے۔ ترس کھا کھا
 کام نہ نکالیں تو ظالم۔ سنگدلوں میں شمار ہو۔ سرگاڑی۔ پیرویہ کر کے
 ادھر سے ادھر لڑکتے پھرتے ہیں اور کونے کونے سے حالات جمع کرتے
 جن شناسناؤں۔ دوستوں۔ رفیقوں پر زعم تھا۔ کہ وہ کام میں ہاتھ
 بٹائیں گے۔ انھوں نے سب سے زیادہ جی چرایا تو بیچارے کیسا آزر نہ وہ اور
 دلریش ہوتے ہونگے۔ شاباش ہے ان کی ہمت پر کہ انھوں نے تنہا
 اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا۔ یہ اردو زبان کی خوش قسمتی ہے کہ اس
 اس قسم کا تذکرہ لکھا جا رہا ہے جو اپنی نوع کا سارے مشرق میں ایک
 ہی ہے آئینہ نسلوں کو اپنی قوم کی مایہ ناز خواتین کا ایک ایسا تذکرہ
 مل جائیگا جو ہمیں اپنے بزرگوں سے میراث میں نہ ملا اور ہمارا جی لوٹتا
 ہے کہ اسی طرح کا اب سے کوئی دو دیر ٹھہ سو برس پہلے کی بیویوں کا
 تذکرہ ہمارے اسلاف چھوڑ جاتے اور ہم ان مستور حالات پر وقوف

پاتے اور اپنے بزرگوں کی اینٹ بھتروں کے دماغی ارتقا کا پتہ چلتا“
 میں چکی بٹھی سنتی رہی اور کہا اُوئی اتنی سی بات کی اتنی الجھن۔ اے
 جو آپ نے باتیں کیں۔ کہئے تو میں ان کو لکھ لوں۔ پھر آپ ایک نظر دیکھ
 جائے جو بات رہ گئی ہو اسے یاد دلائے تاکہ میری طرف سے بھی
 دو چار صفحے کالے ہو جائیں۔ اپنے بنی خجی کے نام پر ختم کرتی ہوں اور دعا
 ہے کہ میری قوم کی نئی کلیاں اس گلدستے کی بو باس سے تازہ رہ جائیں
 اور تذکرے کے جامع کی محنت بہ خیر ہو جائے۔ امین تقوا میں۔

سیدہ بدر النساءیم
 اہلیہ آغا حیدر حسن
 پرنسپل نظام کالج حیدر آباد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملکہ شریا خانم افغانستان

آپ ۱۴ اپریل ۱۸۹۸ء کو ارض شام میں پیدا ہوئیں بحیثیت
زناتہ وہیں بسر ہوا آپ کے والد ماجد علامہ محمود طرزی افغانی لہنہ
اور نہایت قابل اور فریسی مدبر ہیں۔ جن دنوں علامہ موصوف
معضن سیاسی وجوہات کی بنا پر شام میں تشریف فرما تھے۔ اُسی
زمانہ قیام میں آپ نے وہیں شادی کی، اس لحاظ سے ملکہ
والدہ کی طرف سے شامی اور والد کے طرف سے افغانی ہیں، چونکہ
آپ نے اپنے لئیق پدر بزرگوار کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت حاصل
کی ہے، اس لئے فارسی اور پشتو میں کامل دستگاہ رکھتی ہیں، اس کے
علاوہ موجودہ یورپی زبانوں سے فرانسیسی بھی جانتی ہیں قدرت
فہم و ذکاوت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ تحریر و تقریر میں
ملکہ رکھتی ہیں، نہایت وسیع الاخلاق ہیں۔ طبقہ نسواں سے بے انتہا ہمدردی

رعایا کا ہمیشہ خیال رہا ہے۔ یہ ایسے صفات ہیں کہ آپ کی ہر دلیغی زری کا سکہ افراد ملک کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے تعلیم نسواں سے طبیعت کو خاص لگاؤ ہے۔ سلطنت افغانستان میں تعلیم نسواں کی بیداری کی آپ ہی روح ہیں اور کوشاں ہیں یہاں کی خواتین بھی تعلیمی امور میں متحدہ ممالک کی خواتین کی دوش بدوش ثابت ہیں جس سے قوم کا مستقبل نہایت درخشاں ہو جائیگا۔

۱۹۱۹ء میں جب افغانستان اور انگلستان میں کچھ آویزش ہو گئی تھی، اس وقت آپ نے ملک و قوم کی نمایاں خدمت انجام دی دوران جنگ میں بنفس نفیس فوجی چھاؤنیوں کا معائنہ فرمایا، سپاہیوں میں شجاعت اور دلاوری کی اسپرٹ پہلائی، جب تک نہایت ختم ہوا آپ نے کبھی اچھی غذا نہیں کھائی، آرام نہیں لیا۔ عام سپاہیوں غذا کو آپ نے بھی اپنے لئے اختیار کر لیا تھا۔

۱۹۲۰ء میں یورپ کا شاہانہ سفر کیا ہے اور بہت کچھ معلومات حاصل کئے ہیں جہاں تشریف لے گئیں۔ نسوانی زندگی کا بامعانہ ملاحظہ فرمایا ہے، زنانہ زچہ خانوں میں جا کر زچاؤں کو دیکھا، ان کے بچوں کو اپنے گود میں لیا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۲۰ء کو جب شاہی اسپتال قاہرہ پہنچی اور شاہ اور ملکہ شاندار جلوس نکلا اور فروکش ہوا تو ”انجمن اتحاد النساء“ کے ممبروں کا ایک

جس میں دورِ حاضرہ کی تعلیم یافتہ خواتین، ”ہدی خانم شعراوی،
 بیگم محمد علی پاشا، بیگم حمزہ پاشا، احسان خانم، منیرہ خانم، عزیزہ خانم
 فردوس خانم، بیگم حسین پاشا، پرشمل تھا، ہدیہ مبارکباد پیش کرنے کیلئے
 ملکہ موصوفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تعلیم کے لئے آپ نے کئی ایک
 ایوانات شاہی مع سامان مدارس کے پروفزرائے ہیں، قصر شہزادہ
 مدرسہ حبیبیہ کے پروکر کے بعض سیاحوں کو جو اس کے برج پر چڑھے تھے
 جہاں ادارہ مکتب واقع تھا یہ گھنٹے کا موقع دیا کہ اس سے زیادہ عالیشان
 اور نفیس مقام شاید ہی دنیا میں کسی درسگاہ کو نصیب ہوا ہو۔ ہتھاباغ
 جیسا وسیع ایوان مکتب ”حرابیہ“ کو پھر جوں جوں تعلیمی رفتار میں اضافہ
 ہونے لگا، شاہی محل خالی کر کے درسگاہوں کے حوالے کرتی گئیں۔



نواب ملک سلطان جہاں صاحبہ تہواری بھوپال

ریاست بھوپال کی وسعت قریب ۷۰۰۰۰ اسکوئر میل ہے اور یہاں
 دس لاکھ جس کو ایک افغانی امیر خباب دوست محمد خان ملازم اور نیک
 فتح کیا تھا۔ ۱۸۷۷ء سے آپ کی نسل نے گورنمنٹ انگریزی سے اتحاد رکھا
 اور چند روز بعد برٹش گورنمنٹ کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور حقوق ریاست
 اور قبضہ منظور ہوا۔ گدی نشین رئیس کے قتل ہونے کے بعد بھتیجا چونکہ کم عمر تھا
 اس لئے اس کی بیوہ قدسیہ بیگم صاحبہ نائب سلطنت ہوئیں۔ قدسیہ بیگم کی
 صاحبزادی سکندر بیگم صاحبہ جو اپنے بھائی محمد کی حمایت میں تھیں جس کو برٹش
 گورنمنٹ نے ۱۸۷۳ء میں مستحق ریاست قرار دیا اور جس کا انتقال ۱۸۷۴ء
 میں ہو گیا۔ ان کی بیوہ صاحبزادی سکندر بیگم صاحبہ تخت نشین ہوئیں جو
 ۱۸۷۸ء تک حکومت کی۔ پھر ادن کی صاحبزادی شاہجہاں بیگم صاحبہ
 تخت نشین ہوئیں اور ادن کا انتقال ۱۸۹۱ء میں ہوا اور تخت کی مالک

آپ ہوئیں۔ برسوں مسلمانوں کی تاریخ میں سکندر بگیم صاحبہ کا نام باقی بیگا
آپ اصلاح ملک پر آمادہ ہوئیں آپ کی کچہری اور کورٹ کا راستہ حیات افزا
تھا۔ اوس کی عمارت راجوں کی عمارت سے اعلیٰ تھی آپ کو سنگھ میں
تغیر گریٹ کنڈراٹاراف انڈیا گورنمنٹ سے عطا ہوا ہے آپ نے اپنے
عہد حکومت میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ آپ کا پایہ تخت متوسط شہر ہے
جیسے... آدمی ہیں ایک بڑے تالاب کے دھنے کنارے پر بنا ہوا
بیچ میں ایک خوبصورت ملک ہے کاشتکاری اچھی ہوتی ہے جنگل اور
کثرت سے فصل ہوا کرتی ہے۔ آپ کے احسانات ملک پر عام ہیں اور آپ کی
علمی خدمتیں اور شاندار امدادیں کبھی تاریخ کے صفحات سے محک ہوئی نہیں
تعلیم قدیم اور جدید کی شاید ہی کوئی درس گاہ ہو جس کو آپ نے امداد دی ہو
تقریباً پچاس ہزار روپیہ سالانہ انجمنوں کی امداد اور مدارس میں صرف ہوتا
”سیرت نبوی“ کا کام آپ ہی کی توجہ سے عالم و جویں آیا۔ ملک میں ابتدائی
تعلیم مفت اور لازمی کی ابتدا آپ ہی نے کی۔ نہایت وسیع اخلاق۔
منسکراج۔ رحمدل ہیں۔ کئی دفعہ یورپ کی سیاحت کی ہے جبکہ کدوان
حکومت نواب حمید اللہ خان بہادر بنی، اے کے سپرد کی ہے آپ کا زیادہ
وقت عبادت میں صرف ہوتا ہے۔ اسلامی آداب کا یہ عالم تھا کہ اپنے عہد
حکومت میں کورنشات وغیرہ سب برطرف۔ حائس سلامی طریقہ پر اسلام تعلیم کا

۶
 رواج دیا اس میں اکثر آپ تقدیم فرمائی تھیں۔ کثیر التعداد کتب کی مصنفہ
 ہیں تاریخ اسلام کی ایک با عظمت خاتون کا مرتبہ حاصل ہے آپ کے
 حالات کے لئے تذکرہ کے مختصر اوراق ناکافی ہیں محض بعض رسائل سے
 کچھ کچھ حالات اقتباس کئے گئے ہیں۔

پردہ پر خیالات

ہندوستان میں شاید پردہ کا یہ مقصد مد نظر رکھا گیا ہے، کہ
 مردوں اور عورتوں کا نامناسب میل جول روکا جائے پردہ سے
 مراد یہ تھی کہ عورتیں اپنے زیب و زینت کا اظہار نہ کریں چنانچہ اخیال کی
 مد نظر رکھتے ہوئے پردہ دوسرے ممالک میں رائج ہوا، بعض ممالک میں
 اب پردہ رائج ہے۔ لیکن کہیں اس کی یہ شدت نہیں جو ہندوستان میں تھی
 اکثر ضروریات زمانہ کا خیال رکھ کر پردہ کے رواج میں از سر نو مناسب
 ترمیم کی جائے تو اس سے تعلیم نسوان پر جو مضر اثر پڑ رہا ہے وہ دور
 ہو جائے اور ساتھ ہی وہ صورت حالات بھی نہ رہے جس کے متعلق مغرب
 میں بہت تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے مجھے اس امر کا اعتراف کرنے میں
 ذرا بھی تامل نہیں کہ جس طرح کا پردہ ہندوستان کے مسلمانوں میں رائج ہے
 یہ صحیح طور پر اسلامی نہیں اور ہماری لڑکیوں کی تعلیم کو بہت نقصان پہنچا رہا
 ہے۔ نیران کی جسمانی اور ذہنی تربیت میں بھی مارج ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ

کہ اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے فیصلہ کر لیں کہ کیا وہ محض
 ایک رسم کے لئے اپنی قوم کے نصف حصہ کو معطل اور مفلوج رکھنا گوارا کرے
 اور تنگ خیالی کی قربان گاہ پر اپنی آئندہ نسلوں کے مستقبل کو بھیٹ دینا
 جائز سمجھتے ہیں۔



نورالنسا بیکم بڑھی صاحبزادی

نواب میرزا باب علیخان مرحوم، سرسار لاہ جنگ ادلی، مختار الملک بہادر
 دارالمہام دولت اصفیہ کی صاحبزادی نواب میرزا لائق علیخان بہادر
 نواب السلطنت دارالمہام حیدر آباد دکن کی بڑی ہمشیرہ اور نواب کرم اللہ
 مرحوم کی زوجہ محترمہ ہوتی ہیں۔ حیدر آباد میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم
 اپنے ایوان میں پائی۔ ذوق طبیعت اور شوق مطالعہ کی بدولت
 ردو، فارسی میں اچھی قابلیت پیدا کی اور انگریزی سے بھی واقف ہیں
 جس طرح نواب سرسار لاہ جنگ ادلی کا اسم گرامی حیدر آباد دکن کے
 عظیم تعلیم میں پیش پڑی اسی طرح آپ کا وجود طبقہ نسوان کے لئے سرمایہ
 مازش و افتخار۔

شعرو شاعری کا اچھا ذوق رکھتی ہیں چنانچہ حیدر آباد میں سے
 اول آپ نے ہی زمانہ مجلس قایم کی جس میں ہر سال ہندوستان کے مشہور

مرثیہ گو "نفیس" کی صاحبزادی اپنے مرثئے پڑھا کرتی تھیں۔
 آج سے تیس چالیس قبل جبکہ مردوں ہی میں تعلیمی ذوق کا فقدان تھا
 آپ نے اپنے فرقہ کی جہالت سے متاثر ہو کر خاص اپنی دیورھی میں
 ایک زمانہ مدرسے کی بنیاد ڈالی جس میں ملک کے امراء اور جاگیرداروں کی
 لڑکیاں زیر تعلیم سے آراستہ ہونے لگیں۔ اس مدرسے کی زیادہ تر
 خوبی اور خصوصیت یہ تھی کہ تعلیم سے زیادہ تربیت کا خیال رکھا جاتا
 تھا۔ کیونکہ ترتیب ہی وہ تھی ہر جوگھروں کو سنوارنے والی، ہندیب
 و شائستگی، کی پھیلائے والی اور لڑکیوں کو گہر بنا سنیوالی ہے۔ چنانچہ
 آپ ہر لڑکی کی ذہانت اور فراست کا بذاتہ معائنہ فرماتیں اور انھیں
 ادب، تینز، طریقہ بود و باش، کی تعلیم دیتیں، اور جب دستر خواں چا جاتا
 تو تمام لڑکیوں کو اپنے ساتھ لیکر خاصہ نوش فرماتیں، خورد نوش کے
 آداب و قواعد بتاتیں۔ یوں بیٹھنا چاہئے، یوں کھانا لیا جائے
 ہاتھ اس طرح دھویا جائے، منہ یوں صاف کیا جائے، دیکھنے کو یہ
 امور بظاہر معمولی دکھائی دیں۔ لیکن اس کے اندر معاشرتی زندگیوں کا
 بحر عظیم موجیں مار رہا ہے۔ اسی تربیت اور تعلیم کا اثر ہے کہ آج اس
 مدرسہ میں زانوائے ادب تہ کر نیوالی لڑکیاں ملک کے اعلیٰ طبقہ میں
 سلیقہ، نفاست، شائستگی، ہمدردی، انہماک میں دوسروں کی

معاشرت کا مکمل نمونہ ہیں۔ جہاں سے تہذیب اور شائستگی کی نشا
 نخل کر اور گھروں کو منور کر رہی ہیں۔ آپ کی شادی آپ ہی کے قریبی
 عزیز نواب مکرم الدولہ بہادر سے جو خود خاندانی امیر اور کسی زمانہ میں
 حیدر آباد دکن کی ذمہ دارانہ خدمت مدارالہامی بھی کر چکے تھے ہی اس
 بعد موصوف نے اپنے اسٹیٹ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور نہایت
 مدبرانہ طریقہ پر ایک معتمد کے تحت اپنے جاگیرات کے کاروبار انجام
 دینے لگیں، جن کے تدبیر کا ایک زمانہ قائل ہے۔

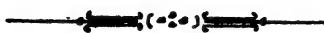
چونکہ آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی اس لئے اپنے چھوٹے بھائی نواب
 میر الملک بہادر کی صاحبزادی کو اپنے اغوش میں لیا اور انھیں اعلیٰ پائے
 پر تعلیم دلانے لگیں۔ مگر قدرت کو تو کچھ اور منظور تھا افسوس کہ اوجھڑ
 کی عمر نے وفا نہیں کی اور ایک حادثہ کی بدولت چودہ پندرہ سال کے
 سن میں آپ کو داغ مفارقت دے گئی، جس کے صدمہ سے آپ برداشتِ خاطر
 رہنے لگیں۔ پھر اپنی چھوٹی ہمیشہ کے منجھلے صاحبزادہ نواب زین العابدین
 بہادر کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا۔ جو ماشاء اللہ نہایت تعلیم یافتہ۔ خوش اخلاق
 اور سوامشی میں قدرو منزلت کی نظروں دیکھے جاتے ہیں جو اس وقت
 کپ کے اسٹیٹ کے کاروبار میں خیل میں۔

چونکہ نواب سرالار جنگ ولی کی اولاد میں آپ نواب میر لائق علی خان

بھی بڑی ہیں۔ اس لئے ”بڑی صاحبزادی“ کے نام سے ملک میں یاد کی جاتی
 میں بہت کم حضرت حیدر آباد دکن میں ایسے ہونگے جنہیں آپ کا مہلی نام
 معلوم ہو۔ مالک محروسہ سرکار عالی میں کسی کی زبان پر ”بڑی صاحبزادی“
 کا نام آجائے تو ذہن فوراً آپ کی جانب متقل ہو جاتا ہے۔
 انجینئر ڈیڑھ ایک لاکھ کا اسٹیٹ ہے اور یہ اسٹیٹ نہایت منظم
 اور باقاعدہ دفاتر کے مماثل ہے جہاں سے وقتاً فوقتاً احکامات اجرا
 ہوتے رہتے ہیں۔

بذل و نوال داد و دہش کی صحیح شان کہتی ہیں نہایت شہیم
 اور غیر واقع ہوئی ہیں سینکڑوں مجلس اور نادار گھرانے آپ کے دام و دولت سے وابستہ
 ہیں جنہیں بابا نہ تنخواہیں بطور امداد دیتی ہیں کوئی سائل آپ کے دروازہ
 خالی نہیں پھر اعتبارِ عالیات کی زیارت سے بھی آپ مشرف ہو چکی ہیں اور
 مقامات مقدمہ سے آپ کو بید العنت ہے اور کچھ نہ کچھ تحفہ و پدایہ وہاں
 بھیجتی رہتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ مغائب سالار جنگ اولیٰ کے اخلاق بطور اوصاف
 کی کمال نمونہ ہیں۔ بادشاہ وقت کی اطاعت گزار اور خیر خواہ ہیں۔ ملک کے
 امرا میں آپ کا شمار ہے آپ کا یہ خاص مذاق ہے کہ ملک کے شریف
 گھرانوں سے لڑکے لڑکیاں لیکر انہیں اپنی نگرانی میں تعلیم دلائیں اور
 انہیں آئندہ زندگیوں کو ہر طرح شاد کام بنائیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے کہ

بلقہ امرامیں اس کی نظیر شاید کسل ہی ۲۲ لکھائی دے تو دکھائی دے۔
 غرض آپ کا وجود ملک اور اہل ملک کے درمیانہ اور نادر اثر عظیم
 گھرانوں کے لئے باعثِ رحمت ہے جو اپنے شرافت کی وجہ سے کسی کے
 آگے دست سوال دراز نہیں کر سکتے۔ اگر ملک میں آپ کی طرح چند اہستیاں
 پیدا جائیں تو پھر حکمت اور افلاس کا کافی درماں ہو سکتا ہے۔



سحر بنی نائڈو

بنیت ڈاکٹر اگھوز ماتھ چٹوپا دیھ
 آپ ۱۸۷۹ء میں بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے اگرچہ آپ کے
 والدین بنگال کے اصلی باشندے تھے لیکن یہیں بودوباش اختیار کر گئی
 ایام شیرخوارگی میں آپ کے والدین آپ سے اردو میں بولتے تھے آپ کی
 ابتدائی تعلیم انگریزی مدراس میں ہوئی اور سولہ برس کے سن میں یہاں سے
 وظیفہ لیکر انگلستان گئے اور غیر معمولی ذہانت کی بدولت تھوڑی سی مدت
 میں انھیں زبان پر کامل قدرت اور دستگاہ حامل ہو گئی۔ بیس برس کے
 سن سے پہلے آپ کو لندن تھریٹس ہولڈ، کی منصفہ بن چکی تھیں۔ پھر آپ کی
 نظموں کے اور دو مجموعے شائع ہوئے اور انگلستان کے خوشگو شعرا کی صف
 میں انھیں جگہ مل گئی اگرچہ زبان انگریزی ہوتی ہے لیکن جذبات تاثرات
 تمام انشائی ہیں۔

۱۸۹۵ء میں انگلستان گئے جہاں تین سال تک قیام رہا۔ اول

دکنگز کالج لندن، اور اس کے بعد، گرٹن، میں تعلیم پائی اور اس اثنا میں اٹلی کا سفر بھی کیا جہاں کے مناظر نے آپ کی شاعری میں اور لطافت پیدا کر دی۔ آپ کے قیام انگلستان کا زمانہ بیشتر علمی صحبتوں میں بسر ہوا لیکن خرابی صحت کے باعث ۱۹۱۹ء میں اپنے وطن واپس آئیں اور اس کے چند دنوں بعد ڈاکٹر گووند راجوناٹھو سے عقد ہوا۔ شادی کے بعد سے لیکر آج تک آپ کی زندگی ملک کی خدمت کے لئے وقف ہی ہے اور آپ کے کا زمانہ ہندوستان کی عہد حاضر کی تاریخ کا ایک مستقل جزو ہیں۔

آپ کی ذات ملک کے لئے مختلف النوع برکات کا حریص ہے اگر صرف آپ کے وہی کام لئے جائیں جو رفاه عام کے ذیل میں آتے ہیں تو وہ کسی فرد واحد کے لئے سرمایہ زندگی بننے کو کافی ہیں۔ موسیٰ ندی کی عظیم طغیانی کے وقت حیدرآباد میں آپ کی خدمات گراں رہیں جس کی داد حکومت سے قیصر ہند کے طلائی تمغہ کی شکل میں ملی جس سے آپ کے شہرچہ انسانی جذبات کا پتہ چلتا ہے آپ کی سیاسی خدمات عالم اشکارا ہیں، ہندو مت کا ادب آپ کا نصب العین ہے۔

آپ جس طرح کہ بہترین شاعر ہیں اسی طرح بہترین مقررہ بھی ہیں جنہیں آپ کی تقریریں سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ ہمیشہ آپ کے قوت بیانیہ کے

معترف ہے اس وقت ملک کے کئی مقررین میں وہ انہیں جو قدرتاہیں
خاتون کو حاصل ہے تقریر نہایت دلنشین ہوتی ہے اور کبھی کبھی بعض مجلس
میں اردو میں بھی تقریریں کی ہیں۔

۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۷ء تک آپ کی نظموں کے تین مجموعے شائع ہو
ہیں۔ طلائی آستانہ، طائر وقت، شنگتہ بر، طلائی آستانہ میں بندر
تے پھیں برس کی عمر تک کا کلام ہے۔ طائر وقت زبان اور تخیل کے لحاظ
سے آپ کے کلام کی پختگی کا پورا ثبوت ہے۔ شنگتہ پر میں یہ صنعت
اور بھی زیادہ نمایاں ہو گئی ہے۔ حب وطن، شفقتِ مادی، انسانی ہمدردی
عرض کوئی ایسا جذبہ نہیں جسے آپ کی نظموں میں جلوہ گستر ہو۔ نظموں میں
مؤذن کی اذان اور پیاریوں کے بھبن سے پنداریوں کے گیت پاکی
بردار کھاروں کے گانے اور فیکر کی صدا سب قسم کے نغمے موجود ہیں
چند نعروں یا چند نغموں میں کسی واقعہ یا نظارہ کی پوری تصویر پڑھنے والے
کے سامنے کھینچ دیتی ہیں آپ کے تفصیلی حالات کے لئے ایک دفتر درکار
ہو یہاں تیلو بتر کا مختصر سے حالات دیدئے گئے ہیں۔ قوم کی فکر
آپ کے احترام اور اغراض کی یہ آخری انتہا ہے کہ کانگریس جیسی اہم مجلس کی
صدر بھی رہ چکی ہیں۔ اگست ۱۹۲۸ء میں پیرام کیہ تشریف لے گئیں۔

اس وقت آپ کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں چھوٹی صاحبزادی

۱۶
 حال ہی میں انگلستان سے اپنا کورس ختم کر کے وطن واپس آئی ہیں سفیل میں
 آپ کی نظم کا ترجمہ دیا جاتا ہے کہ خیالات کا پتہ چل سکے۔

ستی
 اے شمع زندگانی آخر باجل نے
 ممکن نہیں کہ روشن پھر ہو شراتیرا
 اے نخل زندگانی۔ پائی تھانے تجھ کو
 ممکن نہیں کہ پھر تو سرسبز بارور ہو
 اے دجر زندگانی! تلخی مرگنے یوں
 فی الاصل ایک تھا ہم جب بوجلی جدائی
 ایک بار جل بھی تو اس سحر تجھ کو چھو
 اس دیو خاکداں میں کیونکر گزر ہو تیرا
 افسوس بیخ و بن سے پامال کر کے چھوڑا
 جو نخل سوکھ جائے دشوا ہے کہ تر ہو
 ہم کو کیا دو پارہ جو لفظ ہوں شکستہ
 بے جان ہو کے قالب باقی نہیں رہ گیا

(شباب)



عطیہ بیگم

بنت مٹھن علی فیضی استنبول کے باشندے تھے آپ ایک عرب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کی رگوں میں شاہی خاندان کا خون موجیں لے رہا ہے ۱۸۶۷ء میں بمقام آٹھ پیدا ہوئیں، جوانی کو چمک کی طرف استنبول کے قریب ہے آپ کے والدین سہت تصنیف و تالیف اور طالب علمانہ شوق و ذوق کے لحاظ سے ممتاز رہے ہیں آپ کی حقیقی بہن ہرمانیس بیگم صاحبہ جو رجن کی ذات سے ریا کی ترقی اور وقار وابستہ ہوا اور دوسری بہن زہرہ بیگم ہر دو صاحبہ تصنیف و تالیف اور ادیب ہیں آپ کی تعلیم گھر پر آپ کی والدین نے امیر النسا بیگم کی نگرانی میں ہوئی جو متعدد مشرقی اور مغربی زبانوں واقف تھیں، آپ انگریزی مادری زبان کی طرح جانتی ہیں۔ کچھ ترکی، فارسی، فرانسیسی سے بھی واقف ہیں۔ کئی بار تمام عالم کی سیاحت کر چکی ہیں آپ کو ترکی کے ”شفقت نشان“ کے درجہ دوم تمغہ ملا

(ہندوستان میں میٹل کوئی مسلمان خاتون ہونگی جنہیں یہ نشان ملا ہو)
 ہرمانس بگیم صاحبہ ججیرہ کو درجہ اول کا شفت نشان، ملا تھا، عطیہ بگیم
 ہندوستانی موسیقی کی ماہر تعلیم کی گئی ہیں اور آپ نے اس فن کے متعلق
 انگریزی میں متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں، راگوں کی نسبت نہایت
 گہری تحقیق کی ہے آواز اور جنس انسانی کی موزونیت کے لحاظ سے انہی تعلیم
 کے شعبہ میں بمقام بڑودہ موسیقی کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کی
 ابتدا کرنیوالوں میں آپ کا خاص طور پر حصہ تھا اور ہندوستانی موسیقی کی
 ایک مرکزی اکاڈمی قائم کرنے اور اس کی شاخیں تمام ہندوستان میں
 پھیلانے کے متعلق آپ نے تقریر کی تھی۔ دنیا کی سب سے پرانی یونیورسٹی
 (سارونی) میں ہندوستانی موسیقی پر لکھ دئے ہیں اور آپ وہ پہلی
 ہندوستانی خاتون ہیں جن کو یہ عزت حاصل ہوئی۔ یہاں آپ کے گانے
 کے ریکارڈ لئے گئے۔ پیرس میں،، پرایا دونا پالا میں نوآرڈو کے سیالو
 میں آپ نے تقریر کی جنہوں نے آپ کیلئے ایک گیت تیار کیا تھا۔ ۱۹۵۸ء
 میں آپ نے امریکہ کے کوئی (۹۲) نہایت اہم تعلیمی۔ معاشرتی حلقوں
 میں ماہرین فن کے روبرو تقریریں کیں اور ۱۹۶۳ء میں جاپان اور جرمنی
 میں بھی۔ جب آپ کی تقریریں، برلن، میں ہو رہی تھیں تو سیفر انڈیا
 اویب بے جو ہر مجسٹری ملکہ انڈیا کے بھائی تھے، تمغہ امانیہ آپ کے حلقہ قرار دیا

نسوانی آزادی کے لئے آپ خاص طور پر کوشاں ہیں اور اس معاملہ میں ہمیشہ پیش پیش رہتی ہیں آپ پردہ نہیں کرتیں اڈیٹر عصمت کے جواب میں یہ فرما کر تسلی کر دی کہ، میں مسلمان لڑکیوں کو بے پردہ دیکھنا نہیں چاہتی، سنہ ۱۹۰۸ء میں آپ پہلی لیڈیز کانفرنس جو علیگڑھ میں منعقد ہوئی تھی شریک ہو کر سرکاری وظیفہ پر ولایت روانہ ہوئیں کہ وہاں کے طریقہ تعلیم کا مطالعہ کریں مگر ایک سال کے بعد واپس چلی آئیں، کیونکہ آپ کی والدت میں اس قسم کا طریقہ ہماری لڑکیوں کیلئے غیر موزوں ہے اس وقت سے آپ ہندوستان میں ایسے مدارس کے قیام کی سعی اور کوشش میں لگی ہوئیں ہیں جہاں مذہبی اور عملی اصول پر تعلیم دی جائے آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ہندوستان کے مسلمانوں کی غلط اور کڑوا پالیسی کو مذموم ٹھہرایا۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں مرحوم سلطان عبدالحمید خاں کی خدمت میں بابریاب ہوئیں اور سلطان نے اپنے ہاتھ سے تمغہ عطا فرمایا۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کے جشن جولائی، علیگڑھ کے موقع پر کوئی بیس ہزار آدمیوں کے مجمع میں مسلمانوں کے کمزور پالیسی پر جو تقریر کی وہ آپ اپنی نظر ہے۔

گزشتہ دو سال سے بمبئی کارپوریشن کا مقابلہ کر رہی ہیں اور میونسپل اسکول کمیٹی کی غفلتوں اور خرابیوں کا پردہ چاک کرنے میں مصروف ہیں یہاں تک کہ کارپوریشن کو اسکول کمیٹی کے برخاست کرنے

۲۰
کیلئے ایک زرولیوشن پیش کرنا پڑا اور میونسپل اسکول کے مقامی افراد نے اسکو
کمیٹی سے اسکول کے برخاست کر دینے کی درخواست کی۔

آپ نے بالارام اسٹریٹ بمبئی میں یکم مئی ۱۹۳۷ء سے مسلمان لڑکوں
کے لئے ایک ابتدائی ماڈل اسکول کی بنیاد ڈالی ہے جس نے دو ماہ کے
عرصہ میں نمایاں نتائج پیدا کئے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے تمام
مدارس اسی اصول پر چلائے جائیں، اردو، قرآن مجید، خاص کر اور ٹیکنیکل
انگریزی، لازمی مضمون قرار دئے جائیں، مدرسہ نہایت سرعت کے ساتھ
مدارج ترقی کو کر رہا ہے اور آپ کو توقع ہے کہ سرکار اور میونسپلٹی سے گرانٹ
بھی منظور ہو جائیگا۔ آپ کو کارپوریشن کا ممبر نامزد کرنے کی بھی کوشش عمل
میں آرہی ہے آپ کا مہتمم بالشان اور زرین کارنامہ یہی اسکول ہے جو
”صالحات امین“ کے نام سے مشہور ہے آپ کا سب سے پہلا سرپرست
میں ہوا۔ ۵ دسمبر ۱۹۳۷ء میں آپ کی شادی مٹرجمن فاضلی سے ہوئی
جو ایک مشہور آرٹسٹ تھے۔

نوٹ۔ یہ حالات آپ نے انگریزی میں بھیجے تھے جس کا ترجمہ دیا گیا۔



مسلمانوں کو ایک پیام

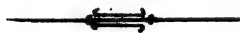
دورِ حاضرہ کا سب سے اہم ضروری ہتھ بٹا لکھنا مسئلہ تعلیم نسواں ہے
 خیرات چونکہ گھر سے شروع ہوتی ہے اس لئے لڑکے بچن اس پیام میں صرف
 مسلمانوں کی طرف ہے جنکی غفلت اور خود غرضی نے اس سدا بہار کلمہ
 کو وادئی پر خار بنا دیا ہے آج جب کہ ہندوستان کی ہر قوم معراجِ کمان
 پہنچ چکی جو وہ تین صدی پیچھے لٹک رہے ہیں اسلام وہ قابلِ فخر مذہب ہے
 جس نے عورت کو اپنے آغوش میں لیکر اس کو وہ حیثیت اور مرتبہ دیا ہیں
 عطا فرمایا جس کی نظیر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ دورِ گذشتہ میں اسلام نے
 زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی خواتین پیدا کیں جن کا نام ہمیشہ روشن رہیگا
 وہ ولی کامل ہوئیں، میدان کارزار کی جبریل ہوئیں، سلطنتوں کی
 ملکہ بنیں، مملکت نشرو نظم کی حکمران ہوئیں، ان کی تصانیف ان کے
 اشعار آج تک ان کا نام روشن کر رہے ہیں، اور وہ حق رکھتی ہیں کہ
 ہم ان کے مبارک ناموں پر ان کی قابلِ قدر خدمات کے معاوضہ میں
 ان الفاظ سے فاتحہ کے بھول چڑھائیں :-

ہمیں کہتا ہے مردہ کون تم زندہ کی زندگی
 مختصر یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمان عورت زندگی کے ہر میدان میں تمام دنیا

زمانہ گزشتہ کی ترقی، زمانہ موجودہ کی پستی کے مقابلہ کا نتیجہ قابل
 اظہار ہے، ہندوستان مردوں کے مدرسوں، کالجوں، کانفرنسوں، ہسپتالوں
 اور ادب سے برتر ہے اور مردوں کی ہر اس ضرورت کی جس کا وقت مطالبہ
 کرتا ہے تکمیل ہو رہی ہے، لیکن یہ سب ترازو کے ایک پلڑے میں ہو رہا،
 اور اس کا وزن اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ترازو کے کڑے کڑے ہو گئے ہیں
 اور اب بھی کوتاہ ہیں، خود غرض اور نفس پرست پالیسی اسی طرح اٹھام
 پر چھائی ہوئی ہے اور مسلمان اپنی نفسانیت اور خود پرستی میں اس قدر
 متفرق ہیں کہ وہ اس شاہراہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے جو
 مقدس مذہب اسلام نے منزل مقصود پر پہنچنے کے واسطے ان کو بتایا تھا۔
 اسلام نے علی الاعلان کہا تھا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔
 مگر اس کے برخلاف اس کے سر پر بنا دی گئی ہے (یعنی بجائے قدموں میں
 سر رکھنے کے اس کی اولاد اس کے سر پر چڑھ رہی ہے) بجائے اس کے
 کہ وہ گھر کی ملکہ ہوتی اور تعلیم کا پہلا بیج بچہ کی طبیعت میں جبکہ دنیا میں
 اس کا ظہور ہوا۔ اس کے ہاتھ سے بویا جاتا وہ اپنے تمام حقوق سے محروم
 کر دی گئی اور وہ پیدائشی حق جو فطرت انسانی نے اس کو عطا کیا تھا
 ظلم و ستم سے چھین لیا گیا اور وہ ایک پامال سہی رہ گئی، ایسی سہی جو

۲۳
 اس قابل بھی نہ رہتی کہ اپنے خدمات پیش کر سکتی یا مرد کو کسی قسم کی مدد
 دے سکتی اس طرح بد بخت عورت نہ صرف گھراہی کے واسطے ناکارہ
 ہو گئی بلکہ نہ مرد کے کام کی رہی نہ وطن کی اور نہ خدا کی۔ ان حالات کو
 سامنے دیکھنے کے بعد یہ عظیم الشان جلسے کس قدر مضحکہ خیز ہیں جو ہر سال کے
 اختتام پر ہندوستان میں منعقد ہوتے ہیں مسلمان ہرگز منزل مقصود پر
 نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ وہ سیدھے راستہ پر نہ چلیں اور احکام اسلام
 رو بردار نہ کر دیں۔

اتر سم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
 کین رہ کہ تو می رومی پاکستان است



ظفر جہاں بیگم

بنت مولوی محمد لطیف صاحب بی اے سب جج کی دوسری صاحبزادی
ہیں بقام شکر گو ایار اپنی نہیاں میں پیدا ہوئیں (جہاں آپ کے نانا
مولوی کریم بخش صاحب مرحوم پیشتر ڈپٹی کلکٹر جو ریاست گوالیار میں
میشرو وضع قوانین کے عہدہ پر فائز تھے) بزرگوں نے آپ کا نام جہیں جہاں بیگم
اور تاریخی نام ظفر جہاں بیگم رکھا۔ پانچ سال کی عمر تک اپنے دادا مرحوم کے
یہاں الہ آباد میں مقیم رہیں۔ اس کے بعد بیس سال کی عمر تک اپنے والد مرحوم
کے ہمراہ ملازمت کے سبب اودھ کے مختلف مقامات میں رہیں۔

آپ کے والد اگرچہ اعلیٰ تعلیم نواں کے مخالف تو نہ تھے لیکن اسے
چنداں ضروری بھی نہیں سمجھتے تھے اس وجہ سے آپ اور آپ کی دوسری
ہمیشہ صاحبہ کا تعلیم کے لئے کوئی خاص انتظام بھی نہیں کیا۔ آپ کی والدہ
جتنا خود پرہیزی ہوئی تھیں اتنا ہی انھیں بھی پڑھایا یعنی قرآن شریف
اور معمولی اردو۔ چونکہ آپ کے والد خود ادب لطیف کے دلدادہ تھے اس

۲۵
انگریزی اخبارات کے ساتھ اردو اخبارات اور ادبی رسائل بھی
برابر منگواتے رہتے۔ تہذیب بنواں عصمت بن خاص آپ لوگوں
کے لئے جاری کرایا۔

پرچوں میں خواتین کے مضامین دیکھ کر آپ کو بھی مصنوعی
کاشوق پیدا ہوا اور برا بھلا لکھ کر والد کو بغرض اصلاح دکھانا شروع
کیا چونکہ وہ خود ایک فاضل ادیب اور زبردست شاعر تھے معمولی
نثر سب نہیں آتی تھی اور اصلاح ایسی دیتے تھے کہ ایک جملہ اصلی لکھا
باقی وہ خود لکھ دیتے اور ہمیشہ یہ ہدایت ہوتی کہ ابھی شوق کئے جا
جب ایسا لکھنے لگو تب کسی اخبار یا رسالہ میں بھیجا۔ آپ اس سے
دل برداشتہ ہو کر کہتے کہ ہم آپ کی سی لیاقت کہاں سے لاسکتے
ہیں، آپ اگر ٹیوٹ ہیں اور وکیل ہائیکورٹ ہم کس برتے پر آپ کی
برابر کر سکتے ہیں، جواب ملتا، ”یہ تو ضرور سچ ہے مگر میں نہ تم سے
انگریزی لکھواتا ہوں نہ قانونی مسائل حل کرتا ہوں جس کے لئے
بی۔ اے اور وکیل ہائیکورٹ کا امتحان پاس کرنے کی ضرورت ہو اور وہ
نظم و نثر کی ہمارت ہو جانے کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ اس میں تم مجھ
کم رہو“ بہت دنوں یہ سلسلہ رہا کبھی جوش میں آکر آپ لکھنے لگتے
اور کبھی عاجز آکر چھوڑ دیتے۔ کئی سال کے بعد آپ کے والد نے

۲۶
 بعض مضامین پسند کئے اور جب مضمون پسند آتا تو فرط مسرت میں فرمایا کرتے کہ ”مجھے خدا کی عنایت سے بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ میری دیکھائی میرا سادہ باغ پایا ہے۔“

۱۹۱۳ء میں بریلی کے ہر دل عزیز اور کامیاب وکیل مولوی حافظ محمد ظہور الدین صاحب بی، اے، ایل، ایل، بی، میونسپل کشنر اور ایم۔ ایل۔ سی سے آپ کا عقد ہوا اوصاف ظاہری اور باطنی کے لحاظ سے آپ کے شریک حیات کو بے مثل کہا جائے تو دخل مبالغہ نہ ہوگا ۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۶ء تک آپ کے یہاں ساخت اولادین جن جن میں چار لڑکیاں اور تین لڑکے سب خدا کی عنایت سے زندہ اور سلامت ہیں جن کی تعلیم و پرورش ہو رہی ہے۔

ن شادی کے بعد آٹھ سال نہایت آرام و مسرت اسایش اطمینان سے بسر کئے لیکن جہاں پھول ہوگا وہاں کانٹا، جہاں خوشی ہوگی وہاں رنج بھی لازم و ملزوم ہے سلسلہ میں آپ کے شوہر نے ترک موالات کے سلسلہ میں اپنی کامیاب اور روز افزوں وکالت کو خیر باد کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ سب کو مالی مشکلات میں پھنسا دیا گزراوقات کے لئے شوہر قلیل جائداد کے کوئی صورت نہ رہی اگرچہ اس وقت ارادہ تھا کہ کوئی نہ کوئی دوسرا روزگار شروع کریں، لیکن قومی کاموں نے اتنی ہمت دی

اور پانچ سال اس کے نذر ہو گئے۔ جب کانگریس کمیٹی نے اپنا فیصلہ
 منسوخ کر کے دوبارہ وکالت اور ملازمت کی اجازت دی تو آپ نے
 ۱۹۲۵ء میں پھر وکالت شروع کی، لیکن قومی کاموں کی مصروفیت
 اتنی فرصت کہاں کہ پوری توجہ سے کام کرتے جس کے بغیر اس پیشہ
 کی کامیابی ناممکن ہو آپ کے مشاغل قوم کے لئے خواہ کتنے ہی سود
 کیوں نہ ہوں لیکن آپ کے خاندان کی تباہی کے باعث ہو رہے کسی
 کی بنی ہوئی تقدیر بگڑنے پر اعضا اور اجاب کا جو برتاؤ ہوتا ہے اس کی
 دیکھ کر محترمہ نے جہاں تک ممکن ہے کنارہ کشی اور گوشہ تنہائی اختیار
 کر لی ہے۔ اس حالت میں دل گھبراتا ہے تو پھر پرانا مشغلہ مضموں کا ہی
 کو اختیار کر لیا ہے کبھی محض تہذیب میں شامل ہوتی ہیں تو کبھی برصغیر
 میں اس طرح انجمن کا لطف بھی خلوت میں حاصل ہے آپ کی تحریریں ہنس
 نختہ اور عام فہم ہوتی ہے لطف یہ کہ آپ نے جب کبھی لکھا فلم برداشتہ
 لکھا مسودہ و تبصرہ کی رحمت گوارا نہیں کی آپ کا وجود اپنی جنس
 کے لئے موجب فخر و ناز ہے آپ کے مضامین بلند پایہ ہوتے ہیں بحث
 نہایت مدلل اور قوی ہوتی ہے اپنے فرقہ کی بہترین صلاح میں آئینہ الی
 نلیں آپ کو اپنا رہبر تسلیم کریں گی۔



قوم کسے کہتے ہیں

آج کل تعلیم نسواں کا مسئلہ بہت زوروں پر ہے ہزاروں مخالفت ہیں اور ہزاروں موافق۔ خیر یہ اپنی اپنی رائے ہے مجھے اس سے کوئی بحث نہیں۔ البتہ مجھے ان لوگوں پر ضرور تعجب ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی جہالت کا رونا روتے ہیں اور قومی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر دھواں دھار تقریروں کے ذریعہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں۔ ان کا باعث جہالت اور صرف جہالت ہے اور اگر ہماری قوم اب بھی بیدار نہ ہوئی اور اسی طرح قعر جہالت میں پڑی رہی تو (خدا نخواستہ) چند روز میں منظر ہستی سے فنا ہو جائے گی۔

لیکن جب تعلیم نسواں کا مسئلہ انہی حضرات کے روبرو آتا ہے تو وہ مجھٹ مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں یا بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لیڈروں کی مراد قوم سے کیا صرف مرد ہے؟ کیا وہ عورتوں کو خارج از قوم سمجھتے ہیں؟ میری رائے میں تو مرد و عورت، بچے سب قوم میں داخل ہیں اور انہی سب کے مجموعے سے قوم بنتی ہے لیکن ایسے حضرات کی تحریر

۲۹
 اور تقریریں ضرور تعجب خیز ہیں جو قوم کو جہالت کی دنیا سے نکال کر
 تعلیم و تہذیب سکھانا چاہتے ہیں۔ لیکن عورتوں کو اس میں شریک
 کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں کی تحریروں اور تقریروں
 نے میرے دل میں وہ سوال پیدا کیا جو اس مضمون کی سرخی ہے۔
 کیا کوئی صاحب اس کا جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے
 اگر بفرض محال اس کا یہی مطلب نکالا جائے کہ عورتیں خارج از قوم
 ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ مرد عورتوں کو قوم سے خارج کر کے کیا ترقی
 کر سکتے ہیں۔ سب سے اول تو افزایش نسل کا کام ہو جس کا بوجہ
 قدرت نے مرد و عورت دونوں پر مساوی کر دیا ہے۔ عورتوں کو طبع
 کر کے مردوں کی قوم تنہا یہ کام نہ اپنی عقل کے زور سے انجام دے سکتی ہے
 یہ علم سے اور ظاہر ہے کہ جب نسل ہی آگے کو نہ چل سکے گی تو قوم کو طرح
 رہیگی اور جب قوم کا وجود ہی نہ رہیگا تو ترقی کون کریگا؟ نتیجہ یہ نکلتا ہے
 کہ قوم کے لئے مرد اور عورت کا وجود لازم و ملزوم ہے کسی ایک جنس کے
 خارج کرنے سے قوم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے قوم کے فائدے کے لئے جو
 بات کہی جائے اس میں دونوں کا شریک رکھنا ضروری ہے۔

اگر قوم کو جہالت سے نقصان پہنچا۔ اور تعلیم سے سنبھل جانے کی
 امید ہے کہ تو بحیثیت قوم مرد و عورتیں دونوں ہی اس میں شریک ہیں

اس کی کیا وجہ کہ مردوں کی تعلیم ^{۳۰}کیلئے تو آپ ایڑی سے چوٹی تک
 زور لگائیں اور عورتوں کے نام پر خاموش ہو جائیں؟ ہاں آپ کے
 نزدیک عورتوں کو جاہل ہی رکھنا ضروری ہے۔ تو یہ دوسری بات
 ہے۔ لیکن اس صورت میں قوم کا نام نہیں لینا چاہئے، بلکہ صاف
 طور پر بجائے قوم کے صرف ”گروہ مرداں“ کہنا چاہئے۔



خدیجہ سبزی

آپ کا وطن موضع حسین پور ضلع مظفرنگر صوبہ متحدہ ہے۔
 ماؤ ۱۹۹۹ء عیسوی خانقاہ ڈوگران ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں
 پیدا ہوئیں آپ کے دادا انشی حاجی فتح علی صاحب انسپٹر پولیس تھے
 اور برسوں خاص شہر لاہور اور امرتسر میں کو توال رہے تینتیس سال
 پنشن پاتے رہنے کے بعد ماہ مئی ۱۹۲۸ء میں بھرنوے سال امرتسر میں
 انتقال کیا۔ چونکہ آپ کے والد مرحوم محکمہ نہریں ملازم تھے اور ایک محکمہ
 مستقل قیام نہ تھا اس وجہ سے آپ کا اور آپ کے بھائیوں کی تعلیم کوئی
 انتظام نہ ہو سکتا تھا۔ لاچار ہو کر شہر پٹیالہ میں جہاں تعلیمی سہولتیں زیادہ تھیں
 ایک مکان خرید کر والدہ صاحبہ اور سب بہن بھائیوں کے مستقل قیام کا
 انتظام کر دیا۔ آپ نے پہلے محلے کے پرائمری زنانہ اسکول میں تعلیم ختم
 کی پھر سرکاری وکٹوریہ زنانہ اسکول میں شریک ہوئیں جہاں دسواں
 کی خواندگی ختم کرنے پائی تھیں کہ آپ کے والد نے والدہ صاحبہ اور بیٹوں

۳۲
بہنوں کو اپنے پاس بلا لیا۔ دونوں بھائی جو ہوشیار ہو گئے تھے وہ سب تو
پیشالہ میں تعلیم پاتے رہے۔

۱۹۱۶ء میں ۱۸ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی اور علیگڑھ
جہاں آپ کے شوہر مولوی ادریس احمد صاحب بی اے یل ٹی کالج کے
اسٹنٹ سکریٹری تھے آ گئیں۔ دو برس وہاں قیام رہا اس کے بعد چکے
شوہر گورنمنٹ سر دیس میں داخل ہو کر پرائنٹنگ ایجنٹسٹل سرویس کے
مگرڈ میں ضلع بجنور گورنمنٹ ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اسی
زمانہ میں چھ ماہ کے اندر آپ کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ گیا اور
کچھ عرصہ کے بعد دو چھوٹی بہنوں نے بھی انتقال کیا۔ اب صرف ایک
بہن تین بھائی رہ گئے۔ یہ تینوں بھائی چھوٹے ہیں۔ سلسلہ ملازمین
سال بجنور میں قیام رہا اور چار برس شاہجہاں پور میں دو برس سے آپ
بریلی میں مقیم ہیں۔ جو حکمت و مہلکینڈ ٹھہ کا صدر مقام ہے۔

اس وقت تک آپ کو چھ اولادیں ہوئیں۔ سب سے پہلی لڑکی
اشرف النساء نے بہت تھوڑے عرصہ میں انتقال کیا اس کے بعد دو لڑکیاں
اور ایک لڑکا بزبانہ قیام بجنور پیدا ہوئے اور ایک لڑکا شاہجہاں پور
ایک بریلی میں۔ بڑی لڑکی کا نام شائستہ بانو ہے جس کی عمر دس سال کی
ہو۔ چھٹی کا نام خبیبہ بانو ہے جس کی عمر آٹھ سال ہے لڑکیاں سب کھاری

۳۳
 زنانہ اسکول کی چوتھی اور تیسری جماعت میں زیر تعلیم ہیں بڑا لڑکا
 جلیس احمد مکان پر تعلیم پا رہا ہے چھوٹے لڑکے رئیس احمد اویس احمد
 کی عمر میں چار سال اور دو سال کی ہیں۔ سلیس احمد کے پیدائش کے
 موقعہ پر لاہور اور امرتسر کے زنانہ رسالوں کے نامہ نگاروں نے
 قطعات اور تاریخیں شائع کئے ہیں شاہجہاں پور میں جب آپ کی
 دوا لڑکیاں تعلیم کے قابل ہوئیں تو حسن اتفاق سے ایک روز کڑی
 زنانہ اسکولوں کی انسپکٹرس میم صاحبہ آپ کے یہاں آئیں اور کہا کہ اپنی
 لڑکیوں کو سرکاری مسلم ماڈل اسکول میں داخل کرادو۔ یہ زنانہ اسکول
 چلتا نہیں کیونکہ شاہجہاں پور کے مسلمان تعلیم نہوان کے سخت مخالف
 ہیں اگر آپ اس اسکول کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں تو یہ اسکول
 جلد ترقی کر سکتا ہے۔ مدرسہ کو قائم ہوئے پانچ چھ ماہ گزر چکے
 تھے اور صرف پانچ لڑکیاں تھیں۔ انسپکٹرس صاحبہ کی تحریک سے
 متاثر ہو کر آپ تائید پر آمادہ ہو گئیں۔ اور سب سے پہلا کام یہ کیا
 کہ اپنے مکان کے برابر والی ایک وسیع عمارت میں مدرسہ منتقل
 کرایا تاکہ آمد و رفت کا ہر وقت موقع ملتا رہے پھر دونوں لڑکیوں
 کو داخل کرادیا اس کے بعد مقامی خیر فاعلی خواتین سے ملاقاتوں کے
 سلسلہ شروع کر دیا۔ سب کو ایک ایک کر کے اسکول میں لائیں اور تالیف

ملایا پردہ کے انتظامات دکھلائے اس طرح بہت سی خواتین کو ہم خیال کر کے اون کی لڑکیوں کو اسکول میں داخل کر دیا۔ چونکہ اسکول میں قرآن شریف اور دینیات کا کوئی انتظام نہ تھا اور مقامی مسلمانوں کو اعتراض تھا وہاں کی میونسپلٹی سے تحریک کر کے معلمہ کیلئے دس روپیہ ماہیہ مستقل گرانٹ منظور کرایا۔ چنانچہ ایک معلمہ قرآن شریف اور دینیات کیلئے مقرر ہو گئی۔ اب لڑکیوں کی تعداد بڑھنا شروع ہوئی پھر آپ کے شوہر نے اپنے دوستوں سے اور اپنے اپنے ملنے والیوں سے اسکول کے لئے قریب ایک ہزار کے چندہ کیا۔ جس سے تین نہایت خوبصورت پردہ دار ہاتھ گاڑیاں لڑکیوں کو مدرسہ لانے لیجانے کے واسطے بنوائیں اور مدرسہ کی عمارت میں پردہ کا پورا انتظام کیا۔ ابتداً سرکار سے مقرر دو کھاروں کی منظوری ایک ڈولی کے لئے تھی۔ جب طالبات کی تعداد بڑھی تو آپ نے پہلے دو اور پھر چار کھار زائد اپنی طرف سے مقرر کئے جس کی تنخواہ چندہ سے دی جاتی تھی۔ جب تعداد سوتک ہو گئی نو سرکار سے بجائے دو کے چھ کھاروں کی منظوری ہو گئی۔ خوش قسمتی سے اسکول کی ہیڈ معلمہ نارمل پاس یعنی تربیت یافتہ تھیں۔ اون کی جتنی بڑی بہن لائق خاتون تھیں مگر اون کے پاس تعلیمی سند نہ تھی لہذا وہ سرکار کا اسکول میں ملازم نہ ہو سکتی تھیں آپ کے کہنے سننے سے خاں صاحب نے

آہستہ آہستہ ان کو پردہ یقیں سلیم دی جس کے بعد وہ ڈل کامیاب ہو کر اسکول میں ملازم ہو گئیں۔

سینے پر رونے، کاجوب۔ کیشہ کاری۔ کردشیا وغیرہ یہ دونو بہنیں طاق بھتیں۔ مدرسہ میں ان کے علاوہ رفتہ رفتہ دو اور علمائیا مقرر ہو گئیں۔ آپ کی لڑکیوں نے تین سال اس اسکول میں تعلیم پائی۔ جولائی ۱۹۲۲ء میں شاہجہانپور چھوڑا تھا اس وقت یہ اسکول نہایت کامیاب حالت میں تھا۔ مقامی مسلمانوں کی سردہری نے طالبات کی تعداد کم کر دی ہے۔

چونکہ زنانہ اسکول کی تائید کے سلسلہ میں بہت سی خواتین سے ملاقات ہو چکی تھی اس لئے زیادہ تر تو اسکول کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے نیز تبلیغ فذ میں مدد دینے کی غرض سے شاہجہانپور میں خواتین کی ایک انجمن قائم کی تھی جن کے عہدہ سکریٹری کی ذمہ داری خود آپ نے اپنے پرلی۔ یہ انجمن ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء کو قائم ہوئی۔ انجمن کے قیام پر سب سے پہلی انجمن کے عنوان سے مولوی سید قمار علی صاحب منچر رسالہ تہذیب نسوان لاہور نے ۲۸ نومبر ۱۹۲۵ء کے رسالہ میں بہت مسرت کا اظہار کیا ہے اور امید ظاہر کی تھی کہ دوسرے شہروں میں بھی ایسی انجمنیں قائم ہوں گی۔ انجمن کے مامور جلسے ہوتے تھے اور جو کچھ

۳۶
 باہمی میل جول رہتا تھا۔ تفریح کے علاوہ جلسہ میں کچھ نہ کچھ مفید کام سوا کرتا تھا۔ اس انجمن میں خواتین کا سب سے پہلا مشترک تبلیغ فنڈ قائم ہوا۔ نیم صحر تہذیب نسواں کی معرفت سینکڑوں روپیہ مرکزی تبلیغ فنڈ کو بھیجا گیا اس کے بعد زنانہ انجمنوں کے قیام کا سلسلہ ہندوستان میں براہِ جاری ہو گیا۔ بریلی، کلکتہ، نور، رٹکی، کراچی، لاہور میں اس وقت انجمنیں قائم ہیں جب آپ بریلی آئیں تو یہاں کی خواتین نے اپنی انجمن کے صدارت کا اعزاز ان کو بخشا۔ چنانچہ ماہوار جلسوں میں آپ یہ خدمت برابر انجام دیر ہی ہیں۔

کئی سال سے لاہور اور امرتسر کے زنانہ رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ دوزجہاں، اور سہیلی میں مضامین کی تعداد محدود رہی ہے البتہ تہذیب نسواں میں ہر سال میں پچیس کے اوسط سے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ چنانچہ سب نامہ نگاروں سے زیادہ مضامین لکھنے کے صلہ میں تہذیب نسواں، نے دوبارہ آپ کو اول نمبر کا انعام دیا ہے۔ اور کئی بار دوسرا، تیسرا، آپ کے مضامین عموماً، تعلیم نسواں کی حمایت خواتین کی معاشرتی اصلاح۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں ملک موارید کے عنوان سے آپ نے بہت سے تاریخی مضامین شائع کئے ہیں ۱۹۲۷ء میں ”منگیترے خط و کتابت“ کی تصنیف

کافی حصہ لیا ہے۔ نیچر تہذیب بنوان آپ کی قابلیت کے معترف میں
جنوری ۱۹۳۷ء کے پرچہ ہندیب میں مولوی ممتاز علی صاحب ان الفاظ
میں آپ کی لیاقت کا اعتراف فرماتے ہیں۔

”محترمہ خدیجہ الکعبہ صاحبہ نے نہایت سلجھا ہوا ذوق
پایا ہے انداز تحریر میں ایک خوشگوار بے تکلفی ہے اور
ہر موضوع کا نہایت خوبی سے تجزیہ کر کے اپنے دلائل کو
پڑھنے والے کے ذہن نشین کرتی ہیں۔“

آپ مسلمان خواتین میں ہندوستان کے مروجہ پردہ کے حامی نہیں
ہیں بلکہ انہیں بہت کچھ تخفیف اور ترمیم کی ضرورت سمجھتی ہیں آپ کی رائے
ہے کہ ”ہندوستان میں پردہ شعار اسلامی کے حیثیت سے قائم دراج نہیں
ہے تیامخ سے ثابت ہے کہ پردہ ہندوستان میں قدیم سے رائج چلا آتا
ہے اور اس میں جس قدر شدت ہوئی وہ مقامی حالات کے زیر اثر
ہوئی لہذا پردہ کی اصلاح مذہبی احکام کے حوالوں سے ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ
جوں جوں تعلیم کی ترقی ہوگی مردوں اور عورتوں کے معاشرت میں اصلاح
ہوگی، مردوں کے اخلاق درست ہوں گے اور وہ عورت کی عزت
کرنا سیکھیں گے۔ پردہ میں خود تخفیف ہوتی چلی جائیگی افغانستان کی
ملکہ شریجہ تک ہندوستان میں نہیں پردہ میں رہیں یورپ پہنچ کر بے نقاب

ہو گئیں مطلب صاف ہے کہ پردہ کا دار و مدار ملک کی حالت پر ہے۔
ذیل کا مضمون آپ کی وسیع تجربہ کا اعلان کر رہا ہے۔

بچوں کو تعلیم کی مغرب و شرق

مغربی ممالک میں مدت دراز سے کوششوں کا سلسلہ جاری ہے کہ
تعلیم کے طریقوں کو اس قدر دلچسپ اور دلانیز بنایا جائے کہ بچوں کی
تعلیم سے وحشت ہونے کے بجائے رغبت پیدا ہو اور پچھے تعلیم سے
بھاگنے کے بجائے اس کو کھیل سمجھ کر حصول تعلیم میں مشغول رہیں چنانچہ
مشہور و معروف طریقہ تعلیم جو ”کنڈرگارٹن“ کے نام سے موسوم ہے
اور جرمنی میں ایجاد ہوا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے ”کنڈرگارٹن“ کے
لفظی معنی ہیں بچوں کا باغ“ یعنی جس طرح باغ تفریح کی جگہ ہوتی ہو اسی طرح
جس دنگاہ میں یہ طریقہ رائج ہے وہ بھی بچوں کے لئے باغ کی مانند گشت
ہوتی ہے۔

اس قسم کے آسان اور دلکش طریقے اب رفتہ رفتہ ہندوستان کے
مدرسوں میں بھی کھیل کہیں رواج پا رہے ہیں مگر مکمل یہ ہے کہ بچوں کی میں
بہنیں جو کہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں اس لئے ان طریقوں سے نفع نہیں پہنچا سکتیں۔

۳۹
 جب ہمارے بچے اسکولوں میں داخل کئے جاتے ہیں انکی وہ عمر گزر چکی
 ہوتی ہے جس عمر میں دلچسپ طریقوں سے بچوں کے دلوں میں حصول تعلیم
 کا شوق پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ گھروں پر ماؤں بہنوں کے تعلیمی
 نہ ہونے کے وجہ سے وہ طریقے کام میں نہیں لائے جاسکتے۔
 ہمارے ملک میں بیشتر بیت بازی پہیلیاں، چیتاں اور متے
 بچوں سے دریافت کرنے کا رواج بھی تحصیل علم کی ترغیب اور بچوں
 کو غور و فکر کی عادت پیدا کرنے کی غرض سے تھا مگر ان تدریسوں سے
 بچوں کو غور کرنے کی عادت تو پڑتی تھی لیکن قوت مشاہدہ کی شش کا بالکل
 موقعہ نہیں ملتا تھا اور انسان کی سب قوتوں میں سب سے زیادہ کار آمد
 اور سب سے زیادہ مفید قوت مشاہدہ ہی ہے جس کی شش کا ہمارے
 بچوں کو بالکل موقعہ ہی نہیں ملتا اور پھر بڑی عمر میں یہ قوت عموماً ضائع
 رہتی ہے۔ بچوں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ بجائے چپ چاپ
 خلی بیٹھے رہنے کے یا صرف کچھ سنتے رہنے کے اپنے ہاتھوں سے
 کچھ نہ کچھ کرتے رہتا اور کسی نہ کسی شغل میں مصروف رہنا زیادہ پسند کرتے
 ہیں چنانچہ جلد سے طریقہ ہائے تعلیم میں اسی اصول کو مدنظر رکھا جاتا
 کہ دوران تعلیم میں بچے کے خود اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ کچھ کرتے رہیں پورے
 اعلیٰ امر کیلئے مخصوص تعلیمی طریقوں کو سیکھ کر کام میں لانا دیر طلب ہے

۴۰
اور بعض طریقوں میں روپیہ بھی زیادہ خرچ کرنا پڑتا ہے میرا قصدا سوت
یہ ظاہر کرتا ہے کہ جو ایسے تھوڑی بہت تعلیم یافتہ ہیں اور اسکول کے نصا
تعلیم سے واقف ہیں وہ بھی اگر چاہیں تو تھوڑی سی توجہ سے بچوں
بہت کچھ سکھلا سکتی ہیں۔ اسی طرح رقتیں اور ہند سے سکھانے کے بھی
آسان ترکیبیں بتائی جاسکتی ہیں۔

میرے ایک چار سالہ بچہ کو ایک میم صاحبہ نے ہدیہ کے طور پر
انگریزی چھوٹے بڑے حروف تہجی اور ہند سے سکھانے کا جو بی کبس دیا
تھا جس میں ایک ایک انچہ کے لمبے چوڑے اور اونچے لکڑے کے
خوبصورت ٹکڑے تھے۔ ہر ہر ٹکڑے کے چھ رخوں پر نظر فریب تصویر
حروف اور ہند سے چھپے ہوئے تھے۔ تین چار دن میں بچے کو سب
حروف اور ہند سے یاد ہو گئے چھوٹی عمر کے بچوں کو سانس یعنی علم
کے موٹے موٹے اصول بہت آسانی سے سکھائے جاسکتے ہیں اور بچے
اون کے یکھنے میں بڑا شوق ظاہر کرتے ہیں۔ میں اپنا مطلب مثالوں
سے واضح کرتی ہوں۔ جس سے معلوم ہو گا کہ بچے کس طرح کام میں بھی
مشغول رہ سکتے ہیں اور خود بخود علم بھی حاصل کر سکتے ہیں مثلاً بچہ کو
ایک مٹی کی رکابی پر جھلی ٹرنے کو کہو وہ مڑھ لیتا ہے اور سکھا دیتا ہے
اب چھوٹا سا دھڑا بن گیا۔ بچہ جب اس سے خوب کھیل چکے تب اس سے

ہو کہ اسے آگ کے سامنے خوب سینکے۔ تھوڑی دیر آگ کے سامنے رہنے سے وہ
بھٹ جائیگا مکن ہے کہ بچہ ڈر بھی جائے۔ یا اسے افسوس ہو لیکن اس کا کچھ
مضائقہ نہیں۔ ضرورت ہو تو ایسا کھل پھرن سکتا ہے۔ اسی بچہ کو چاہیے میں پتی
ہوئی روٹی (پھلکا) دکھلاؤ پھر اس سے کہو کہ تانبے کی جھوٹی گھڑیا پانی سے باب
بھر کر چاہے پر رکھے اور نیچے آگ سلگائے۔ تھوڑی دیر میں پانی جھلک جھلک
گھڑیا سے نیچے کرنے لگیگا۔ پھر چائے کا پانی جوش کھاتے وقت سہارا کا ڈھکن
تھر تھرتھرتے اس بچہ کو دکھاؤ۔ پھر ایک لوہے یا تانبے یا تل کی اتنی بڑی گولی
بچہ کو دو جو لوہے کے تار کے چھل میں سے چھل کو رگڑتی ہوئی پار ہو جائے بچہ سے کہو کہ
گولی خوب گرم کرے اب چھل کو دستپناہ کے بیچ میں تھام کر بچہ سے کہو کہ گرم گولی
دوسرے دستپناہ کے مدد سے اس چھل میں سے نکالے مگر ہرگز اس چھل میں
وہ نہ نخل سیکیگی۔ اگر بچہ نے لوہار کو لکڑی کے پیسہ پر لوہے کی ہال چڑھاتے دیکھا
ہو تو ہال کو اپلوں کی آگ سے گرم کر نیکی مذہب کے طرف توجہ دلاؤ اگر بچہ نے تانگہ
یا یکہ میں سفر کیا ہے تو اس سے وہ واقعہ یاد دلاؤ کہ تانگہ والے نے آدھارا تے طے کر نیکی
بعد تالاب یا ندی پر گھوڑوں کو پانی پلایا تھا اور بالٹی بھر بھر کر پیوے پر
پانی ڈالا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ساتھ ہی ساتھ ہر موقع پر بچوں سے سوال کرتے ہو
کہ ایسا کیوں ہوا۔ عقلند ماں یا بہن کے سوالات پر رفتہ رفتہ بچہ خود بتا سکیگا کہ
گرمی پانی سے خیریں بڑھتی اور پھلتی ہیں۔ علم طبیعات کا یہ مشہور اصول ہے اس طرح

لائی برف کی قلعی بچہ کو کھول کر دکھلاؤ اوسیں ہمیشہ گڑھا پڑا ہوا ہوتا ہے۔ دودھ کی
 دیکھی میں دودھ ٹھنڈا ہوا جانے کے بعد دودھ کی سطح نیچے کو بیٹھ جاتی ہے۔ گرم
 لوہے کی گولی کو پانی سے ٹھنڈا کر کے پھر پھلے میں سے نکلاؤ۔ فوراً نکل جاوے گی
 لوہے کی دو فٹ بھر کی برابر کی سلاخیں ایک کو گرم کر کے سنخ کر لو۔
 دونوں کو زمین پر رکھو۔ گرم سلاخ زیادہ لمبی ہوگی مگر پانی سے بچھاؤ پھر دونوں سلاخیں
 برابر ہوا دیکھی۔ دوسرے وغیرہ۔ بچہ موزوں سوالات کے جواب میں اپنے ٹوٹے
 بھولے الفاظ میں خود یہ قاعدہ بتا دیگا کہ سرد سے چیزیں سکڑتی ہیں۔ علم
 بطبیعات کا دوسرا اہم قاعدہ ہے۔ ان دو قاعدوں کے معلوم ہو جائیکے بعد ان
 قاعدوں کے ماتحت بے شمار دلچسپ سوالات بچوں سے کہنے جاسکتے ہیں جن سے
 نہ صرف بچوں کی معلومات میں مفید اضافہ ہوگا بلکہ ان کو نئی نئی باتیں معلوم کرسکا
 اور اپنی قوت مشاہدہ کام میں لانے کا چمکا پڑ جائیگا۔



زہرا سکیم فیضی

بنت جس فیضی۔ آپ کے اجداد یعنی اہل میں حکمران بدر کے ہمراہ
ہندوستان تشریف لائے اور شہر کنایت صوبہ گجرات اضلاع بمبئی میں سکونت
اختیار کی پھر رفتہ رفتہ اور بزرگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا لیکن عرب سے سلسلہ
نسب منقطع نہ ہوا اسلئے یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ہنوز رگوں میں عربی خون دوڑ رہا ہے
چونکہ آپ کے والدین ایک ہی اجداد کے نام لیوا تھے اور باہمی تعلقات سے یہ رشتہ اور
بھی مستحکم ہوا گیا۔

آپ کا نہنہال ہمیشہ علم و کمال میں مصروف رہا ہے اور لڑکوں کی تعلیم کیا
لڑکیوں کی تعلیم سے غفلت نہیں برتی گئی اور اوہ نہیں اتنی تعلیم دلا دی جاتی تھی کہ
اپنے کاروبار انجام دے سکیں اور یہ زبان ہندوستان کی دیرینہ سکونت کے سبب
گہرائی ہوتی تھی۔ پھر ضرورت زمانہ اور وسائل معیشت نے آپ لوگوں کو بمبئی کی
مستقل سکونت پر مجبور کیا۔ جسکو بالکل اپنا وطن کہہ سکتے ہیں اسلئے آپ ہندوستانی

ہو گئیں۔ بیٹی جیسا مقام جہاں گجراتی۔ مرٹھی۔ انگریزی سے مخلوط اردو زبان بولی جاتی ہے وہاں صبح لہو دو آچکے یہاں بولی جانا تعجب سے خالی نہیں۔ لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ مغرب بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔ اسلئے اہل زبان سے اردو بولنے اور سننے کے اکثر و بیشتر مواقع ملتے رہے پھر توفیر رفتہ آچکے بزرگوں نے گجراتی کو خیر باد کہہ دیا اور اردو نے خود بخود اپنی جگہ بحال لی۔ آچکے بزرگ اس نکتہ کو خوب سمجھ چکے تھے کہ رفتار زمانہ کا خیال کر کے اپنی زندگیوں کو مرتب اور شاندار بنانا چاہیے۔ ادبی اسوقت تک مگن نہیں جب تک کہ اپنی بیویوں کو بھی ایسے برابر کا شریک و ہم سفر بنایا جائے یہی وہ گرہ ہے کہ جس سے زندگیاں حقیقی طور پر مرتب ہو سکتی ہیں اور لوگیاں علم و عمل سے آراستہ۔

آپ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے پائیں جو خود بھی تعلیم یافتہ اور زائر شاہ خاتون تھیں۔ پھر استادوں سے ۱۲ برس کے سن تک دینیات۔ عربی۔ فارسی اردو۔ پرکافی دسترس حاصل کر لی چونکہ اس زمانہ میں آچکے یہاں پردہ کا نیا عینہ تھا اسلئے کچھ دنوں کے بعد تعلیمی سلسلہ موقوف رہا اور آپ کی عربی تعلیم صرف و نحو تک پہنچ کر ادموری رہ گئی۔ ۱۳ سال کے سن میں آپ نے ایک کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا۔ انگریزی اپنے مذاق کے تحت گھر ہی پر سیکھ لی اور مطالعہ نے اسیں بہت کچھ معاونت کی۔ جب تعلیم سے فرصت ملی تو آپ کی شادی ہو گئی۔ لیکن بہت جلد اپنے رفیق حیات سے دائمی اسفاقت ہو گئی یہ کہن نزل آپ نے صبر و استقامت

کے ساتھ علمی اشغال میں ملے کی اور اپنے طبقہ کی فلاح و بہبودی میں بدرجہ کمال سعی
 لینے لگیں۔ چنانچہ زمانہ کالج علیگڑھ کو ابتدائی چندہ فراہم کرنے میں شیخ عبدالرشید
 کا بہت کچھ ہاتھ بٹایا ہے۔ آپ کئی کتابوں کی مصنفہ اور مولفہ ہیں۔ مختلف پرچہ نویں
 صفائیں سنجاری کی اور یہ علمی مشلا ابھی تک جاری ہے۔ ملک میں عزت و وقعت
 کی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں۔ چین۔ جاپان۔ امریکہ۔ سوئٹزرلینڈ۔ پیرس
 لندن۔ قسطنطنیہ وغیرہ کی بھی سیاحت کر چکی ہیں۔ ہندوستان کا چہرہ چہرہ آپ کا
 دیکھا ہوا ہے اور جہاں جہاں آپ تشریف لے گئیں وہاں کے سفرنامے لکھے ہیں
 محض تعلیمی جذبات سے متاثر ہو کر دو زمانہ مدرسوں میں تعلیمی کام بھی انجام دیا ہے
 چونکہ آپ کے والد کا کاروباری سلسلہ چالیس سال تک قسطنطنیہ سے
 رہا ہے اور آپ کو وہاں جاسیکا اتفاق ہوتا رہا اور زمانہ قیام میں آپ نے
 ترکی زبان سے بھی واقفیت پیدا کر لی اپنے کتبہ میں اردو کے اشعار شائع
 کیلئے ایک انجمن بزم فصاحت کی بنیاد ڈالی تھی جہاں لکھنؤ سے ہر ہفتہ ایک
 خاتون آتی رہیں اور انجمن خوب کامیاب رہی۔ آپ نہایت اچھی اردو لکھتی
 ہیں ہمیں کی آب و ہوا کا آپ کی اردو پر مطلق اثر نہیں ہوا۔

۱۹۶۸ء میں جب سب سے پہلی مرتبہ مسلم لیڈر کا کانفرنس کا اجلاس
 ہوا تھا اس کی پریذیڈنٹ آپ ہی منتخب ہوئی تھیں کچھ سالوں تک کانفرنس میں
 خاموشی رہی۔ دوبارہ بیگم صاحبہ بھوپال کی صدارت میں اس کا فروغ ہوا۔

جو بلی علیگڑھ کے موقع پر اسکا اجلاس ہوا تو دوبارہ کرسی صدارت کو آپ ہی نے سونپ دیا۔ آج کل گھر پر بھی برادری کی لڑکیوں کو زیور علم سے سوار کرنے میں آپ بہترین مصروف ہیں آپ کے تمام اوقات کا حصہ علمی مشغول میں بسر ہوتا ہے۔ آپ کی قابلیت کا اعتراف بارہ مولانا شبلی مرحوم مولانا راشد الغیری مولانا ممتاز علی جیسے بزرگ کر چکے ہیں بہت کم تعلیم یافتہ بیباں ہو چکی جنہوں نے محترمہ کا نام نہ سنا ہو۔ غرض آج کل آپ کا سب سے زیادہ دلچسپ اور پسندیدہ مشغلہ دور دراز کے دراندہ بہنوں سے مراسلت کرنا اور انہیں ان کے معائب میں صاحب موثرہ دنیا اور دلے۔ درے اور کئی مالی اعانت کر کے ان کی زندگیوں کو خوشگوار بنانا ہے۔ گویا آپ مجسمہ علم و رحم و کرم ہیں۔

صحت و قوت ارادی

حفظ ما تقدم کا اگر خیال رکھا جائے تو ان تمام تکلیفوں میں تخفیف ہو سکتی ہے بلکہ میں یہاں تک کہہ سکتی ہوں کہ انسان اپنی اندرونی قوت کو استعمال کر نیکی طاعت پیدا کرے تو امر من اور حکم دور بہا گیس گئے یعنی ارادہ دلی اس قدر بڑی قوت ہے کہ جس کا بیان مجھے ایک حد تک تحریر نہ ہو سکے گا البتہ زبانی سمجھا سکتی ہوں۔ یہ قوت کامل توجہ سے پوری طرح زیر ہو سکتی ہے اس اندرونی طاقت پر قدیم زمانے میں عذار سیدہ اور معرفت کے شگفتہ اشخاص محض توجہ کی بدولت غالب آجاتے تھے اور ایسی قوت کو ناہنم لوگ کبھی کبار اتفاق سے دیکھ لیتے تو ظلم

یا سمجھتے تھے یا سن لیتے تھے تو حیرت سے انگلیاں دانتوں میں کپڑ لیتے تھے کہ فلاں
 فلاں شخص فوق الانسان ہے۔ ہم میں سے ہر بہن اس بے نظیر قوت کو بڑا ہستی میں
 یا اپنی لاپرواہی سے زائل کر کے بیکار کر دیتی ہیں کیونکہ ہر انسان میں یہ قوت موجود ہے
 صرف طریقہ استعمال سے نا آشنا ہیں۔ بیکار ہو جاتا اس زمانہ کا دستور اہل ہے اور اسی
 طریقہ میں دنیا گرفتار ہو رہی ہے۔ فی زمانہ ہر انسان دو خانہ بن کے معاملوں کے
 ہاتھوں اپنے کو سپرد کر دیتا ہے۔ خواہ بیماری ہو یا شبہ ہر حالت میں معالج بلوایا جاتا
 دوا ہی چھینک آئی عزیزوں کے اور اپنے جھکے چھوٹ گئے۔ قدیم زمانہ میں اکثر بچوں کو
 بزرگوں کی محبت میں چھوڑ دیتے تھے اور انکے زیر سایہ پرورش پاتے تھے جب بزرگ
 ان بچوں میں عجیب غریب قوتیں پیدا ہوتی تھیں، خوراک سوچ سمجھ کر اعتدال سے
 کھاتے تھے۔ انکے قوی مضبوط اور بیماریوں سے مبرا رہتے تھے اور اس زمانہ میں
 عمر لمبی کو پہونچنا صحت کے ساتھ آسان تھا کیونکہ احتیاط کے ساتھ لبر ہو جاتی
 تھی اور یہ بات تسلیم شدہ تھی کہ وہ بالکل کے لوگوں کی طرح عمر بھر رہتے نہ ہوتے
 اچھے تندرست رہتے تھے۔ اندرونی قوت کو بڑھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ
 ہمیشہ اپنے دل میں یہ خیال جما ہوا رکھیں اور اپنے آپ تنہائی میں کہیں کہ
 میں کبھی بیمار نہیں ہوؤں گی اور مجھے بیمار نہیں پڑنا بلکہ نہایت تندرستی سے
 تادم زلیت بسر کروں گی۔ اس طرح کھانے پینے بیٹھنے اٹھنے چلتے پھرتے سونے
 کیلئے یہ ہی ارادہ کریں اور ہر کام کے واسطے یہ عزم اپنے دل میں پورے

مہیاں کیساتھ کر کچھ سیسٹ بہت ہوں ہر وقت اپنے کو آادہ رکھیں تو اندر دنی تو
 بڑھتی رہیگی اور اسکا فائدہ تھوڑے عرصہ میں جا کر معلوم ہوگا۔ مثلی، مسفرہ، بتوں
 کی کثرت، سرکا درد، جھکی شکایت اکثر ہا کرتی ہے اسی قسم کی تکلیفیں اپنی قوت
 ارادی سے فوراً برطرف ہو سکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ پوری توجہ سے ان کے برطرف
 ہونے کی خواہش ہوتی رہی ورنہ کبھی فائدہ نہ ہوگا۔ تشخیص سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر
 بیماریاں باضمنہ کی خرابی سے ہوتی ہیں اور جب آنتوں پر ہضم نہ ہونیوالی تغیر
 خوراک کا بوجھ پڑتا ہے تب جا کر امراض کی تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں پس اسلئے تکالیف
 اگر جاری رہتی ہیں تو تمام جسم کی حالت رفتہ رفتہ بدل جائے گی دورانِ جنین
 رکاوٹ پیدا ہو کر طبیعت کا حال ناگفتہ بہ ہو جائیگا حالتِ صحت میں زیادہ ضروری
 ہے کہ اعتدال اور اعتدال برتی جائے۔ کھائیں مگر سمجھ سے نہ یہ کہ جو لپٹا یا غیر موزوں
 حد تک کھالیاں اور پیار ہو گئے ہمیشہ تھوڑی سے ہو کہ باقی ہو تب جا کر کھانے سے
 ہاتھ کینچ لیں۔ شکم سرگزنہ کھائیں۔ نہ دواؤں کے محتاج بنیں۔ جیسے جیسے
 بیماریاں لاحق ہوتی رہیں گی ویسے ویسے کمزوری اپنا تسلط کر لے گی اسلئے اپنے
 ارادہ دلی کو کام میں لیکر بیماریوں کو نزدیک نہ آنے دیں آنتوں کو صاف
 ستہرا رکھنے سے جہاں فی صحت کو بڑا فائدہ ملتا رہتا ہے اسکی ترکیب یہ ہے کہ
 صبح سویرے ایک کنوڑہ پانی بھر کے پیئیں رات کو سونے وقت بھی پیئیں۔ ان کے
 علاوہ دن میں ۲ کنوڑے پے پیئیں تاکہ آنتیں اچھی طرح دل جائیں انہیں سے
 آنتوں میں مہنم کرنے کی دقت پیدا ہو جائے گی۔



مؤید زادہ سکینہ فرخ سلطان ایم

جناب مؤید الاسلام سید جلال الدین احنسی ادبیر خیل امتین کی دوسری صاحبزادی ہوتی ہیں۔ آپ کے والد ماجد اصلاً ایرانی اور کاشان کے بڑے اعلیٰ مغز اور تاریخی خاندان سے ہیں۔ حسینی سید ہیں آپ کا شجرہ چرم گو سفند پر لکھا ہوا اب تک موجود ہے۔ آپ کی دادی صاحبہ خانم سلطان کاشان کی بڑی مغز اور محترم خاتون تھیں۔ جنہوں نے اپنے زمانہ میں تعلیمی امتیازات بہت کچھ حاصل کئے تھے اور علاوہ بریں نہایت خوش نویسی بھی تھیں۔

آپ کا جائے مولد شہر کلکتہ ہے۔ جب آپ کی عمر برس کی ہوئی اسی وقت سے تعلیم کا آغاز کر دیا گیا۔ ابتداً قرآن مجید۔ دینیات اور فارسی کی تعلیم دی گئی۔ اور فارسی کی پڑھائی کے لئے شیراز سے مسلم طلب کیا گیا تھا۔ انگریزی کی تعلیم، برس کی عمر سے شروع ہوئی جس کے لئے مختلف یورپین اتالیق رکھی گئیں۔ فرانسیسی زبان کی تحصیل کیلئے بھی

آپ کے والد نے ایک خاص فرنیسی اتالیق کا انتظام کیا اور علم سیتی اور مصوری کے واسطے بھی مختلف معلمین رکھے گئے۔

جس وقت آپ نے ریڈ کولیشن کو نہایت نمایاں امتیاز کیا تھا پاس کیا تھا۔ اس وقت آپ بہت ہی کم سن تھیں۔ اور یہ تعلیم اب تک گھر ہی پر یورپین اتالیقین اور ایرانی معلم کے زیر نگرانی ہوتی رہی تھی لیکن اس درجہ کمال پر پہنچنے کے بعد اتنی قابلیت کی کوئی اتالیق ملنا دشوار تھا۔ جو آپ کو اعلیٰ تعلیم کے واسطے آمادہ کر سکے اسلئے آپ کو دانش کالج کلکتہ میں جو لڑکیوں کی جدید ترین اور بہترین تعلیم کے لئے مخصوص ہے شریک کرادیا گیا۔ اور یہاں سے نمایاں طور پر اپنے انٹر میڈیٹ اور بی اے کے امتحانات کامیاب کئے۔ بی اے میں آپ کو خامکر زبان انگریزی میں فرسٹ کلاس آنرز ملا۔ گویا یہی وہ پہلا سال تھا جبکہ کسی لڑکی نے انگریزی میں فرسٹ کلاس آنرز پاس کیا اس سے قبل کسی کو یہ امتیاز حاصل نہ تھا بی اے کی تکمیل کے بعد آپ گھر ہی میں ایم اے فارسی کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہوئیں۔ اس امتحان میں بھی آپ تمام صوبہ بنگال میں اول آئیں اس سے پہلے یہ فخر کسی اور لڑکی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ جس کے لئے کلکتہ یونیورسٹی نے اپنا خاص طلائی تمغہ آپ کو عطا کیا۔ ایم اے کی تکمیل کے بعد آپ نے

قانونی امتحانات کی واسطے گھر میں خود بلا امداد کسی کے مطالعہ شروع کیا اور اب تک آپ قانون کے دو امتحانات دے چکے ہیں۔ دونوں کو بھی بنیظیر قابلیت کے ساتھ پاس کیا۔ گذشتہ اپریل ۱۹۲۷ء میں آپ نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا اور اس امتحان میں آپ تمام صوبہ بنگال میں دوم رہیں۔ صوبہ آسام۔ بنگال۔ بہار۔ اڑیسہ میں آپ ہی وہ پہلی مسلم خاتون ہیں۔ جنہوں نے ایم اے پاس کیا اور نیز تمام ہندوستان میں بھی آپ ہی وہ مسلم خاتون ہیں جنہوں نے قانونی امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اس علمی لیاقت اور فعالیت کے سوا آپ علم موسیقی۔ مصوری۔ نقاشی میں بھی یدِ طولی رکھتی ہیں اور متعدد یورپین زبانیں اور شرقی السنہ میں بھی کمال مہارت ہے فارسی۔ اردو۔ عربی۔ انگریزی۔ فرانسیسی بنگالی سب اچھی طرح جانتی ہیں آپ شمسہ زمانہ مدرّسہ کلکتہ کی افتخاری پرنسپال بھی ہیں۔ اور دوسرے زمانہ مدارس کلکتہ کو بھی ہر قسم کی امداد دیتی ہیں ترقی نسواں کی عموماً اور مسلمان لڑکیوں کی تعلیمی ترقی کے لئے خصوصاً باوجود اپنی کمسنی کے بچہ کو شاں رہتی ہیں۔ اور مختلف سوسائٹیوں۔ انجمنوں کی سہولت کی مہربان ہیں۔ اور اخبارات میں بوقتِ فرصت مقالات متعلق بہ بیہودہ حقوق نسواں لکھا کرتی ہیں۔

آپ نے طرزِ انشاء کے نمونہ کیلئے اپنا ایک معرکہ الآراء مضمون "اسلام آباد
 نذر" کے عنوان سے فارسی میں بھیجا ہے۔ لیکن ہم نمونہ آپ کے
 اس خط کا اردو ترجمہ شریک تذکرہ کو کرتے ہیں۔ جو آپ نے ہرجمئی ملکہ ثریا
 افغانستان کو سیاحت یورپ کے دوران میں لکھا تھا۔ جس کو مستام
 انگریزی اور اردو اخبارات نے نقل کیا ہے۔ ملحقہ سوال کے لئے آپ کا
 وجود سرمایہ افتخار ہے۔

علیہا حضرت! میں اپنی تمام ایرانی بہنوں کی جانب سے
 آپ کی تشریف آوری ایران پر تہ دل سے خیر مقدم کرتی
 ہوں۔ اور بعد ادب متمس ہوں کہ حضور والا حسب ذیل
 گزارشات کو الطاف شاہانہ سے کام لیکر بغور ملاحظہ
 فرمائیں تاکہ آپ کی سیاحت ایران کے دوران میں ایرانی
 خواتین کے دلوں میں سرگرمی عمل اور تزکیہ اخلاق کے

نئے جذبات پیدا ہوں۔

افغانستان میں عورتوں کی بیداری۔ جس دن سے علیہا حضرت نے
 اپنے شوہر نادر کے ساتھ افغانستان کی زمام حکومت اپنے ہاتھ نہیں
 لی وہاں علم و فضل کا سرچشمہ رواں ہو گیا اور افغانستان میں ترقی و تہذیب
 مدد و اوزارے صنفِ نازک پر اس طبع کھل گئے جس طبع ان کی ترکی اور دھڑکی

بہنوں پر کھلے ہوئے ہیں۔ آپ کی سہر دلغیزی کا راز یہ نہیں ہے کہ آپ ایک دولت مستقلہ کی ملکہ ہیں بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ نے تہذیب و مدنیت اسلام کی راہ میں شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ پہلے پیشوایاں مذہب تعلیمات اسلامی میں غلط نادیلیات کر کے عورتوں کو حقہ سرور کائنات کے عطا کردہ جائز حقوق سے محروم کرنا چاہا تھا لیکن آپ نے اسکا ازالہ فرما کر مقدس شارع اسلام کے مخالفین کو پیشہ کیلئے ساکت و ماست کر دیا۔

دخترانِ توحید اور رسم پرستی کی زنجیریں۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا اسلام میں نہ ایک آپ ہی ایسی خاتون ہیں جس نے دور حاضر میں رسم پرستی اور توہمات کی جھوٹی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دیا۔ کیوں کہ عرصہ دراز سے ہماری ترکی اور مصری بہنیں دخترانِ توحید کی ترقی کیلئے راستہ نشانہ کر رہی ہیں۔ لیکن یہ امر سلسلہ ہے کہ آپ اس وقت مشرق میں دنیا کی انسانیت کی روح رواں ہیں اور آپ بغیبِ رتو کی رہنمائی کیلئے جو کوشش فرمائیگی وہ دوروں کے مقابلہ میں غیر معمولی طور پر کامیاب ہوگی۔ عورتوں کے لئے دورِ جدید۔ مسلمانانِ مشرق بالخصوص وسط ایشیا کی تاریخ میں عورتوں کی فلاح و بہبود کیلئے آپ کا نام نامی رزین دوش میں لکھا جائے جس طرح آپ کے شوہر نادر نے وسط ایشیا کی

سلیج میں غیر فانی شہرت حاصل کر لی اسی طرح مشرقی خواتین کے بھی خواہوں کے زمرے میں آپ کو صف اول میں شامل ہوگی۔ میں آپ کے تمام مشرقی عقیدت مندوں کی جانب سے مودبانہ درخواست کرتی ہوں کہ آپ مراعات شاہانہ سے کام لیکر ایک موثر قائم فرمائیں جس کے اجلاس ہر سال کسی مشرقی ملک میں منعقد ہوں اور جہاں دنیا کے مشرق بالخصوص۔ ہندوستان۔ ایران۔ ترکی۔ افغانستان اور اگر ممکن ہو تو چین۔ جاپان کی خواتین کے باہمی تعلقات زیادہ مستحکم بنائے جائیں۔ مشرقی خواتین کی اس انجمن سے مسلمان بہنوں کے فلاح و بہبود میں بہت زیادہ مدد دینیگی!

قومی ترقی کا انحصار۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی قوم کی ترقی کا انحصار زیادہ صنف نازک کی ترقی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ترقی اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ عورتوں کو اعلیٰ تعلیم دے کر ان کے اخلاق کو بہتر نہ بنایا جائے اس وقت طبعی حضرت سے زیادہ کوئی اور مناسب و سودوں ہی نظر نہیں آتی جو قرض عظیم کو انجام دے سکے۔

ہمیں یقین ہے کہ سرکار عالیہ نے کسی ایسی انجمن کے قیام کے متعلق روس، ترکی، اور مصر کے دوران ریاحت میں کافی معلومات حاصل کر لی ہوں گی۔

افغانی طور پر مشرقی قوموں کا اجتماع۔ علیا حضرت کے مشرقی
 عقیدت مندوں کو آپ کے شوہر نامہ دار کا یہ شاہانہ وعدہ یاد ہے کہ
 اہل مشرق کو مغرب کی سطح پر لانے کیلئے ایک مشرقی انجمن قائم فرمائینگے
 اعلیٰ حضرت شہر یار افغانستان کی یہ شاہانہ امید اس وقت تک
 پوری ہونا دشوار ہے۔ جب تک مشرقی عورتیں بھی اپنے مردوں کی طرح
 قابل نہو جائیں اور صفات حسنہ سے متصف ہو کر مشاغل زندگی میں
 اپنے شوہروں کا ہاتھ نہ بنائیں۔



پاشا سکیم اسم اے علیگ

نواب محمد یار جنگ بہادر صوبہ دار و لطیفہ یاب سمت و رگل
 حیدر آباد دکن۔ حال اتالیق شاہزادگان ملہذاقبال کی بڑی صاحبزادی
 ہوتی ہیں۔ نواب صاحب۔ محدث اور علوم عربی و فارسی کے ماہر
 روشن خیال بزرگ ہیں۔ ملک میں نہایت وقعت کی نظروں سے
 دیکھے جاتے ہیں اپنے لڑکوں کو یورپ میں تعلیم دلوائی ہے آپکے
 بڑے فرزند صلاح الدین محمد یونس اکسفر ڈکے اسم اے بیار سٹر ہیں
 اور بی۔ سی۔ یل۔ کی اعزازی ڈگری رکھتے ہیں اور چھوٹے فرزند
 خیر الدین محمد اور یس کنگ کیسٹنڈنٹ ہیں۔ آپ کا آبائی وطن
 حیدر آباد دکن ہے۔ آج سے ۴۰ سال قبل حیدر آباد میں یہ عام بحث
 چھڑ گئی تھی کہ کالج کی پڑھائی لڑکیوں کے لئے پردہ کے ساتھ ممکن ہے
 لیکن آپ اسکے خلاف تھے لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کو لڑکوں کی تعلیم پر
 ترجیح دیتے تھے۔ کیوں کہ ماں جب تک تعلیم یافتہ نہ ہو۔ لڑکوں کی تعلیم

و تہذیب نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ اکثر لڑکے سن رشد تک پہنچ کر اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ابھی عالم لغویت تھا کہ سال ۱۹۱۹ء میں آپکی والدہ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا۔ دولڑکے اور دولڑکیاں پسماندہ چھوڑیں جن کے سرپرست ایک والدہ اور دوسری متشرع و پابند صومہ صلوٰۃ نانی رہ گئے۔ جو تعلیم و تربیت کے ذمہ دار قرار پائے۔ لڑکیوں کی عمر اسکول جانے کے قابل ہو چکی تھی۔ اور اپنی والدہ ہی کے زندگی میں ناپسلی کے زمانہ مدرسہ اعزہ میں شریک ہو چکی تھیں۔ فطرۃً آپ ذکی اور فریس تھیں۔ جس جماعت میں ترقی کرتیں ہیں سب میں اول رہتیں مس ایونس پرنسپل ایوروپین لیڈی اور دوسری استانیاں آپکو بہت عزیز رکھتی تھیں۔ جب محبوبہ گرل اسکول حیدرآباد میں قائم ہوا تو آپ کے والد کی خواہش ہوئی کہ اپنی لڑکیوں کو بھی وہاں شریک کرادیں۔ لیکن مس ایونس جن کو اس کا احساس تھا کہ انہیں لڑکیوں کی بدولت میرے اسکول میں اعلیٰ تعلیم کی داغ بیل پڑے گی آپ کے والد کے ارادہ کو پرسمانہ بیروں کے ساتھ رد کر دیا۔ کیوں کہ آپ کی دماغی قابلیت اچھی تھی۔ تحصیل علم کا شوق تھا۔ محنت اور مشغقت کی عادی تھیں۔ سحر خیز تھیں۔ نماز کے بعد پڑھنے لکھنے میں

معروف ہو جاتیں۔ دوسرے بھائی اور بہن بھی آپ ہی کے قدم پر قدم چلتے تھے۔ مس ایونس نے جب پردہ نشیں لڑکیوں کیلئے بورڈنگ ہوس کھولا تو آپ کی دلی خواہش تھی کہ اس میں شریک ہو کر مغربی معاشرہ و تہذیب سے مستمع ہوں لیکن آپ کی نانی نے جو پرانی وضع کی پابند تھیں یہ شرط کی کہ ”اگر میری رہائش کیلئے بھی مس صاحبہ وہاں ایک کمرہ کا انتظام کر دیں تو میں نجوشی لڑکیوں کو بورڈنگ میں کھونگی“ لیکن یہ شرط منظور نہ ہوئی اور آپ بورڈنگ میں شریک ہونے سے محروم رہ گئیں۔ لیکن یوں ہی مس ایونس کبھی ڈنر پر اور کبھی چائے پر مدعو کرتیں تاکہ انگلش گھریلو زندگی سے بے بہرہ نہ رہیں تعطیلات میں لڑکیاں اپنے والد کے مستقر پر جایا کرتی تھیں تو بعض اوقات مس ایونس بھی مہفتہ دو مہفتہ کیلئے اون کے ساتھ تفریحاً چلی جاتیں اسکول میں تقسیم الغامات کے جلسوں میں اکثر شک پیہ وغیرہ کے ڈرامے دکھلائے جاتے تھے۔ جس میں آپ نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ اور اور سپشن میں خاص جہارت رکھتی تھیں۔ آپ کی تعلیمی رفتار امید افزا تھی سالہ ۱۹۱۷ء میں ہائے اسکول کا امتحان اعلیٰ نمبروں کے ساتھ کامیاب کیا۔ سرٹیفکیٹ پر ڈاکٹر تعلیمات کے یہ الفاظ ہیں ”اس سند کے طالب علم کے بہترین اوصاف ظاہر ہوتے ہیں“ ہائے اسکول میں علاوہ

انگریزی۔ فارسی۔ اردو کے بغیر افیہ۔ تیانج خندہ۔ تیانج برطانیہ کمبری
 طبیعیات و ریاضیات آپ کے کورس میں شامل تھا۔ چونکہ بہترین تعلیم
 کی روٹ چکی تھی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ بے چین رہتی تھیں۔ لیکن
 زمانہ کالج ہونے سے بڑی دقت کا سامنا تھا۔ ایک مستقل مزاج مصمم
 ارادہ ہستی کو دنیا میں کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ آپ کے مسلسل
 تقاضوں سے کہ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کا گھر پر انتظام کیا جائے آپ کے
 والد نے پہلے مسز انگلر چیف انسپکٹر آف اسکولس اور پھر نظام کالج
 کے دو پروفیسروں مشر کوئی اور آغا محمد علی صاحب کو گراں معاوضہ پر
 مقرر کیا دونوں مکان پر آکر پس پردہ لکچر دیا کرتے تھے اقدس اعلیٰ نے
 تین سو روپیہ ماہانہ کا تعلیمی وظیفہ دونوں بہنوں کیلئے عطا فرمایا۔ اور
 آپ نے ۱۹۱۷ء میں مدراس یونیورسٹی کے امتحان انٹرمیڈیٹ میں
 کامیابی حاصل کی منطق اور زبان فارسی میں نمایاں نمبر پائیں۔ مدراس
 یونیورسٹی ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں مشکل ترین سمجھی جاتی ہے
 جس کے آگے لڑکے بھی ہمت ہار دیتے ہیں۔ لیکن دونوں لڑکیوں نے
 باوجود پردہ کی قید و بند کے امتحان میں کامیابی حاصل کی پھر ہی آپ
 کی تیاری شروع کی لیکن مشر کوئی نے انفلوئنزا سے انتقال کیا جو
 جنگ یورپ کے بعد جس کا عالمگیر اثر تھا انکی اچانک موت نے ایک

عصہ تک تعلیمی رفتاریں رکاوٹیں پیدا کر دیں۔

۱۹۱۹ء میں مشرداؤد خاں صوفی بیرسٹر لاہور کا عقد ہوا جو امراتوں کے سر پر آوردہ اور تنہا مسلمان بیرسٹر میں شادی کے بعد مشر موصوف نے سرکار نظام میں ڈسٹرکٹ جج کی خدمت منظور کر لی ہے اور حیدرآباد میں اقامت گزریں ہیں چونکہ آپ بھی تسلیم سوال کے حامی ہیں آپ کی خواہش ہوئی کہ اپنی رفیقہ حیات علیگڑھ کی گرائیوٹ بنیں۔ چونکہ خود بھی علیگڑھ کے اولڈ بوائے تھے سال ۱۹۱۲ء میں آپ علیگڑھ گئیں جبکہ آپ کے ساتھ آپ کے دو خرد سال بچے بھی تھے۔ استھان میں شریک ہوئیں اور دوسرے ڈویژن میں بی اے میں کامیاب ہو گئیں۔ شادی شدہ زندگی کے کثیر فرائض۔ دو معصوم بچی پرورش۔ بی اے کی تیاری نہایت اہم حالات تھے جو کچھ وقت ملتا اس کا ایک سکند غنیمت خیال کیا جاتا اور مطالعہ میں صرف ہوتا تھا علیگڑھ سے واپسی کے بعد آپ کی چھوٹی ہمیشہ شہنشاہ بیگم جو ایک نہایت ہوشیار شگفتہ مزاج نوجوان تھیں۔ جو محبوبہ گرل اسکول سے سیر کمیرج ہومزنگ فرسٹ ایڈ وغیرہ کے امتحانات میں کامیاب تھیں۔ جن کی شادی ہو کر تین سال ہوئے تھے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے ایف اے میں شریک تھیں انتقال کر گئیں چھکے تین روز بعد مرحوم کے کامیابی کی

خبر ملی۔ یہ حادثہ اس قدر المناک تھا کہ آپ کی صحت متاثر ہونے لگی غم غلط کرنے کی آپ نے یہ تدبیر سوچی کہ پھر تعلیم کی طرف توجہ کرنی چاہی آپ کو فارسی لٹریچر بالخصوص جدید فارسی سے زیادہ شغف تھا۔ اور آپ نے مایکس ہند کا انگریزی سے جدید فارسی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایم اے میں آپ نے ادبیات فارسی اور لٹریچر کو منتخب کیا اور آقا محمد علی داعی الاسلام پس پردہ کو جنگ کرتے رہے۔ ۱۹۲۷ء میں علیگڑھ جا کر شرکت کی اور کامیابی حاصل کی۔

سال گذشتہ حیدرآباد میں ایک انجمن تعلیم نسواں ترقی اور اصلاح کی غرض سے قائم ہوئی جس کے آپ اعزازی مسند ہیں۔ انجمن مذکور آل انڈیا ویمینس کانفرنس کے تحت کام کر رہی ہے۔ سال حال دہلی میں کانفرنس کا اجلاس بعدارت ہرمانیکل نواب سلطان جہاں بیگم بھوپال منعقد ہوا تھا۔ جس میں تمام ہندوستانی صوبجات اور دیسی ریاستوں سے نمائندے جمع ہوئے۔ حیدرآباد گونا سے یہی دس نمائندوں کا انتخاب ہوا جن میں سے ایک آپ بھی تھیں۔ آپ کو رفاہ عام کے کاموں سے زیادہ دلچسپی ہے اور اس دہن میں لگی رہتی ہیں کہ نسوانی طبقہ میں تعلیم نسواں کی برقی اسپرٹ ووز جائے۔ زیر تعلیم لڑکیوں کے تعلیمی مشکلات میں جو رکاوٹیں پیدا

ہوتی ہیں۔ اولن کے دفتیہ کیلئے آپ ہمیشہ آمادہ و تیار رہتی ہیں۔ ہمارے ملک کی خواتین کیلئے آپ کا وجود سرمایہ نازش و افتخار ہے۔

طرز انشا کے نمونے کیلئے آپ نے تیانج ہند کا فارسی ترجمہ اور اردو میں اپنی سہیلی کو سرال جانے کے بعد جو خط لکھا تھا اوس کی نقل بھیجی ہے ذیل میں ہم وہ دلچسپ خط شریک تذکرہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

۲۶۔ اگست ۱۹۱۹ء

امراؤتی کیمپ ار

پیارے بہن اسماء اللہ تعالیٰ! السلام علیکم۔ مودت نامہ نظر فرور ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ تقریب میں شریک کہونے کی معافی قابل سماعت نہیں۔ صرف عذر لنگ ہے خیر..... پانچ ماہ روا کے ٹھیک دس بجے سب سے رخصت ہو کر ہم محل صوبہ داری سے روانہ ہوئے۔ چند منٹ میں موڑ میں قاضی میٹھ کے اسٹیشن پر پہنچے۔ مشاقت کیلئے بڑی خالہ صاحبہ لڑکیوں کو ساتھ لیکر آئی تھیں۔ نہایت خاموشی کے ساتھ سب کے سب ریل کا انتظار رہے تھے۔ تقریباً گیارہ بجے دور سے ریل کی سیٹی سنائی دی۔ چند سکند میں ریل آن

موجود ہوئی لڑکیوں نے پھولوں کے بار تو پہنائے لیکن آبدیدہ ضرور تھیں سب سے گلے ملکر میں ریل میں سوار ہو گئی ریزورڈ کی پارمنٹ تھا ہم تین شخص تھے۔ مٹر صوفی میں اور میری آیا ہمیشہ سفر میں نہیں ساتھ رہا کرتی تھیں۔ دور دراز قبل بھائی یونس انگلستان جانے کی غرض سے جہاز پر سوار ہو چکے تھے۔ اوس کا بھی خیال ہوتا تھا۔ اسٹیشن پر سے دو ایک میگزین خرید لئے تھے۔ کبھی ان کے مطالعہ سے دل بہلائی ہتی کبھی کھیتوں کی طرف دیکھتی تھی۔ بارش کا موسم تھا۔ تمام کھل سبز ہی سبز نظر آتا تھا۔ ریل کی تیز رفتار کے ساتھ درخت دوڑتے معلوم ہوتے تھے اور پیچھے چھوٹے جاتے تھے۔ وطن دور ہوتا جاتا ہوتا پہاڑوں۔ درختوں پر یہ شعر کندہ نظر آتا تھا۔

گو منزل فی الدہ بالغبہ الفتی وخبیۃ ابدأ لاوّل منزلہ
ترجمہ۔ بہت سے ایسے مقام ہیں جن سے انسان کو دنیا میں محبت ہوتی ہے لیکن وہ پہلے مقام کیلئے ہمیشہ رویا کرتا ہے۔

سفر کی درازی سے وحشت ہونے لگی بمنہار کے اسٹیشن پر ٹرین کے ایک دوست کا تار ملا کہ ”بھوسا دل پر میں آب سے ملوں گا“ ہم نے رات کا کھانا کھایا۔ ذرا دیر بعد میں بستر پر لیٹ گئی۔ مجھ کو غنودگی سی آرہی تھی۔ مٹر صوفی دروازہ کے قریب کھڑے ہوئے اپنے دوست کا

انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور چاہتے تھے کہ اوپر کی
 برتھ کو پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں۔ دفعتاً برتھ جھکی بڑی زور کی آواز ہوئی
 اور تمام اسباب نیچے گر پڑا۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی چیر میرے
 سر پر گر رہی ہے۔ ایک دم اٹھ بیٹھی۔ دیکھتی کیا ہوں کہ فرش پر خون کا
 چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ مٹرمونی کے انگوٹھے میں ضرب آئی تھی اور خون
 کسی طرح تھمتا ہی نہیں۔ میں نے فوراً اپنا ریشمی رد مال تھنڈے پانی
 میں بھگوایا اور انگوٹھے پر لپیٹ دیا۔ تھوڑی دیر میں خون موقوف
 ہو گیا۔ صبح، بجے امراوٹی پہنچے۔ اسٹیشن پر بہت سے عزیز واقارب
 استقبال کے لئے موجود تھے۔ امراوٹی کی ہوا بہ نسبت حیدرآباد کے زیادہ
 تھنڈی ہے۔ بارش خوب ہوتی ہے۔ ہمارے مکان کے اطراف بہت
 بڑا کمپونڈ ہے۔ ایک طرف خاک کی باڈ لگی ہے۔ میرے کمروں میں روشنی
 بہت آتی ہے۔ تمام درجے کھلے رہتے ہیں۔ دن بھر تھنڈی ہوا چلتی
 رہتی ہے اس بجے مٹرمونی کورٹ چلے جاتے ہیں۔ اسکے بعد میرا وقت
 کسی کتاب کے مطالعہ اخبار بینی یا خط لکھنے میں گزرتا ہے۔ تقریباً ہر روز
 مجھ کو دیکھنے کیلئے مہمان آیا کرتے ہیں۔ شام کو باہر کے صحن میں کریاں لگی جاتی
 ہیں اور سب ہنستے ہیں۔ چاندنی رایت نہایت پر لطف ہوتی ہیں۔ ٹہلتے ہوئے
 دودھک میدان میں نکل جاتے ہیں۔ بعض فٹہ خرگوش جھاڑیوں میں دوڑتے
 ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضور النبی اکرم اے

بنت سید عبدالحفیظ صاحبِ وظیفہ یاب سپرنٹنڈنٹ ڈیوٹیز کلکشنر
برار ممالک متوسطہ۔ ڈل کلاس تک تعلیم اپنی والدہ سے پاتی رہیں۔
اور پھر باقاعدہ اسکول میں شریک ہوئیں سلسلہ میں ”ازابلاتھو برن
کالج“ سے جو لکھنؤ یونیورسٹی کی شاخ لٹو انیہ ہے۔ ایف اے کا
امتحان درجہ دوم میں کامیاب کیا۔ اس کامیابی کے صلہ میں سرکار
نظام سے آپ کو بی اے کی تعلیم کے لئے وظیفہ عطا ہوا۔ بی اے
کی جاعتوں میں ممتاز ترقی قابلِ تعریف رہی اور انگریزی مضمون نگاری
میں آپ نے نواب عماد الملک بہادر کا اول پرائز بھی حاصل کیا
سلسلہ میں بی اے بھی درجہ دوم میں کامیاب کیا اور سرکار نظام
نے ایم اے کی تعلیم کیلئے وظیفہ میں توسیع فرمائی۔ ایم اے سال
اول و دوم دونوں میں تمام یونیورسٹی میں اول آتے کی وجہ سے

یونیورسٹی کامرٹ اسکالرشپ اعزازی وظیفہ دو سال تک ملتا رہا
 ۱۹۲۵ء میں ایم اے بھی درجہ دوم میں کامیاب کر لیا ہے۔ اور سرکار
 نظام نے بی بی کی تعلیم کی غرض سے بہت وسیع وظیفہ آپ کو
 ”از اہل محو برن کالج“ بھیجنے کی منظوری صادر فرمائی ہے۔ آپ
 اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اب بھی صحیح معنوں میں ذوق تعلیم رکھتی
 ہیں۔ آپ مولوی ظہور علی صاحب بی اے۔ صدر مدرس رائل (جید آباد گون)
 کی ہمیشہ زادی ہوتی ہیں



بیکم سلطان بی

جناب مؤید الاسلام شہید جلال الدین الحسنی صاحب ادب و فضل و عبادت
 کی بڑی صاحبزادی ہوتی ہیں۔ شہر کلکتہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی تعلیم
 انگریزی اما لیتوں کے زیر نگرانی زیادہ تر مکان ہی میں ہوئی۔
 ۱۸ سال کے سن میں سنیر کیمبرج کا امتحان پاس کیا۔ جب آپ
 امتحان کے لئے تیار ہوئیں۔ اس وقت بہت ہی کم سن تھیں آپ کو
 یہ امتحان دینے کے لئے الہ آباد جانا پڑا کیوں کہ کلکتہ میں اس قدر
 کمسنی میں شرکت امتحان کی اجازت نہیں ملتی۔ سنیر کیمبرج پاس کر نیکیے
 بعد آپ وائس کا لچ کلکتہ میں داخل ہوئیں اور یہاں سے انٹر میڈیٹ
 اور بی اے میں صوبہ بنگال کی تمام لڑکیوں میں اول نمبریں جس کیلئے
 آپ کو دو متغے ووش چنرڈل اور شانتی مونی ڈل عطا ہوئے
 بی اے کا امتحان جب آپ نے دیا ہے اس وقت آپ ۱۸ سال کی

۶۸
 تھیں اس امتحان کے وقت کلکتہ یونیورسٹی کے کل طالب علموں میں
 آپ سب سے چوٹی تھیں۔ آپ صوبہ بنگال میں وہ پہلی مسلم خاتون
 تھیں۔ جنہوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا تھا یعنی صوبہ
 بنگال کی وہ پہلی مسلمان لیڈی گریجویٹ ہیں۔ بی اے کے بعد
 آپ نے قانون کے امتحان کے واسطے گھر ہی میں پڑھنا شروع
 کیا اور قانون کا پہلا امتحان دیا اور تمام صوبہ بنگال کے کامیاب
 سندھ میں آپ سب سے اول تھیں۔ چند سال سے آپ زمانہ مد
 شمسہ کلکتہ کی افتخاری پرنسپال تھیں۔ اس کے علاوہ بنگالی
 خواتین کو ووٹ ملنے کا حق حاصل کرنے کے متعلق آپ نے مسز ا
 سی۔ الن۔ اور مسز کو مود لین باسو کے ساتھ ملکر بہت کچھ کوششیں
 کیں اور متعدد جلیے اسکے لئے منعقد کئے اور مختلف لکچر دیئے۔

فروری ۱۹۲۳ء میں آپ کی شادی مسٹر امیر الدین ایم اے
 ایل ایل بی بیرسٹر اٹ لاسکن مدراس کے ساتھ ہوئی جو فی الحال
 ضلع گوداوری بمقام راجمندری کے ضلع وکشن جج ہیں۔ مدراس
 آنے بعد آپ نے مسلمان لڑکیوں کیلئے جبری ابتدائی تعلیم جاری
 کر نیکے متعلق بے حد سعی و کوشش کی۔ اس زمانہ میں مدراس کے
 مسلمان اس تجویز کے خلاف تھے۔ لیکن آپ نے بذریعہ پریس لوگوں کو

اس کے فوائد سمجھائے اور انکے ذریعہ تالیف قلوب کیا اور چند سال کی جدوجہد کے بعد بلدیہ مدد اس نے جبری ابتدائی تعلیم مسلمان لڑکوں کے لئے منظور کر لی ہے۔ جب آپ کے رفیق حیات کا تبادلہ راجمذری پر ہوا وہاں بھی ایک نئی حس پیدا ہو گئی۔ اور یہاں آتے ہی ایک لیڈی کلب قائم کیا اور اپنے مکان کا بیرونی حصہ اس کلب کے لئے دیدیا اسکے علاوہ مطلع گودادری میں دو تعلیمی کانفرنس منعقد کیں اور آپ ان دونوں کی صدر منتخب ہوئیں۔ یہ دونوں کانفرنس کامیاب رہیں۔ گودادری کی عورتوں کو اس سے پیشتر کسی کانفرنس دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان کانفرنسوں میں متعدد ڈلیکٹ منتخب ہوئے جو آل انڈیا ایجوکیشنل ریفارم کانفرنس بمقام دہلی شریک ہوئے۔

غرض آپ اپنے فرقہ کی فلاح و بہبودی میں ہمیشہ پیش پیش رہتی ہیں۔

نور النبیاء علیہ السلام

سنت عبد الحفیظ صاحب وظیفہ یاب سپرینڈنٹ ڈیویژنل کمنٹر
برادر ممالک متوسطہ میں پیدا ہوئیں، برخلاف رسم آپ کے
والد کو اولاد کو رسے زیادہ آپ کے تولد کی خوشی ہوئی۔ ابتدائی
تعلیم و تربیت جو درحقیقت تہذیب و اخلاق و کتابِ علم کی
بنیاد ہے اپنی لائق مال کے آغوش میں ہوئی جنہوں نے از حد
توجہ و کوشش سے باوجود امور خانہ داری کے مصروفیتوں کے
تعلیمی سلسلہ کو کسی موقع پر منقطع ہونے نہ دیا بلکہ اس تک والدہ
ہی آپ کی تعلیم کی کفیل رہیں۔ اسکے بعد مختلف مدارس مختلف مضامین
کے تعلیم دیتے رہے۔ آخر تیرہویں سال مدرسہ میں شریک کر دی
گئیں، اندکور سے آپ نے میٹرک کا امتحان کامیاب کیا سرکار نظام
تعلیمی وظیفہ تا کامیابی بی اے عطا ہوا اس شرط پر کہ بعد ختم تعلیم

۱۷
 پانچ سال تک ممالک محروسہ سرکار عالی میں ملازمت اختیار کجائے
 لہذا ایف اے کی تعلیم کے لئے آپ "ازابلاتھورن کالج" انگلینڈ
 میں شریک ہوئیں، آپ کے مضامین انگریزی، فارسی، جدید و قدیم
 تاریخ مع جغرافیہ تھے۔ ۱۹۲۱ء میں ایف اے کا امتحان کامیاب کیا
 اور بی اے میں آپ کے مضامین۔ انگریزی، فارسی، فلسفہ تھے
 ۱۹۲۳ء میں بی اے کا امتحان کامیاب کیا، اسی زمانہ میں مقابلہ
 مضمون نگاری انگریزی میں جس میں انگریز۔ ہندوستانی انگریز
 ہندوستانی طلباء مقابلے میں اول النعام حاصل کیا، یہ نواب
 عباد الملک بہادر کا النعام تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایف اے اور
 بی اے کیلئے دو النعام مقرر کئے تھے۔ عنوان خود انتخاب کر کے
 پروفیسروں کی رائے سے متفق ہو کر طلباء کو بھیجے تھے ابتداً سال
 تعلیمی ہی سے اس مضمون کی طیاری شروع کر دینی پڑتی تھی اسلئے
 کہ کسی کتاب میں مطالبہ کیلئے تجویز کیجاتی تھیں اور اختتام سال سے
 قبل مضامین متفرق یونیورسٹی مثلاً بنارس، الہ آباد کے
 پروفیسروں کو برائے تصحیح و تصفیہ بھیج دیے جاتے تھے ان اصناف
 کے تصفیہ سے کالج مذکور کے پروفیسر اتفاق کر کے نامزد کو النعام
 کا مستحق گردانتے تھے۔ آپ کا انتخاب کردہ مضمون "ہاسٹل روٹی بحیثیت"

۷۲
 ناولسٹ "تمہا اس مضمون کیلئے آپ کو اسکی تمام ناولوں کا مطالعہ
 کرنا پڑا۔ مختصر حالات زندگی بتانے کے بعد "ہارڈی" کی خوبیاں و
 خرابیاں بطور ناول نویس بتانی پڑیں اور ہر دور پر رائے زنی و نکتہ
 چینی کرنی پڑی یہ مضمون بہت طویل تھا، لال باغ کراچیل "نامی
 کالج کے رہا ہی میگزین میں اسکو بہ طرز اختصار شائع کیا گیا ممت
 انعام کے قابل گردانے جانے کے بعد نواب صاحب مرحوم کی
 خدمت میں روانہ کر دیا جاتا تھا، اسکے تقسیم انعام کا طریقہ یہ تھا کہ
 ایک باقاعدہ جلسہ منعقد ہوا اور سر ولیم ہارس گورنر ممالک متحدہ و
 امیر جامعہ لکھنؤ نے بحیثیت میر مجلس جلسہ فردا ہر ایک کو بلا کر
 چند کلمہ آفریں کہہ کر انعام عطا فرمایا اور آپکو بطور خاص مبارکباد دی
 یہ انعامات کا سلسلہ مرحوم کی زندگی تک برابر جاری رہا۔ آپ ہی
 وہ پہلی مسلم خاتون تھیں جنہوں نے یہ انعام حاصل کیا بعد فراغ امتحان
 آپ حیدرآباد میں آئیں اور یہاں فوراً آپکا تقرر مدرسہ محبوبہ میں کہ
 جو علی الخصوص امیر و اعلیٰ عہدہ دارونکی لڑکیوں کے لئے ہی کر دیا گیا
 اس مدرسہ میں آپ سے پہلے ہر چار قسم کے ترجمہ اردو سے انگریزی
 انگریزی سے اردو، فارسی سے انگریزی و انگریزی سے فارسی کا
 کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا اگرچہ کہ یہ مضمون کیمبرج کے امتحانات

کیلئے جو مدرسہ مذکورہ میں رائج ہیں تجویز شدہ ہے۔ ابتداً تین ماہ کیلئے
آپ منصرف رہیں، بعد ازاں علوم و السنہ مشرقیہ کی صدر معلمہ استعانتاً
ایک سال کیلئے مقرر ہوئیں، بعد اختتام سال کا رگزاری ہر طرح
سے تشفی بخش ثابت ہوئی تو مستقل کر دی گئیں، اگلے مدرسہ کی نماز کا
انتظام آپ کے ذمہ کر دیا گیا اگرچہ کہ آپ سے معمر استانیات مدرسہ
میں موجود تھیں، جس جائیداد پر آپ کا تقرر ہوا وہ قبل ازیں غیر گزٹڈ
تھی، آپ کے تقرر کے بعد آپ کے والد بزرگوار کی کوشش سے آپ کی
جائیداد گزٹڈ کر دی گئی مدرسہ کے اعلیٰ گریڈ میں جو کہ یورپین گریڈ کے
نام سے موسوم ہے۔ چند جائیدادیں یکے بعد دیگرے خالی ہو گئیں۔
اور ان تقرر طلب جائیدادوں پر ولایت سے استانیات مقرر ہوتی
رہیں۔ ہر موقع پر آپ کے والد نے آپ کو اعلیٰ گریڈ ملنے کی سعی و کوشش
کی۔ لیکن عرصہ دراز تک کامیابی نہیں ہوئی پھر اقدس و اعلیٰ نذیر گانگانی
کو معروضہ گزراں کر تمام دلائل و جواہات سمع ہا یونی تک پہنچائے گئے
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵ صفر ۱۳۳۷ھ کو ایک فرمان مبارک شائع
ہوا کہ بعد ختم ملازمت پرنسپل آپ کو بحیثیت پرنسپل آزمایا جائے۔
آپ کے دادا مولوی سید نور صاحب مرحوم گورنر مالک حوط
برار کے دفتر انشاء میں میرٹھی و صدر مترجم السنہ مشرقیات کے

۴۴
 عہدہ پر عرصہ دراز تک ممتاز رہے۔ آپ کے چچا جناب خان بہادر
 سید عبدالرحمن صاحب ڈپٹی کمشنر (ناظم ضلع) اکوڑ تھے، آپ کے نانا مولوی
 سید اسماعیل صاحب حیدرآباد میں ایک عرصہ تک مترجم رہے جنکے
 برادر نسبتی میجر عنایت علی خاں صاحب ایم۔ بی۔ سی ایچ۔ بی
 دو خانہ عثمانیہ حیدرآباد میں سول سرجن ہیں۔ آپ کے بڑے ماموں
 سید ظہور علی صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایں۔ درگل
 ہائی اسکول میں صدر مدرس ہیں۔ آپ کی کئی ایک بہنیں اور بھائی
 ہیں۔ جنکا حال آگے آئیگا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید عزیز الحفیظ
 نظام کالج حیدرآباد میں بی۔ اے کے سال دوم میں ہیں وہیں
 صبا الملوک اور بیگم اور خیر الملوک اور بیگم لکھنؤ کے ”اربابا متحورین“ کالج
 میں ایف۔ اے۔ اور دیگر کئی جامعات میں زیر تعلیم ہیں ماشاء اللہ
 اسوقت آپ سب سات بھائی بہن ہیں جو اعلیٰ تعلیم کے حصول
 میں جدوجہد فرما رہے ہیں۔ یہ تمام نتیجہ ہے آپ کے والد بزرگوار کے
 تعلیمی دیکھیوں کا جنہیں ہمیشہ یہ تمنا ہے کہ اولاد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو
 ہر والدین کو آپ کی تقلید کرنا چاہئے۔

صغیر اکبریم جیا

حیاتِ تخلص بہنت ڈاکٹر صفدر علی مرزا مرحوم سرحین افواج باقاعدہ
حیدر آباد کن۔ ڈاکٹر صاحب قوم کے ترک تھے۔ جن کے والد
نظام علیاں آصف جاہ ثانی کے عہد میں تجارتی ساماں لے کر
حیدر آباد آئے۔ اور ابن صاحب جد نواب مرزا فیاض علیاں مرحوم
کے شرکت میں شمشیر سازی کا ایک کارخانہ کوٹا سمندر میں قائم کیا
صغیر ہایلوں کے جد مادری قوم کے عجم تھے۔ آپ کی نانی بنی فاطمہ
کی اولاد سے ہیں۔

ابتدائی تعلیم اپنی والدہ مرحومہ سے پائی۔ بعض معلمین سے
درسی کتابیں ختم کیں اور زمانہ تعلیم گھر ہی میں ختم ہوا۔ ۱۹۰۶ء میں
آپ کی شادی ہوئی۔ ۱۹۰۶ء میں قومی خدمات کا شوق ہوا۔ زمانہ سکیل
جو اس وقت بھی قائم ہے اسکی بنیاد لیڈی واکر اور صغیر ہایلوں اور

چند یورو پیونوں نے ملکر ڈالی۔ ۱۹۱۲ء میں انجمن خواتین اسلام کی بنیاد مسز خدیو جنگ بہادر کی شرکت میں رکھی اور بہت کچھ مفید کام کئے جس کے تحت دو زمانے مدرسے کھولے۔ جس کو سرکار نظام سے دوسروں پر یہ ماہانہ امداد ملتی ہے ۱۹۱۳ء میں آپ کی تحریک پر مدرسہ صنعت و حرفت حیدرآباد میں ایک زمانہ اسٹور قائم کیا گیا جسکی آپ سکرٹری مقرر ہوئیں۔ اسی سنہ میں سندھ و تعلیم یافتہ خواتین نے "لیڈیز یونین" قائم کی اور آپ اسکی ممبر ہوئیں ۱۹۱۴ء میں بڑا مانہ قیام دہلی انجمن خواتین دہلی کی بنیاد ڈالی ہر ہائس بیگم صاحبہ پٹودی کو صدر انجمن منتخب کیا ۱۹۱۵ء میں حیدرآباد میں انجمن خواتین دکن قائم کی جسکی کمیٹی بار آپ صدر رہ چکی ہیں اس انجمن نے بہت سے عملی کام کئے جس کے مختلف محلوں میں سات زمانہ مدارس قائم ہیں ہر مدرسہ کو سرکار سے کچھ نہ کچھ امداد ملتی ہے۔ سالانہ جلسوں میں زمانہ دستکاری کی نمائش ہوتی ہے۔ ماہانہ جلسوں میں مفید مضامین پر تقریریں ہوا کرتی ہیں۔ غریب نادار لڑکیوں کی شادی معذور بواؤں کی امداد جس کے مقاصد ہیں ۱۹۲۱ء میں بمقام مدراس ایک انجمن بنوائی قائم کی ۱۹۱۱ء میں آل انڈیا لیڈیز کانفرنس بمبئی میں شریک ہوئیں اور پردہ مردوجہ کی اصلاح پر تقریر کی ۱۹۲۵ء میں پھر اسکے

۷۷
 طلبہ میں جو پونہ میں ہوا تھا شریک ہوئیں۔ ۱۹۲۷ء میں حیدرآباد کی جانب سے اس کانفرنس میں ڈیلیگیٹ مقرر ہوئیں۔ ۱۹۲۸ء سے ادبیات کا شوق ہوا جس کا مقصد ملک و قوم کی اصلاح تھا پہلے سال مضامین مختلف اخبارات و رسائل میں بھیجے۔ آپ کی پہلی تصنیف ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ مشیر نسواں، تحریر النساء، مجموعہ نضاح، سفینہ نجات، آواز غیب، سفرنامہ عراق، سیر بہار و بنگالہ، روزنامہ بھوپال دہلی و آگرہ۔ سفرنامہ پونہ، والیئر مارکس وغیرہ۔ (سیاحت جنوبی ہند) سیرنیل گیری مقالات صفحہ ۱۹۲۸ء آپ کی تعاریر کا مجموعہ ہے جسکو نجم الحسن اکبر آبادی نے چھپوایا ہے) سرگزشت ہاجرہ۔ سفرنامہ یورپ دو حصے۔ آپ مصنفہ ہیں۔

۱۹۱۹ء میں رسالہ النساء نکالنا شروع کیا۔ مضامین نویسی کے صلہ میں آپ نے کئی طلائی تمغے حاصل کئے۔ آل انڈیا نیوٹو کانفرنس نے بھی جو بمقام جنگ ۱۹۲۳ء میں ہوئی تھی۔ ادبی خدمات کے صلہ میں طلائی تمغہ دیا۔ نمائش بلخ عامہ منعقدہ ۱۹۲۳ء میں کارپردازان نمائش نے آپ کو بھی تمغہ دیا۔ ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد و ٹمکٹ بنگ کمیشن کی آئری ممبر منتخب ہوئیں۔ لندن کی انٹرنیشنل کانگریس آف ویل ایجوکیشن نے ۱۹۲۳ء میں جس کی شاخ انڈیا میں ہو جسکو

انڈین شیل کانفرنس آف انٹرنیشنل کانگریس آف رائل ایجوکیشنل کپتے
ہیں اس کا آپ کو اعزازی ممبر بنایا۔ ۱۹۲۲ء میں رائل ایسٹ انڈیا
سوسائٹی کی ممبر منتخب کی گئیں۔ ۱۹۰۶ء میں بمقام منوہر آباد ایک
پختہ مہال سرٹے تعمیر کرا دی ہے جس کا مادہ تاریخ سلطان العلماء
نواب نادر الملک مرحوم نے، صنم اسرا ہمیشہ آبادہ نکالا۔

۱۹۰۶ء میں زنانہ سوشل کے تحت ایک جلسہ علیگڑہ کالج کو
مالی امداد بھیجنے کیلئے منعقد کیا اور کافی تعداد میں چندہ بھجوا یا۔ ۱۹۰۹ء
کی قیامت خیز طغیانی رودھکوشی میں تباہ شدہ نفوس کو امداد دہی کی
غرض سے ایک جلسہ کیا اور کمیٹی قائم کی جسکی خازن سرحد بوجنگ
منتخب ہوئیں اور ہزاروں کی امداد کی جس میں طبوسات زلفہ تھا
علیگڑہ مسلم یونیورسٹی کو ۱۹۱۳ء میں امداد کی غرض سے
خواتین کا ایک جلسہ ترتیب دیا اور اسی سلسلہ میں جنگ بلقان جو
ترکیوں سے ہو رہی تھی بہت کچھ چندہ جمع کیا اور مولانا محمد علی صاحب
اڈنیر کامریڈ کو بھجوا یا۔ ۱۹۱۴ء میں بشیر باغ میں جلسہ کر کے خواجہ
کمال الدین صاحب کو ادنیٰ مشن کی امداد کے لئے ونگٹنگ انگلستان
چندہ بھجوا یا۔

۱۹۲۳ء میں تربت حیدری (ایران) میں محشر انگیز زلزلہ کو

جو چانس تلف ہوئیں اولن کے پیمانہ وں کیلئے خواتین سے چندہ
 فراہم کر کے ہر اسلینی مغز الدولہ تو نقل ایران متعینہ شملہ کو بھیج دیا
 میں سمرنا کی امداد کے لئے مستورات سے چندہ فراہم کر کے شیشہ چھوٹائی
 صد خلافت کے پاس روانہ کیا ۱۳۲۷ء میں رائٹ آزیل میٹر امیر علی
 کو خواتین سے چندہ فراہم کر کے مسلمانوں کا قبرستان بنانے کے لئے
 روانہ کیا۔ جب آپ یورپ جا رہی تھیں آپ کی تحریک پر عید الفطر
 کے موقع پر صاحبزادہ آفتاب احمد خالصاحب وغیرہ نے جہاز پر
 عید منائی اور بطور فطرہ کے مسلمانوں سے چندہ لیکر معذور ملاحوں
 کے لئے جہاز کے کپتان کو دیا۔ ۱۹۰۷ء میں عراق۔ بصرہ۔ بغداد
 نجف اشرف۔ کربلائے معلیٰ۔ سامرہ اور کچھ ایرانی حصہ کی سیاحت کی
 ۱۹۰۹ء میں دولت آباد ایلورا اور نگ آباد ۱۹۱۱ء میں بنارس
 مصطفیٰ پور۔ پٹنہ عظیم آباد۔ کلکتہ ۱۹۱۲ء میں پونہ۔ گلبرگہ۔ والیسر
 اسحق پٹن۔ مداس۔ ۱۹۱۳ء میں نیل گری۔ پانڈی بھری۔ ٹرویلور
 مایا دارم۔ ترچاپلی۔ مجورائی۔ پھوری۔ بھاکا پٹم۔ ناگور۔ کوڈاکتال۔ مدراس
 ۱۹۱۴ء میں کئی شہر فرانس۔ مدس۔ پیرس۔ ہولنڈ اور جرمنی
 سوئٹزرلینڈ اٹلی۔ انگلستان میں لندن۔ براٹن۔ ایٹ بورن
 کیمبرج واکسفورڈ دیکھا۔ زمانہ اقامت انگلستان ملک مغلیہ نے اپنے

۸۰
 دربار کورٹ گارڈن پارٹی میں مدعو کیا۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن نے
 ایٹ ہوم دیا۔ طلباء کیمبرج نے اپنی مجلس میں مدعو کیا۔ ہندوئین جہاز
 بڑودہ اور ہرکس بگمیا صاحبہ مانا دور نے دعوتیں دیں۔ سیز لیڈی
 مصباح السلطنت۔ لیڈی برومفلڈ ولیدی پنپے لیڈی واکر وغیرہ نے
 بیچ کی دعوتیں دیں۔ بزائنہ اقامت برلن ہندی طلباء نے ایک جلسہ
 منعقد کر کے آپکی تقریر کرائی۔ انجمن سوائے جماعت اسلامیہ نے جہیں
 مختلف ملکوں کے تین سو ممبر ہیں آپ کو اڈریس دیا۔ اخباروں میں
 آپکی تقریریں شائع ہوئیں۔ بمقام تیرانے سوئٹزرلینڈ سلطان عبدالحمید
 و ملکہ سابقہ ترکی نے دو روز اپنا جہان رکھا۔ مولانا بکرت مہوپالی نے بمقام
 زپورج (سوئٹزرلینڈ) جو مٹر ہالون مرزا کے قدیم دوست ہیں دعوت دی۔
 آپ نے جہاں جہاں سیاحت فرمائی وہاں کے سفر نامے لکھیں
 تاکہ مستورات کو گھر بیٹھے اون سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ ۱۹۰۲ء
 میں سودیشی اشیاء کے استعمال پر اور ۱۹۱۳ء میں گاندھی کے موتی
 پر آپ نے اظہار خیال فرمایا تھا اور ۱۹۱۳ء میں قومی یونیورسٹی پر زور
 دیا تھا اور مادری زبان میں تعلیم کی نسبت رسالہ ظل السلطان بنگال
 میں مضمون لکھا تھا۔ پردہ مردہ کو ترک کر نیکی طرف توجہ دلائی تھی۔
 اب ایک مدت کے بعد ملک میں ادھنیں خیالات کا ظہور ہو رہا ہے

ذیل کی نظم آپ کے نازک خیالوں کی ترجمان ہے۔

میں آ آ کے بالیں پر جو رو جا تو رہا
نصیب جاگ کر اپنا جو سو جا تو سو جا
مجھے پرواہ ہے چہ کی نہ خطرہ برائی کا
میرا دل ہے ہاتھ جو کھو جا تو کھو جا
رقیب و سیاہ ہے عبت امیدی کی
کوئی کا نام ہے حق میں ہو جا تو ہو جا
نہ جینے کی خوشی ٹھکوتہ لے کر کا الم کچھ
جو ہونا ہے معذرت میں ہو جا تو ہو جا
نہ کی کچھ قدر جیتے ہی وہ پچھتا رہا ہو
مری تربت پہ اب کر جو رو جا تو رو جا
مری توبہ کے آنسو حیا ٹھکوتہ لے کر
گنہ جو کچھ ہوا مجھ سے وہ ہو جا تو ہو جا

شادی خانہ آبادی

ہجرت کے دوسرے سال جب حضرت فاطمہ کی عمر دس سال کی تھی۔ عقد کی درخواستیں پیش ہونے لگیں۔ حضرت رسول در خواست دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ لوگ کہتے تھے حضرت کی عسرت اس عقد سے مانع ہے ایک شخص نے کہا میں لگاں بہا مہر دینے کو تیار ہوں حضرت فاطمہ کا عقد مجھ سے منظور کیا جائے۔ یہ سن کر رسول خدا غضب ناک ہوئے۔ آپ نے کچھ کنکریاں دست مبارک میں لیکر اس کے دامن میں ڈال دیں وہ سب موتی ہو گئیں۔ یہ درخواست حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی تھی جب تمام لوگ مایوس گئے تو حضرت علی نے اپنی درخواست پیش کی۔

حضرت رسول نے ہنکر فرمایا علیؑ تمہارے پاس کیا چیز ہے جس پر عقد کیا جائے
 شریعتی آوازیں جواب دیا گیا میرا حال آپ پر دشمن ہے۔ میرے قبضے میں
 اس وقت ایک آب کشی کا اونٹ ایک تلوار ایک زره ہے۔ ارشاد
 ہوا تلوار دشمنانِ خدا سے جہاد کرنے کیلئے۔ اونٹ آب کشی کے لئے
 ہاں ہم زره پر تمہارا عقد کئے دیتے ہیں۔ حضرت رسولؐ نے حضرت فاطمہ
 کے کمرہ میں تشریف لا کر فرمایا اے نورِ نظر میری خدا سے اس دعا تھی بہترین
 خلق اور محبوب ترین مخلوق سے تیرا پیوند کیا جائے۔ پس آج علی ابن
 ابی طالب تمہارے رشتہ کی درخواست لیکر آئے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ نے
 شرم سے سر جھکا کر سکوت فرمایا حضرت رسولؐ یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے
 سکوت تھا اقرار رہا یہ غمخوشی رضا مندی پر مبنی ہے۔ بعض روایات ہیں کہ
 حضرت فاطمہؑ نے یہ سن کر کہا بے چشم۔ یہ روایت غلط معلوم ہوتی ہے
 حضرت رسولؐ باہر آئے جبیل نے عرض کی رسول اللہؐ فاطمہ کا عقد
 علی سے کر دیجئے خدا نے فاطمہ کو علی کے واسطے علی کو فاطمہ کے واسطے
 پسند فرمایا ہے۔ اس خوشخبری کو حضرت رسولؐ نے علی سے کہا اور ارشاد
 فرمایا اے علی مبارک ہو کہ خدا نے تمہیں وہ کرامتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی

۱۔ لوہے کا لباس ہوتا ہے جو جنگ کے وقت پہنا جاتا ہے۔

محنت نہیں فرمائی ہیں اپنی بیٹی فاطمہ کا عقد تم سے کرتا ہوں اسی چیز پر جس پر خدا نے اس کا عقد کیا ہے اور میں اسی غصے سے راضی ہوں جس خدا راضی ہے اچھا اب تم مسجد کو چلو میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں سب کے روبرو تمہارا عقد کروں گا اور تمہارے وہ فضائل بیان کروں گا جس سے تمہاری اور تمہارے دوستوں کی دنیا و آخرت میں آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ابھی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ رسول اللہ بھی ہم سے آئے۔ حضرت کا چہرہ فرط مسرت سے چمک رہا تھا۔ آتے ہی بلال کو آواز دی فرمایا سب جہا جہا انصاف کو جمع کرو۔ جب سب جمع ہو گئے تو آفتاب رسالت منبر پر جلوہ افروز ہوا قدسیوں نے حمد و ثنائے عالم میں خطبہ ادا کیا۔ اور بعد خطبہ ارشاد ہوا میں نے علی کو فاطمہ سے بیونکر دیا۔ چار سو مشغلات چاندی اسکا مہر ہے اگر علی خوشنودر رضا مند ہوں۔ ادھر سے قبول کی صدا بلند ہوئی حضرت علی مسجد شکر بجالائے۔ رسول نے دعا فرمائی کہ خداوند تمہارا نسل سے طیب و طاہر پیدا کرے اور تم کو برکت عطا فرمائے۔ چاروں طرف سے مبارک مبارک کی صدائیں بلند ہوئیں۔ چوپاؤں کا ایک خوان لٹایا گیا۔ حضرت رسول نے دولت برائیں قدم رکھا اور ازواج نے تہنیت ادا کی۔ حضرت فاطمہ کو اطلاع دی گئی اور رسول اللہ نے

فرمایا اگر میرے کنبہ میں علی سے بہتر کوئی اور ہوتا تو اسی سے تمہارا عقد کرتا میں نے تمہارا نکاح نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے تمہارا پیوند کیا ہے اور میرے مہر میں جنس مقدس فرمایا ہے۔ جب تک کہ زمین و آسمان قائم ہیں یہ ارشاد فرما کر باہر تشریف لائے اور حضرت علی سے فرمایا اب تم اپنی زہیج بیچ دو تاکہ تمہارے لئے اور غلطی کے واسطے سامان ضروری تیار کیا جائے۔ حضرت نے یہ ارشاد سن کر چار سو درہم کو، زہیج ڈالی اور قیمت لاکڑیوں کے سامنے رکھ دی۔ حضرت نے خریدی سامان کے لئے حضرت معاذ کو مقرر فرمایا۔ چند صحابی ان کے ساتھ ہوئے۔ سامان جناب یہ وہ کے جیسے کا یہ خرید گیا۔ ایک گدالہ جس میں ادن بھری ہوئی تھی۔ مصر کا بنا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ جس میں خرمائی چھال تھی ایک خیر کی عب ایک پرانی مشک۔ چند آنجورے چند ٹھیلیاں۔ ایک لوٹا۔ ایک ہلکا سا بالوں کا پردہ۔ ایک قمیص۔ چادر پنجہ (یعنی مقننہ) ایک پلنگ کھجور کی لکڑی کا۔ دو فرش خرمائی چھال کے مصر کے بنے ہوئے ایک بوریہ۔ ایک چکی۔ ایک تانبے کا لگن۔ ایک لکڑی کا پیالہ۔ خوشبو کے لئے سامان غرض زیادہ سے زیادہ یہی تفصیل ہے جب حضرت رسول کے سامنے یہ سامان آیا ایک ایک چیز کو ہاتھ میں لیکر فرماتے خداوند تو اسیں برکت عطا فرما خدا تو ان کو برکت عطا فرما جن کے کل برتن

۸۵
مٹی کے ہوں یہ سامانِ خاثر رسالت میں رکھا گیا عقد کے ایک
ماہ کے بعد حضرت علی کو بلایا اور منسرایا آج شب کو ہم فاطمہ کو
وداع کریں گے۔



امۃ الکریم

بنت مولوی عبدالقیوم صاحب سلسلہ ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئیں آپ کا
 شجرہ حضرت شاہ ابراہیم اودھم بھٹی سے ملتا ہے۔ دہلی کے مشہور
 اور باکمال شاعر مولانا مولوی امام بخش صہبائی مرحوم کی نبیرہ زادی
 ہوتی ہیں۔ یہ خاندان مقامی لحاظ سے ”تھانیری“ مشہور ہے۔ سرن
 طفولیت سے ذہین تھیں۔ رسم بسم اللہ سے پیشتر ہی لجدادی قاعدہ
 اور پہلا سیارہ قریب قریب ازبر تھیں۔ ساتویں سال قرآن مجید ختم کیا
 اور ساتھ ہی ساتھ اردو کی اتنی استعداد بہم پہنچائی کہ خاصی مشکل
 کتابیں بے تکلف پڑھ سکتی تھیں کسی اسکول میں تعلیم نہیں پائی۔ بلکہ
 ابتدائی تعلیم والدہ نے دی اور اسکے بعد والد نے فارسی۔ عربی
 وغیرہ سکھائی۔ دسویں سال فارسی کی اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی
 اخبار مینی و مضمون نگاری کا شوق پیدا ہوا چنانچہ آپ کا سب سے پہلا
 خط اخبار ”وطن“ لاہور میں سلسلہ ۱۹۷۱ء شائع ہوا جو چندہ مجاز دیکو کے

۸۷
 متعلق تھا۔ اس خط کی ترغیب سے دفتر ”وطن“ میں زیر سرپرستی
 مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر قومی بچوں نے امتہ الکریم
 کے نام سے ایک فنڈ چندہ حجاز ریلوے کیلئے کھولا جس میں ایک
 عرصہ تک چندہ جمع ہو کر سلطان روم کی خدمت میں بھیجا گیا وہاں سے
 موصوفہ کو ایک تمغہ اور فرمان شاہی عطا ہوا اسکے بعد آپ کا شوق
 مطالعہ اور مضمون نگاری بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ سولہویں سال
 ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ”سفیر نواں“ تھا جس میں عورتوں کے
 جہالت کی مضرت اور تعلیم کی ضرورت بہت موثر پیرایہ میں بیان
 کی ہے۔ پڑھنے والوں کی رائے ہے کہ ”سولہ سالہ لڑکی کی تصنیف
 ساٹھ سالہ تجربہ نگار کر رہی ہے“ جسکی بہت قدر ہوئی اسکے بعد اپنے
 والد کے ہمراہ لاہور آئیں وہاں ”انجمن حمایت اسلام“ نے بڑی خوش
 اور سفارش سے آپکی خدمات کچھ عرصہ کیلئے اپنے زمانہ اسکول ٹیچر
 کیلئے حاصل کیں، وہاں تقریباً دو سال ہیڈ ماسٹر کا کام انجام دیا اور
 اس عرصہ میں ”فرسٹ ریڈ ہوم نرسنگ کے امتحانات پاس کئے اور
 منتفی فاضل کی تیاری بھی شروع کی پھر آپ الہ آباد کے ”گورنمنٹ
 گرلس ہائی اسکول میں بلائی گئیں جہاں ہائی کلاسز کو اردو فارسی کی
 تعلیم دینے کا کام سپرد ہوا۔ چونکہ یہ اسکول جناب کرامت حسین صاحب جم

۸۸
 حج الہ آباد کا قائم کیا ہوا ہے اسلئے وہاں آپ کی خوب قدر ہوئی اور
 اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا ہئی اسکول دیکھتے دیکھتے کالج بن گیا
 وہاں کی پارٹیوں و ڈانس کے خیر مقدم کے جلوں میں آپ کے مضامین
 اور نظم و نثر نے جان ڈال دی منتظمین کالج آپ کے بہت مداح اور قدردان
 تھے اور ہمیشہ کالج کی پراسپکٹس وغیرہ میں بہت عزت سے آپ کا ذکر
 ہوتا تھا۔ جہاں قومی تقریب ہوئی۔ نظم یا نثر لکھنے کی فرمائش۔ ادھر
 فرمائش اور دھر نظم یا نثر تیار۔

ہائی اسکول اور کالج کی طالبات کی ایک ”ڈیٹنگ سوسائٹی“
 تھی جس میں ہر ہفتہ مختلف موضوع پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا اس کی
 پریسڈنٹ لیڈی پرنسپل اور وائس پریسڈنٹ آپ مقرر ہوئیں شہر کی
 مختلف انجمنوں اور سبھاؤں میں آپ کی تقریریں ہوئیں تقریباً ساڑھے
 تین سال کالج کی اعلیٰ سوسائٹی میں آپ کا قیام رہا اسکے بعد علیا حضرت
 بیگم صاحبہ بھوپال کے طلب فرمانے پر بھوپال گئیں جہاں پر آپ کو
 طبقہ اسلامیہ گرنس اسکول ”اور“ برجیہ کتیا پاٹ شالہ اور لیڈی منٹو
 ٹریننگ تیم خانہ، زنانہ کی سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ ملا جس کو پانچ سال
 کامیابی سے انجام دیا۔ اس کے علاوہ علیا حضرت کی بڑی پوتی
 نواب زادی ”ساج“ درجہاں بیگم صاحبہ کو ان کے محل پر جا کر وزانہ

دو تین گھنٹے فارسی۔ اردو، دینیات، دستکاری کی تعلیم دینے کی خدمت سپرد ہوئی۔ قیام محبوبال میں علیا حضرت کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی۔ آپ کی نظم و نثر کی قدر دانی فرمائی گئی۔ تقریباً شاہی ہیں کوئی جلسہ کوئی تقریب، پارٹی، کلب کی ٹینگ ایسی نہ تھی جس میں آپ کی تقریر نظم قصیدے رونق بڑھانے والے نہ ہوتے، اگر کبھی خیال نہ رہتا تو خاص شاہی فرمائش ہوتی اور فی البدیہہ کچھ کہنا پڑتا مجمع خواتین میں بھی آپ کی تقریر کو خاص اہمیت اور خصوصیت حاصل تھی سیکرٹو نظیں اور مضامین آپ کے قلم سے نکل گئے اور پھر قلم برداشتہ، جس زمانہ میں آپ بلائی گئیں انہیں ایام کیں نواب عابدہ سلطان صاحبہ ام القیام موجودہ ولیعہد رماست کے نشرو (ختم قرآن شریف) کی مبارک تقریب ہو رہی تھی۔ ایک روز حضور سرکار عالیہ دام ظلہا نے بذریعہ ٹیلیفون آپ کو اپنی روبکاری میں یاد فرما کر نشر کا سہرہ کہنے کی فرمائش کی جسکی فوراً تعمیل کی اور وہیں روبکاری میں بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر میں دس بارہ اشعار کا پھر گتا ہوا سہرہ کہہ دیا جسکو علیہ حضرت کے ارشاد پر اسی وقت خواتین کے مجمع میں جو بروقت قصر سلطانی میں جمع تھیں اسنایا گیا۔ حضور مدوحہ نے بہت قدر فرمائی اور آپ کو دو خطابات عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ ”آئندہ سے نظم میں بجائے

۹۰
 امتہ کے پڑھنے یا اعزاز باذہا کروا گئی شاعروں میں آپ کا کلام گیا
 اور زمانہ مردانہ اخبارات میں بھی شائع ہوا کئی نمایاں ہیں سکھائی
 پر درجہ اول کا انعام، الغرض جو جو عنایات شاہی آپ پر تھیں ان کی
 داستان طویل ہے۔ ان اشغال اور تعلیمی کاموں سے ایسا شغف
 اور دھچپی رہی کہ ۳۳ سال کی عمر تک شادی نہ کی۔

آخر بزرگوں کے مسلسل اور مجبور کن اصرار پر الام فوق الادب
 کے خیال سے ۱۹۲۷ء میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی متابعت منظور کر لی۔ اور جناب محمد اسحق صاحب ریزیڈنٹ انجمن
 جی۔ آئی۔ پی ریلوے سے وعدہ ہو گیا۔ جب ہی سے اپنے جدید اشغال
 کو مد نظر رکھتے ہوئے سیاست سے مستغنی ہو گئیں۔ نئی زندگی کی گونا گوں
 مصروفیت نے اگلی سنی نعمہ طرازی اور مضمون آفرینی کی اجازت تو
 دی نہیں۔ تاہم فرصت کے اوقات اپنے پچھلے کلام اور مسودات کو
 جمع کر رہی ہیں۔ جو بہنوں کے تقنین طبع کیلئے زور طلبا عہد سے آراستہ
 ہونگے۔ موصوفہ اپنے دل میں قومی درد کی ایک ٹیس رکھتی ہیں۔
 آپ کا خلق۔ انکار سلیم الطبع ملنے والوں کو ثنا خواں بنا ہی لیتا ہے
 فریاد۔ تجھ پر رسالت کا صلہ

آج ہر عالم اسلام میں اک حشر بپا کون ہم بکیوں پر اب نہیں مجبور کیا

یابی آپکی امت پہیں سب ظلم روا
 تمج اسلام کا جو حال ہے دیکھیں اس کر
 ہوتے مکہ مدینہ پٹنہ برہمن کی
 دین برحق نہ رہے خواہش دشمن ہو ہی
 ہم سے برگشتہ ہیں فلاک پھری دنیا
 میں ترصد قے! امرے رحمت عالم آقا!
 بکیوں اور یتیموں پہ ترحمہ آقا!
 شان اسلام زمانے کو دکھائے آکر
 پھر ترے امت مرحوم کا جو دم دم و خم
 دین برحق کا اسی طور ہو پھر جاہ و شہم
 کب تک ملک بہتے رہیں ہر کے چور و جوا
 نخل سرسبز جو تھا گرنے کو ہر دم جوا
 ترے مسلم میں تیرے کو خبر ہے اپنی
 خوف اسلام کو ہے نزع میں ہوا کی
 چھینے لیتے ہیں عذ جبر سے مستظفینہ
 اب تو آکر کے گھار خوں پر ہم آقا!
 در نہ ہو جائینگے برباد یونہی ہم آقا!
 اپنی بگڑی کو پھر اکدم میں لائے آکر
 پھر نہ ہو فکر شاطین کا امت کوئی غم
 مجھ دنیا سے اسی طور ہوں پھر ہم ستم

عدل و انصاف کا پھر دور ہو دنیا میں تو نبی

بذل و الطاف کا پھر دور ہو دنیا میں تو نبی

تعلیم کے متعلق

انسان کو تعلیم کی ضرورت۔ تعلیم کے بغیر انسان خدا کو نہیں پہچان سکتا
 ”کب بے علم توالی خدا آشناخت“ مگر افسوس کہ لوگ دنیا میں بڑے آدمی بننے
 تعارف کرنے کے تو وسائل تلاش کرتے ہیں اور خدا سے تعارف کرانیکے

ذریعہ کے طرف توجہ نہیں کرتے۔ ۹۲

(۲) تعلیم روح کی غذا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ فانی جسم کی غذا حاصل کرنے کی دہن میں لوگ پوری عمر صرف کر دیتے ہیں اور اس باقی شئی کی غذا کا خیال نہیں۔

(۳) تعلیم دل و دماغ کی روشنی ہے مگر ہم لوگ اپنے اینٹ پتھر کا گھر روش کرنے کی روز فکر کرتے ہیں اور سب سے عزیز اور قیمتی چیزیں تاریک رہیں تو اسکی پروا نہیں۔

(۴) تعلیم شیطان سے بچانے والا ہتھیار ہے۔ مگر ہم لوگ خطر کے وقت اور سب ہتھیاروں کا استعمال ضروری سمجھتے ہیں اور نہیں کوشش تو اس سب سے خوفناک دشمن کے حملے سے بچاؤ کی۔

(۵) علم کا معجزہ اتنا بڑا ہے کہ اس سے خدا ہی مل جاتا ہے مگر ہم اسکو صرف حصول معاش کا ذریعہ سمجھتے ہوئے ہیں۔

(۶) جسطرح پانی کو مختلف شکلوں میں تبدیل کرنے کیلئے آفتاب کی حرارت چاہیے جسطرح ایک قطعہ زمین کو سرسبز باغ اور لہلہاتا کھیت بنانے کیلئے آبپاشی درکار ہے۔ جسطرح ایک کال میں سے جواہرات اور مختلف دھاتیں نکالنے کیلئے انکو کھودنے کی ضرورت ہے۔ جسطرح نباتات جمادات بلکہ موجودات کائنات کو ضروریات زندگی کے

۹۳
مطابق بنانے کیلئے انسانی دماغ کی اختراعات اور ضاعت مطلوب ہے
اسی طرح انسان کے دل و دماغ میں سے جو ہر عقل و انسانیت پر آم
کرنے اور اسے مقید نتائج نکالنے کیلئے اعلیٰ تعلیم لازمی ہے۔
تعلیم نسواں کی اہمیت۔ فی زمانہ مردوں کی تعلیم سے بھی زیادہ
اس لئے کہ مرد کی سب سے پہلی معلمہ عورت (ماں) ہے تاریخ عالم پر نظر
ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر عالی دماغ ہستیاں آئیں ان کی
مائیں لائق و فائق تھیں۔

تعلیم کے جملہ فوائد کو نظر انداز کر دیں تب بھی جبکہ لڑکیوں کو
سرال جیسے انوکھے گھر کی ذمہ داری اور پرورش اولاد جیسی اہم ڈیوٹی
ملنے والی ہے (جبکی بیچہ گیوں سے خوش قسمتی سے مرد آزاد ہیں) تو
اس صورت میں لڑکیوں کو آزاد رکھنا زمانہ جاہلیت کی دختر کشی سے
کہیں بڑبکرگذا اور ظلم ہے کیوں کہ اس زمانہ کے رسم سے تو صرف
ایک (لڑکی) زندہ درگور ہوتی تھی مگر اس زمانہ کی رسم (جاہل کھنسی)
جن جن کا سابقہ لڑکی سے بڑے وہ اور جو ہستیاں اس سے پیدا
ہوں وہ عموماً سب زندہ درگور ہو جاتی ہیں۔

۹۶
 ہوا تو ایک موقع پر جبکہ ”ہوبارٹ اسکول“ میں تقیم انعامات کے جلسہ میں
 ”لیڈی ٹیلنڈ“ گورنر مدراس آنے والی تھیں۔ اس وقت ادائے شکر یہ
 کافرض آپ کے ذمہ کیا گیا۔ چونکہ اس جلسہ میں بہت ساری یورپین
 خواتین شریک تھیں جب ادھنیں آپکی انگریزی دانی کا علم ہوا تو
 آپکو ”لیڈیز کلب“ کا ممبر بنایا۔ دوران جنگ میں آپ گورنمنٹ
 ہاؤس مدراس میں جا کر زخمیوں کیلئے جرابیں تیار کیا کرتی تھیں مگر
 ڈرنڈلی ڈپٹی ڈائریکٹر س ایجوکیشن نے بید اصرار سے آپکو ہوبارٹ
 اسکول میں کام کرنے پر آمادہ کیا جہاں آپ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء
 تک سپرنڈنٹ کے عہدہ کو نہایت قابلیت سے انجام دیتی رہیں اور
 مدرسہ میں بہت کچھ اصلاحات کئے اور لڑکیوں کے مذہبی تعلیم کا مکمل
 انتظام کیا۔ آپکی زیر نگرانی ایک یوروپین بی اے دو انٹلوانڈین
 بی اے اور ۲ کریمین ایم اے تھے نمائش بنٹ ہاؤس مدراس
 میں لڑکیوں کی دستکاریوں کو دیکھ کر لیڈی صاحبہ وائسرائے ہند
 اور لیڈی صاحبہ گورنر مدراس نے آپکی دلچسپی اور قابلیت کا اعتراف کیا
 اس کے بعد آپکے شریک حیات کا تبادلہ حیدرآباد دکن کی
 نفاست پورہ ہوا۔ ۱۹۲۲ء آپ کے شریک ہستی کلکتہ کے
 اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل ہو کر گئے۔ ۱۹۲۳ء میں آپ انسپکٹر آف اسکولز

کام منشاہرہ چار سو روپیہ انجام دیا۔ اور چھ مہینے کے بعد خود مستعفی ہو گئیں۔ اور ایک انجمن کی بنیاد ڈالی اور آپ کو پریسڈنٹ کے فرائض پر خواتین نے آمادہ کیا لیکن آپ لیڈی رحیم کو اسکا موزوں سمجھا اور خود اس پریسڈنٹ رہیں ۱۹۲۶ء میں آپ کے مونس اتھنائی نے ایک سال کی رخصت لیکر معہ آپ کے مصر، ترکی، یونان، فرانس، اٹلی، انگلینڈ اور اسکے مضافات کی سیاحت کی واپسی میں اسپین ہوتی ہوئیں حیدرآباد آئیں۔ اس اثنا میں آپ کے شوہر نے وظیفہ لے لیا۔ اب دسمبر ۱۹۲۷ء سے پبلک کاموں میں دلچسپی لینے لگیں۔ ایجوکیشنل کانفرنس میں حصہ لیا اور مدراس میں خواتین کی ایک انجمن قائم کی جو بہت اچھے طور پر چل رہی ہے۔ غریب مسلمان خواتین کیلئے گورنمنٹ سے حسب ذیل مراعات کی خواہش کی ہے۔

(۱) جبری تسلیم۔

(۲) مسلمان غریبوں کیلئے ادھکے محلوں میں بلحاظ حفظان صحت

منجانب گورنمنٹ مکانات بنا کر ادھنیں کرایہ پر دیا جائے جب کرایہ سے رقم متصرفہ نکل آئے تو پھر مکان ادھکی ذاتی ملک تصور کی جائے۔

(۳) مسلمان محلوں میں مسلمان عورتوں کیلئے گوشہ بنا کر رک جائیں

جنہیں اول الذکر کو گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے انشاء اللہ قریب

دونوں بھی منظور ہو جائیں گے۔ کوئی بارہ سال سے آپ برابر لڑکیوں کو

۹۸
اسکا لڑھپ دے رہے ہیں جس سے ایک لڑکی نے بی اے۔ دو نے
ایف اے میں کلیا بی حاصل کی ہے اور نچ لڑکیوں نے۔ میں یس۔ نیل سی کے
امتحانات دیئے ہیں۔ جہاں جہاں آپ ہیں وہاں کی زمانہ سوسائٹوں
نے آپ کا بے حد احترام اور آپ کے قومی خدمات کا اعتراف کیا جو
چیف پرسیڈنسی محبرٹ مدراس نے آپ کو آنریری محبرٹ
مدراس مقرر کرنا چاہا لیکن آپ نے اسلئے قبول نہیں کیا کہ وہاں
بے پردہ ہونا پڑے گا۔ گورنمنٹ مدراس نے آپ کو ”کوئین می گال“
کے ایڈوکیٹری کونسل کی ممبر کی حیثیت سے مامور کیا ہے۔ آپ ایک
نہایت شائستہ اور تعلیم یافتہ اور اپنے فرقہ کی سہرہ خاتون ہیں۔
اور آجکل اپنے سیاحت یورپ کا سفر نامہ مرتب فرماتے ہی ہیں۔

دنیا کو لوگ بری جگہ کیوں کہتے ہیں

اسلئے کہ ان کو اپنی خواہش و آرزو اور تمنا کی مرغوب چیزیں
نہیں ملتیں یعنی وہ چیزیں جن کو ان کا دماغ و دل جان سے بھی
بہت زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ چیزیں ان کو اپنی
زندگی ہی میں میسر ہوتی رہیں تاکہ ان کے پانے سے ان کو اطمینان
اور تسلی قلب حاصل ہوئے جبکہ نتیجہ مسرت و خوشی ہے۔
جب ان سے وہ محروم ہوتے ہیں تو انکو دستیاب کرنے کیلئے

ان کی امید انکو کوشش و جستجو میں مبتلا کر دیتی ہے اگر اتفاق سے وہ اپنی کوشش اور محنت میں کامیاب ہوئے تو ان کو دنیا ان کیلئے مثل جنت کے ہو جاتی ہے اور اس خوشی و اطمینان کا اثر انکی روح و جسم پر اچھا ہوتا ہے پس اس تسکین سے اسکے خیالات اچھے پیدا ہونے لگتے ہیں اور خیالات کے عمدہ ہونے سے عمل بھی لامحالہ نیک ہونے لگتے ہیں ورنہ وہ ناامید ہو کر دنیا کو بری جگہ سمجھتے اور کہنے میں دریغ نہیں کرتے اور ایسا خیال ان کو رنج و الم اور مصیبت و تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے جسکی وجہ سے مایوس ہو کر وہ اپنا دنیا میں لانا اور دنیا میں زندگی بسر کرنا بے سود سمجھتے ہیں اور اولن کو دنیا جائے بے لطف اور بد فطرہ معلوم ہوتی ہے اور اس مایوسی عدم اطمینان کی وجہ سے ان کے خیالات بگڑ جاتے ہیں اور جس سے عمل بھی صلح نہ ہونے سے اس کا اثر روح اور جسم پر بہت برا ہوتا ہے۔ اسلئے دنیا ان کیلئے دوزخ بن جاتی ہے۔ بعض لوگوں کو دل میں جو باتیں چاہتے ہیں وہ دنیا ہی میں اور بعض لوگوں کو آخرت میں حاصل ہوتی ہیں۔ بیشک وہ لوگ جسکو خوشی یعنی جنت آخرت میں ملے وہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں جسکو جنت صرف دنیا ہی میں میسر ہو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت پائیدار۔ پس انسان کو پائیداری حاصل کرنے کی کوشش اور محنت کرنا زیادہ عقلندی ہے۔

امت الوحی

۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئیں آپ کے والد لٹری ریاست ٹونک میں تحصیلدار تھے تقریباً دو سال کی عمر تک وہیں رہیں۔ چونکہ آپ کے والد محتاط زندگی کے عادی تھے زمانہ تحصیلداری میں ایک گنا اور ایک ٹوٹا دودھ تھے، ”ہی سہی لینا پسند نہیں کرتے تھے اور تحصیلداری کی خدمت کو غیر متعینانہ اور غیر محتاط سمجھتے تھے اسلئے اس درخواست پر کہ آپ کا تبادلہ کسی پلہ میں و عافیت عہدہ پر کیا جائے نظامت گونامی و کالت پر ہو گیا وہاں کے زمانہ قیام میں آپ کی والدہ اور آپ کا قیام جے پور میں مولوی ادریس احمد صاحب کے یہاں رہا جو جے پور میں کالج میں پڑھتے پانچ چھ سال کی عمر میں آپ کے والد کا تبادلہ گونام سے گوالیار پر ہوا۔ امرہ میں مکان کا انتظام کر کے سب کو آپ کے والد نے وہیں بلوایا یہاں آپ کی تعلیم کا پہلا دور شروع ہوتا ہے۔ گھر میں اسلامی علم کے علاوہ

قریب ہی کے سرکاری مدرسہ میں آپ داخل کی گئیں۔ فطرتاً تعلیم سے
 شوق تھا غیر معمولی طور پر ترقی کی اور دو سال کے دوران میں گھر میں
 کلام مجید ختم کیا۔ اور مدرسہ میں اچھی خاصی اردو لکھنے پڑھنے کے علاوہ
 حساب کے ابتدائی مراحل طے کئے اور سینے پر ونے میں کافی ترقی کی۔
 اسی دوران میں آپ کے والد کو ذیلیفہ پر وطن کو واپس آنا پڑا۔ ہندوستان کے
 پرانے دستور اور تعلیم نسواں کی عام مخالفت کی وجہ سے آپ کی تعلیم
 جاری نہ رہ سکی آپ اور آپ کے چچا اور بھائی سب رامپور میں مقیم ہوئے
 لیکن رامپور میں کوئی مدرسہ نہ تھا جس میں آپ شریک ہوتیں۔ زمانہ و
 مردانہ اخبار و رسائل کے مطالعہ نے آپ کے تعلیمی ذوق میں بہت کچھ اضافہ
 کیا جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی رسالہ تہذیب نسواں، اپنے نام جاری
 کرایا یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی مکان میں لڑکیوں کا اخبار پڑھنا عموماً خیال
 کیا جاتا تھا۔ اسی دوران مطالعہ میں آپ کو مضمون نویسی کا شوق پیدا ہوا
 اور آپ لکھنے لگیں آپ کا طبعی میلان اصلاح کی طرف تھا چونکہ مضامین
 فطری جذبات سے مملو رہتے تھے۔ جو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے مضامین
 کا عنوان، نکلج بیوگاں، عقد ثانی کی مخالفت، تعلیم نسواں کی حمایت
 ہوتا تھا جو مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے، ۱۹۱۲ء میں آپ کی شادی ہوئی
 اور باوجود صاحب اولاد ہونے کے سلسلہ مضامین نگاری مسدود نہ ہوئی

۱۰۲ کچھ دنوں آپ امرت سر میں رہیں۔ پھر بجنور پہنچیں اور یہاں بھی تعلیم
 نسوان کا سلسلہ جاری رہا ایک دو زمانہ جلسے کے اور پھر ایک مدرسوں
 کی بنیاد قائم ہو گئی، خلافت، اور، عدم تعاون کے دوران میں جبکہ
 بیگم نے علیحدہ بجنور آئی تھیں دو جلسے ہوئے، اور آپ کی تحریک
 پر کافی رقم جذبہ وصول ہوئی ۱۹۲۷ء کے آخر میں اپنے شوہر زبیر حسن صاحب
 مالک اخبار ”انجیل“ کے مہر و میرٹھ میں اور یہاں آپ کو اخلاقی افسانہ نویسی
 کا شوق پیدا ہوا اور ممتاز رسالوں میں بھیجنے لگیں آپ اپنے عزیز واقربا
 میں نہایت عزیز ہیں یہاں تک کہ ملازموں کو تک آپ سے کوئی وجہ شکایت
 نہیں۔ ملاحظہ کیجئے ذیل کے خیالات۔

تربیت

تعلیم سے زیادہ ضروری شے ہے، بلا تربیت تعلیم بالکل بے کار ہے، اور
 بعض وقت عموماً نقصان کا باعث ہو جاتی ہے۔ علم کا کام طبیعت کو سمجھنا
 اور عقل و فراست کو تیز کرنا۔ اب اگر طبیعت میں بھلائی اور نیکی ہے تو
 علم سے ان خصلتوں میں اور ترقی ہوگی اور چار چاند لگ جائیں گے
 اور اگر برخلاف اسکے طبیعت میں شرارت مگر جھوٹ اور دغا ہے تو
 تعلیم پانے سے ان بد خصلتوں میں قابل نفرت ترقی ہو جائے گی خصوصاً

۱۰۳
 ہماری معاشرت اسکی سخت متقاضی ہے کہ لڑکیوں کی تربیت پر خاص توجہ
 کئے بدوں صرف تعلیم دنیا ان کے حق میں اور آئندہ شریک زندگی کے
 حق میں نہایت مضر ہے۔

مری نظر میں اس وقت مثیلاً۔ چند مثالیں ہیں جو ایک حد تک
 بالکل صحیح اور تجربہ میں آئی ہوئی ہیں ایک لڑکی بالکل ناخواندہ ہے شادی ہو کر
 سرسرا میں آئی، ساس نندیں بھی جاہل مطلق، قاعدہ کے مطابق کچھ
 عرصہ بعد ساس بہو میں کچھ جھگڑا شروع ہوا، ساس جاہل، بہو بھی جاہل
 خوب جوتیوں میں ڈال بیٹی۔ اس کے بعد ایک دن ساس بہو سے گھونٹ
 نکال کر چلتی، اور بہو الگ الگ ایک دن کے عرصہ میں فاقہ بھیلی بتیرے
 دن ساس بہوؤں میں خود بخود میل ہو جاتا۔ دونوں میں کوئی بخشش
 اور کدورت باقی نہ رہتی۔ شوہر بالکل الگ رہتا کیونکہ سمجھتا تھا کہ دو بول
 ایک سار ہیں نہ کوئی کم نہ کوئی زیادہ کیوں بول کر دل کو جلاؤں
 دوسری مثال۔ ایک لڑکی جس کی پرورش جاہل کمندہ ناخوش
 ماں کے پہلو میں ہوئی۔ ہر وقت ذلیل نوکراہیوں میں صحبت رہی۔
 تربیت کی طرف مطلق توجہ نہ کی گئی مگر باپ کے دلی شوق کی وجہ سے
 تعلیم حاصل کرنے کے واسطے زمانہ اسکول میں داخل کی گئیں حرفت نہیں
 ہو کر یا تو خرافات ناول پڑھے یا اخباروں میں آزادی نسواں اور

حریت نسواں کے مضامین دیکھتے جس سے خود سری اور بے باکی پیدا ہو گئی اور اپنے آپ کو سب دنیاوی پابندیوں سے بالکل آزاد کر لیا۔ غریب جاہل لوگوں میں بالکل بے حقیقت ہو گئی اب اسی حالت میں بھلائی اور برائی سے کون آگاہ کہے غرض سوائے تعلیم کے اخلاق سے بالکل محروم رہی۔ تیزی۔ جھوٹ۔ خود پرستی، آزادی، بے باکی، غرض سب بری خصلتوں سے مزین، چونکہ اسکول کی تعلیم یافتہ تھیں لہذا ہنریت لائق اور تعلیم یافتہ۔ خطلمین سے شادی ہو گئی۔ لہذا دستانی معاشرت کی مجبوری سے کچھ عرصہ تک سسرال میں رہنا پڑا۔ سسرال کی تھوڑی بہت پابندی سخت ناگوار ہوئی، شوہر کو علیحدہ ہونے پر روز دیا۔ ہزاروں جھوٹی باتیں ساس نندوں کے سر تھوپیں۔ کھانا پینا۔ چھوڑ دیا زندگی اجیرن کر لی، غرض شادی سے چار ماہ بعد میاں بیوی علیحدہ کوٹھی کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ کم عمر اور ناتجربہ کاہلی کی وجہ سے خانہ داری میں سخت اذیتیں پیش آئیں تمام تنخواہ نوکروں کے ہاتھوں صرف ہو جاتی مگر پورا نہ پڑتا۔ غریب شوہر سخت پریشان، آمدنی سے بڑھا ہوا خرچ پھر بھی فراغت اور رونق نہیں۔ لاچار اپنی بڑی ہمشیرہ کو مہمان بلایا۔ مگر تعلیم یافتہ لیکن تربیت سے کوری بہاوج کو اپنی شخصیت میں نند کا دخل سخت ناگوار ہوا اور دل میں ناپاک خیال

۵۰
 باندھ لیا کہ یہ سب حسن انتظام محکوم شوہر کی نظروں سے گرانے کیلئے دکھا
 رہی ہیں لہذا بجائے تجربہ حاصل کرنے کے نند سے ہل علیحدگی اختیار
 کر لی اور خانہ داری سے جدا ہو گئیں۔ شوہر سے کچھ کہنے کی ہمت نہ پڑی
 اندر ہی اندر رنج اور جلن برداشت کرنے سے صحت خراب ہو گئی
 نند کی آمد سے ذرا گھر کا انتظام درست ہوا تھا۔ اور شوہر کو کیسویں حال
 ہوئی تھی کہ بیوی کی علالت نے پریشان کر دیا۔ نند عقلمند تھی سمجھ گئی
 کہ میری موجودگی بھابھ کی علالت کا موجب ہے۔ لہذا کوئی جلد کر کے
 بھائی سے گھر جانے کی اجازت لے لی۔ آخر شوہر نے بیوی کا خاطر
 سے عزیز واقارب۔ بہن بھائی ماں۔ باپ سے علیحدگی اختیار کی۔
 اب اگرچہ بیوی خوش تھیں مگر شوہر ب کہنے میں کم وقعت ہو گئے
 اور حقیقی مسرت سے محروم۔ اس۔ نند تعلیم کا نام بدنام کر تیں۔
 مگر افسوس کوئی یہ خیال نہ کرتا کہ یہ سب خرابی ترکیبیت نہ ہو بلکہ وجہ
 البتہ بالکل جاہل ہوتی تو باتیں بنا کر شوہر کے دل پر اثر ڈالنا تھا اور کو
 قابو میں اندر ہی اندر آگ سلگا دینا آپس میں تفرقہ ڈلوادینا نہ آتا۔
 مگر کھلے بندوں لڑنا۔ جھگڑنا۔ منہ در منہ گالیاں دینا۔ جادو ٹونے کرنا
 یہ باتیں نہ ہوتیں۔ غرض فیجہ ایک ہے۔

اُمّت الغریبہ

بنت مولوی محمد غلیل اللہ صاحب مددگار معتمد مالگذاری
 حیدر آباد دکن ایک مغزو علمی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ ابتدا ہی
 تعلیم اپنے والد کے پاس پائی رہیں۔ اور اردو فارسی کی مستداولہ
 کتابیں اختتام کر نیکی بعد عربی شروع کی۔ اپنے خداداد ذہن اور حافظہ
 کی بدولت جلد لائق ہو گئیں کہ اسلامی علوم و فنون کا انکے اصلی
 عربی ماخذوں میں مطالعہ کریں شادی کے بعد پندرہ برس تک
 ایک یا محبت شوہر کے ساتھ رہیں۔ اسکے بعد ایک لڑکے اور تین
 لڑکیوں کے ساتھ بیوہ ہو گئیں۔ مگر کیے بعد دیگرے یہ سب داغ مفارقت
 دے گئے اور اب صرف ایک پندرہ سالہ لڑکی اپنی تقریباً ۴۵ سالہ
 ماں کی تسلی کا باعث ہے۔ متعجباً اللہ لطول عمر ہا۔ آپ کو ابتدا
 ہی سے مطالعہ کا شوق تھا اور بیوگی کے بعد سے وہ واحد کام رہ گیا ہے
 آپ کو نفع سے خالص کچھ پی ہے اور، سر تاج نامی، ایک عربی مہفتہ

شافعی، کتاب کا چار ضخیم جلدوں میں اردو ترجمہ کیا ہے اسکے علاوہ
 الفرج بعد المشتہ، نامی ایک فارسی اخلاقی قصوں کی کتاب کا
 جو قومی تعمیر میں بہت موثر ہو سکتی ہے ترجمہ کیا ہے۔ یہ بھی کئی ہوشیوں
 پر مشتمل ہر اسکے علاوہ غربت کی وجہ سے نادر عربی کتابوں کی فہرستیں
 لے کر ریاستی کتابیں خرید کر قیمتی عربی کتابوں کا کتب خانہ فراہم
 کیا ہے مختصر یہ کہ فارسی اور عربی کی ایک منہتی طالبہ ہیں اور فقہ و حدیث
 میں خصوصیت رکھتی ہیں اور اپنے خاندان کی عالم خاتون ہیں۔
 عربی اور اردو تحریر پختہ اور خوش خط ہوتی ہے۔ آپ کو تانچہ اسد م
 از بر ہے، خصوصاً اخیر القرون، قرن راشدہ، ”بنی امیہ بنی عباس
 کے متعلق مطالعہ نہایت وسیع ہے اور اردو فارسی کے علاوہ عربی
 کی کئی ضخیم کتابیں بھی دیکھ چکی ہیں۔ ان دنوں تصوف و اخلاق
 کی مشہور کتاب، لطائف الشرفی کا اردو ترجمہ کر رہی ہیں اور
 ہدایت الناظرین، ایک فقہی کتاب کی تین جلدیں مکمل کر چکی ہیں۔
 اور بقیہ کام جاری ہے اس آخری کتاب کے کچھ اقتباسات
 دینے سے اسکی نوعیت کے علاوہ طرز تحریر بھی معلوم ہو سکتا ہے۔
 مذہبی تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم فقہ کا جاننا ہے خدا تعالیٰ
 اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بغیر اسکے نہیں ہو سکتی۔

۱۰۸
 عمازیں نے اسکے صحیح مخفیں، روزہ سوائے اسکے صحیح نہیں۔ حج و زیارت
 اور دنیاوی معاملات بیع و شراء وغیرہ کیلئے بھی اس کا جاننا اہم
 اور لازماًت سے ہے غرض عبادات ہوں یا معاملات سب امور کا
 اہتمام اسکے بغیر ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن شریف اور حدیث نبوی
 صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا و مجمع بھی فقہ ہے اور ہم لوگ ہیں کہ اس سے
 محض غافل اور اپنے فرائض منضی سے نا آشنا فقہ شافعی میں بحر ریاض المسائل کو آپ
 داد الامام العلماء مولوی صنفۃ اللہ صاحب نے ۱۲۷۸ھ میں تالیف
 فرمائی ہے اختصاراً، اس اہم کام کی جرات نہیں کیونکہ آپ اپنے کو اس
 کی اہل نہیں سمجھیں۔ زیادہ تر اس وجہ سے بھی سخت
 اوزنا ممکن خیال کیا کہ نقلی ترجمہ یا مطلب بغنیہ نقل نہیں ہونا چاہئے
 بلکہ کسی شرح سے استمداد ہوا اور بانیہ مطالب مسائل ضروری لکھا جائے
 جو مطالب معنی المحتاج الی معرفتہ معانی الفاظ المہتاج
 للعلماء الشیخ محمد الشرنوبی میں تھے ان کو ضبط تحریر میں لانے لگیں اور
 اکثر مواقع میں تحفۃ المحتاج شرح المہتاج تالیف ابن حجر الشہسی
 اور اس کا حاشیہ تالیف..... عبد الحمید شروانی..... اور
 کتابُ سرتاج انتخاب تحفۃ المحتاج ترجمہ حضرت قاضی مولوی غلام احمد
 تلیانی (مدرسہ مدرسہ جامعہ مسجد دہلی) سے مطالب کو زیادہ

کیا گیا اور اس کا نام.... ہدایت الناطرین، ترجمہ، مہناج الطالبین،
رکھا گیا۔ دیگر۔

کتاب العلاء۔ نماز کے بیاں میں

مسئلہ۔ مکتوب یعنی فرض عین نمازیں ہر ایک دن اور رات ہیں
پانچ ہیں۔

(۱) ظہر۔ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے شروع
ہوتا ہے۔ یعنی آفتاب کا آسمان کے بیچ سے ڈھلنا۔ سکو ظاہر ہو نیکی
اعتبار سے کام ہے نہ کہ دفع کے اعتبار سے... ظہر کے لئے
چھ وقت ہیں۔

(۱) فضیلت کا وقت اور وہ اول وقت ہے

(۲) جائز ہو نیکیا وقت یعنی پوری نماز اس وقت میں ہو نیکی گنجائش ہو

(۳) ضرورت کا وقت (یہ آگے آئیگا انشاء اللہ)

(۴) حرمت کا وقت یعنی اس کا ایسا آخر وقت کہ جس میں نماز کی
گنجائش نہ ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو۔ اگر چہ ادا واقع ہو۔

(۵) عذر کا وقت یعنی عصر کا وقت ظہر کو عصر کے وقت جمع کرنا
کے لئے۔

(۶) اختیار کا وقت ^{۱۱۰} یعنی وہاں تک تاخیر کرنے کا
 اختیار ہونے کا وقت اور وہ جائز ہونے کا وقت ہے۔ اسکی پہلی جلد کا
 خاکہ یہاں پیش کرنا نامناسب نہ ہوگا جس سے مصنفہ کے مذاق تکابھی
 پتہ چلتا ہے۔

پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور چند عربی اشعار علم و محنت کی
 تعریف میں ہیں کاتب و مالک کا نام و نسب درج ہے۔ دیباچے
 میں حمد و لغت کے بعد علم دین کی فضیلت میں آیات قرآنی و احادیث
 نبوی اور آثار صحابہ و علماء اور وجہ تالیف لکھی گئی ہے آخر میں ایک
 طویل عربی دعا اور مصنف کا نام و تاریخ ہے۔ پھر مختصر تذکرہ امام شافعیؒ
 ذکر امام رافعیؒ۔ امام نوادیؒ رح ہے۔ پھر دو ضمیمے ہیں۔ پہلے میں
 امام نوادی کے اصطلاحات کی تشریح دوسرے میں خود مولف کے
 علامات اعراب ہیں بعد ازاں کئی سو صفحوں کی اصل کتاب جلد اول پر
 ختم ہوئی ہے جس کے آخر میں فہرست کتاب ہے۔

سلطانہ حکیم

نبت سید شاہ سمیع اللہ صاحب آپ ریاست ادوے پور پورٹ
 میں پیدا ہوئیں۔ ننیل اور سرسلر سب قدیم دلی کے باشندے ہیں
 آپ کے دادا مرزا اکبر بیگ صاحب ریاست کوٹہ میں وزیر تھے
 آپ کے شوہر اگرچہ پرانے طریقہ کے ہیں لیکن آپ کے یہاں علوم
 شرقیہ حاصل کرنے کا بہت شوق تھا چنانچہ آپ کی ایک بھوپتی
 عربی اور فارسی میں خوب بات چیت کر سکتی تھیں۔ اور فقہ کو
 خوب سمجھ کر پڑتی تھیں آپ کے والد نے قرآن شریف کے ساتھ ہی
 اردو لکھنا پڑھنا بھی شروع کر دیا تھا۔ چونکہ آپ کے والد سید شاہ
 سمیع اللہ صاحب ریاست بالنواڑہ میں اعلیٰ عہدہ پر ممتاز تھے
 وہاں کام منہدی ناگری میں ہوتا تھا آپ کو بھی منہدی میں خط لکھنا
 سکھایا اردو سے زیادہ منہدی آپ کو آسان معلوم ہوا کرتی تھی۔
 سکھتاں کی حکایتیں جو آپ کو پڑھائی جاتی تھیں وہ ازبر ہو جاتی تھیں

آپ کے بچپن میں انگریزی اور حساب تاریخ جغرافیہ کا رواج نہ تھا سوائے معمولی گنتی سکھا دینے کے نہ لڑکیوں کے مدرسے تھے اگر مدرسے ہوتے بھی تو آپ کے والدین اور رشتہ دار مدرسے میں شرکت کے خلاف تھے۔ کیونکہ آپ کے ہاں پردہ کا بہت خیال تھا۔ ہر ایک ع بات خلاف شرع خیال کی جاتی تھی۔

آپ کو بچپن سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا آپ کا دل چاہتا تھا کہ جس طرح بھائی مدرسہ جاتے ہیں آپ بھی مدرسہ جایا کریں جب چھوٹے بھائی مدرسہ کی باتیں کیا کرتے تو وہ سنا کر آپ کو بھی شوق ہوتا تھا آپ پاس ایک چھوٹا سا گڑیوں کا گھر وندا تھا اس میں اندر کمرہ باسروالان صحن چوڑے کے دونوں پہلوؤں پر صحنیا تھیں۔ اس گھر وندے کو آپ نے اپنے مدرسہ کا شوق پورا کرنے کیلئے گڑیوں کا مدرسہ بنالیا تھا۔ انگریزی گڑیوں کو استانی بنا کر بٹھایا اور دیسی گڑیوں کو انکی شاگرد۔ چھوٹی چھوٹی کتابیں بنا کر ان کے ہاتھوں میں سی دی تھیں۔ تین کمرے تھے تین جماعتیں باقاعدہ بنی ہوئی تھیں۔ جو مہمان گھر میں آتے پہلے آپ کے مدرسہ کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ شادی کے بعد آپ کے بھائی محمد عنایت اللہ صاحب ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن نے اخبار تہذیب نسواں

منگو کر دیا اور انگریزی پڑہانی شروع کی ان کے بعد ایک مس مقرر ہو گئی جس سے آپ انگریزی پڑھتی رہیں۔ لیکن انگریزی پوری طرح سمجھی نہیں آئی۔ کیونکہ چار پانچ مہینے پڑھی پھر چھوڑ دی۔

آپ کے خسر جناب مولوی ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء خاں بہار نے اپنی تصانیف میں سے اخلاقی کتابیں اور چھوٹے چھوٹے تاریخی حالات عنایت کئے ہمیشہ سے آپ کا دل تاریخی اور اخلاقی کتابوں پر لگتا تھا قصے اور ناول اپنی عمر میں آپ نے کم پڑھے ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے تہذیب نسواں میں لکھنے کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے سچائی، اور قدرتی نظارہ، پر مصنفوں لکھ کر تہذیب میں چھپوایا۔ آپ کے خسر نے ادن مفاہین کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی، خاص کر، سچائی والا مصنف جو آپ کی تصنیف پڑھ کر لکھا تھا۔

۱۹۰۱ء میں ملکہ وکٹوریہ کا مائٹی جلسہ ٹاؤن ہال دہلی میں منعقد ہوا تو آپ کی شادی ہو کر ایک سال ہوا ہو گا۔ آپ کے خسر صاحب نے آپ کو اور اپنی بڑی بہو کو جلسہ میں جانے کیلئے فرمایا اس زمانہ میں جلسہ میں جانا سخت عیب تھا۔ لائڈسبی خیال کیجاتی تھی۔ خاندان کی سب بیبیاں بہت خفا ہوئیں کہ لو چاروں کی بیبیاں کو جلسوں میں بھیجتے ہیں۔ اذ کو کیا ہو گیا کل کو پردہ اٹھا دینگے۔ بہوؤں کو میاں بنائیں گے، لیکن خسر صاحب

کسی کی نہیں سنی اور آپ دونوں جلسہ میں شریک ہوئیں دہلی میں یہ پہلا عام جلسہ تھا۔ اور بھی گھرانوں کی بیبیاں آئی تھیں لیکن ڈرتی ڈرتی کہ عام طور پر آنا ظاہر نہ ہو جائے۔ اسی جلسہ کو دیکھنے سے آپ کو بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اس ہفتہ وکٹوریہ میموریل قائم کرنے کیلئے جلسہ قرار پایا۔ آپ کے خسر صاحب نے فرمایا کہ وکٹوریہ میموریل فنڈ کی تائید میں تم بھی ایک مضمون لکھو جب تجویز پیش ہو تو پڑھ دیتا۔ آپ نے اپنے خیالات کے موافق فنڈ کی تائید میں زمانہ شفا خانہ (جو کہ تجویز تھی) اسکی خوبیاں بیان کیں اور خسر صاحب سے اصلاح کرا کر وقت مقررہ پر ایک ہزار روپیہ کی رقم فنڈ میں داخل کرنے کیلئے لیکر گئیں۔

نئے طریقے کی محفل۔ بہت بڑا مجمع۔ انگریز لیڈی کی صدارت بمشکل محبت کر کے مضمون پڑھا۔ جلسہ میں کئی لیڈیز سے ملاقات ہو گئی اونہوں نے گھر پر آنے کو کہا آپ نے بلانے کا وعدہ تو کر لیا مگر خوشدامن صاحبہ کا دل میں خوف تھا کہ وہ کیا کہیں گی۔ کہ اچھا چھوٹی بہو کو جلسہ میں بھیجا۔ اور ملاقاتیں شروع کر دیں۔ پہلے تو زیادہ ملنے جلنے ہی کو برا سمجھتے تھے کہاں کہ انگریز لیڈیز دوست بنائی جائیں۔ جلسہ دیکھ کر آپ کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ ہم بھی

۱۱۵
 جلسے کر کے بیویوں کو جمع کریں تعلیم پہلائیں۔ غزنی بگیم شیخ عبداللہ صاحب
 کو جو آپ کے بچپن کی پہلی تھیں۔ اور ادنیٰ بڑی ہمیشہ صاحبہ سے
 ذکر کیا اور سب کا مشورہ ہوا اور شیخ عبداللہ صاحب سے کہا گیا
 شیخ صاحب پہلے ہی سے صفیہ تعلیم لنواں علیگڑھ کے سکریٹری تھے
 اوہوں نے یہ تجویز بہت پسند کی اور انجمن تعلیم لنواں، نام تجویز
 کر کے باقاعدہ قواعد بنائے انجمن کی صدر سکندر جان بگیم صاحبہ اور
 سکریٹری بگیم شیخ صاحب اور آپ قرار پائے۔

ہر مہینے کی پہلی کو انجمن کے جلسے ہونے شروع ہوئے۔ ہر طلبہ
 کی روڈ دا چھپرک تقسیم ہونے لگی۔ دہلی کیا شاید تمام ہندوستان کی
 مسلم آبادی میں یہ پہلی انجمن تعلیم لنواں خاص زمانے میں تھیں
 پہلی انجمن تھی۔ آپ پر طرح طرح کی باتیں بنانی جاتی یہاں تک کہ
 سب اسلام سے خارج سمجھ لئے گئے۔ ان باتوں سے بعض اوقات
 آپ بیدل ہو جاتیں۔ لیکن شیخ صاحب نے آپ کی ہمتوں کو کم ہونے
 نہ دیا۔ انہیں دونوں میں دہلی کے ایک میونسپل کمشنر نے کوشش کر کے
 لوگوں کیلئے ایک زمانہ مدرسہ کھلوا دیا۔ آپ سب نے مدرسہ میں جا کر
 اوس کے ترقی کی کوشش کی۔ کچھ چندہ کر کے مدرسہ کیلئے ضروری سامان دیا
 سلسلہ ۹ میں آپ اپنے شوہر کے ساتھ پشاور چلی گئیں۔

جھاؤنی میں قیام تھا۔ شہر کی بیویوں سے بھی رفتہ رفتہ میل جول پیدا ہو گیا۔ یہاں بھی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ اگرچہ شہر میں میونسپلٹی کے طرف سے ایک زمانہ مدرسہ تھا مگر کوئی لڑکی اس میں داخل نہیں ہوتی تھی جھاؤنی میں تو مدرسہ تھا ہی نہیں ہاں سندھو لڑکیوں کیلئے دو کنیا پاٹ کھلے موجود تھے۔ پشاور میں جن بچیوں سے کہا کسی نے مدرسہ میں مدد دیکھا وعدہ نہیں کیا بلکہ تعلیم نسواں سے پریشان ایسا گھبراہٹیں کہ ملنا جلنا تک چھوڑ دیا۔ آخر میں آپ نے خود ہمت کر کے مدرسہ کھول دیا کہ کم از کم تعلیم کا چرچا تو پھیل جائے گا۔ دو استانیوں کا انتظام کیا اور اپنے بچہ کے دو کمرے مدرسے کیلئے خالی کر دیئے بہت سی کوشش سے پچیس تیس لڑکیاں جمع ہو گئیں ہوائے چار پانچ شریف لڑکیوں کے باقی تمام باہر پھرنے والی داخل ہوئیں۔ پڑھائی شروع ہو گئی۔ ابتداً خدا کی غمگن گزاری والی نظم سب لڑکیاں نکل پڑھتیں۔ پڑھائی ختم ہوئی بعد سب پہاڑ سے اور گنتی یاد کرتیں۔ قرآن شریف۔ اردو حساب۔ اسلامی غرض امید سے زیادہ کامیابی کے ساتھ مدرسہ چلا۔ جب تک آپ پشاور میں رہیں لڑکیاں برابر آئیں اد جب دہلی آنا ہوا تو لڑکیاں مدرسہ آنا چھوڑ دیتیں۔ باوجود تاکید کے لڑکیوں کے والدین کہتے کہ ہم استانیوں کے بھروسہ پر اپنے بچوں کو نہیں بھیجتے۔ اس

عطا خیالی نے آپ کو بہت تنگ کر دیا۔

۱۹۱۱ء میں جب آپ دہلی آئیں تو کوٹورہ میموریل ہسپتال تیار ہو کر مکمل کیا تھا اوس کے دیکھنے کو آپ بھی گئیں وہاں اتفاق سے سیول سرجن مس سہراب جی جو اب منسٹر فیل ہیں ڈاکٹر ہو کر آئی تھیں ان سے ملاقات ہوئی اور ملنا جلنا دعوتیں ہونے لگیں۔ آپ نے ان سے تعلیم نسواں کے پھیلانے کا ذکر کیا۔ اوہنوں نے مشورہ دیا کہ ایک لیڈر، کلب بناؤ اور سب مذہب کے سیویں کو شریک کرواؤ کی صلاح آپ کو پسند آئی اور اسی ہفتہ میں پندرہ چالیس ممبر جمع کر کے کلب کی صدر سکندر جہاں بگیم صاحبہ اور سکرٹری آپ قرار پائیں۔ داخلہ چندہ رجسٹر میں باقاعدہ درج ہونے لگا۔ کئی قسم کے کھیل، حفظا، صحت، تعلیم نسواں پر لکچر ہونے لگے۔ اور بار وفاق کلب ذمہ ہسپتال میں بن گئی۔

۱۹۱۱ء میں آپ کے شوہر سر سرنند گنگ انجنیر ہو کر ریاست میں وہاں تنہائی کی زندگی سے آپ اکتا گئیں کوئی مال سچہ تو تھا نہیں۔ دفتر کا کام آئے دن کے دورے۔ تمام دن روزانہ اخبار مینی تنہا مشغول رہ گیا تھا۔ طرابلس کی لڑائی ختم ہو چکی تھی، قسطنطنیہ میں جنگ کے شعلے بڑھنے شروع ہو گئے تھے۔ اسلامی سلطنت کے تباہی و بادی کے

حالات پڑھتے پڑھتے بعض اوقات آپ گھبرا جاتیں۔ آخر وہاں بھی ایک کلب قائم کی ریاست کی لڈی ڈاکٹر اور بہت سی خواتین شریک ہو گئیں وہاں لڑکیوں کا ایک مدرسہ تھا! اسکی ڈیپارٹمنٹ کو ممبر بنایا اور تعلیمی سلسلہ بھی کچھ شروع کیا، غرض وقت اچھا گزرنے لگا ریاست کی ہر مائینس سنگیم صاحبہ کو خبر ہوئی اور انہوں نے آپ کو بلا دیا۔ اکیروز گاڑی اور خادمہ آپ کے لینے کو آئی اگرچہ کہ آپ کو سنگیم صاحبہ سے نیاز حاصل کرنے کا شوق تھا، اکثر سنگیمات سے آپ ملتی رہتی تھیں۔ ریاست جزیرہ جہان بھی آپ دیکھنا چاہتی تھیں کہ یہاں کی سنگیمات کا طریقہ کیا ہے اور لباس کیسا ہے، حلیہ حلیہ تیار ہو کر قلعہ میں گئیں کمن نواب صاحبہ تو رہتے ہی نہ تھے اور کوئی محل میں داخل نہ ہو سکتا۔ پردہ ہی پردہ تھا۔

عالیشان محل میں موتیوں اور جواہرات کے زیورات پہنے ہوئے سونے کے ڈنڈوں کے شامیانے کیے نیچے سونے کی پنگردی پر جو کہ قالین کے فرش پر بھی ہوئی تھی، ایک سنگیم صاحبہ بیٹھی ہوئی تھیں جب آپ قریب گئیں تو کھڑے ہو کر بہت اخلاق سے ملیں اور اپنے قریب کرسی بیٹھنے کو دی، آپ نے سنگیم صاحبہ سے معافی مانگی کہ، آپ کے ہاں کے قاعدہ کے موافق مجھ کو سلام کرنا نہیں آتا، ریاست میں سلام

یہ قاعدہ تھا کہ آنے والے بیگم صاحبہ کے گھٹنوں تک اپنے دونوں ہاتھ
 لیٹا کر بیگم صاحبہ اپنے دونوں ہاتھ ان کے ہاتھوں سے ملا دیتی ہیں
 پھر سیدہ ہاتھ اپنے اپنے سینوں پر رکھ لیتے ہیں پھر مزاج پر سی
 کرتے ہیں (بیگم صاحبہ نے فرمایا کیا ڈر ہے، آنے والوں کو کیا خزا
 یہ ادبوں نے اپنی بولی میں کہا، صاف تو آپ کی سمجھ میں نہ آیا پھر بھی
 مطلب سمجھ گئیں اسی طرح انکی بات جیت سے آپ مطلب اخذ کرتی ہیں
 بیگم صاحبہ کو دہلی بہت پسند تھی وہاں کے حالات پوچھتی رہیں بیگم صاحبہ
 کو آپ کے دہلی کے وضع کا زیور اور لباس کی وضع قطع بہت پسندانی
 یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بیگم صاحبہ آپ کو حقیقی بہنوں کی طرح سمجھنے لگیں
 آپ سے زیادہ آپکے بچوں سے محبت کرتی تھیں اور اذکوار آپ کے
 ساتھ آتے بھی نہ دیتی تھیں۔ سارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ محل میں
 آپکی ہی حکومت ہے، اور لوگ آپ سے جلنے لگے، بیگم صاحبہ عالیہ
 جیسی بڑی ریاست کی ملکہ تھیں ویسی ہی اونیں منکسر المزاجی اور
 اخلاق تھا، جو اچھی بات کہی جاتی تھی فوراً عمل کرتی تھیں ہر ایک
 مشورے کو سوچ کر فوراً اچھی بات کی نہ کہ پہنچ جاتی تھیں۔ اور اوس کو
 ایسی مضبوطی سے اپنے دل میں جمالیتی تھیں کہ کسی کی مخالفت ان پر
 اثر نہ کرتی تھی، شروع میں اردو لکھنے پڑھنے کا شوق مہاراستانی

ہائی گئی۔ پڑھنا، لکھنا چند مہینوں میں سیکھ لیا۔ اگرچہ پہلے بھی پڑھ سکتی تھیں مگر اردو بولنے کی مشق نہ تھی، اخیر میں یہاں تک کہ لباس میں رہنے پہننے کے طریقے میں زیور کے بے قاعدہ استعمال غرض سب میں اصلاح کر لی۔ چند مہینوں میں اردو ایسی شائستگی اور روانی سے بولنے لگیں کہ آپ سب اولن کا منہ دیکھتے تھے اخبارات کی شوقین تعلیم کی شائق ہو گئیں، زمانے مدرسوں کی امداد فرماتی تھیں ہر ایک عورتوں کے کاموں میں حصے بھیجتی تھیں۔ مگر گناہ، اپنے خاندان کے بچوں کی تعلیم کیلئے ایک صاحبزادہ اسکول قائم کیا۔ اسی میں بورڈنگ ہاؤس رکھا کہ تعلیم کے ساتھ اولن بچوں میں تربیت بھی ہو دہلی سے ماسٹر بلائے گئے، محل میں ایک پرنس کلب، قائم ہوئی ہر روز کھیل ہوتے تھے۔

خود غرض اور خوشامدی خادماؤں نے جو آپس میں فساد ڈلوایا تھے وہ سب آہستہ آہستہ کم ہونے لگے اور کلب کی ممبر بن کر سب انکی عسریز کہلاتی تھیں۔ یہ سب کو نکشیں کہ لیکیں انکی زندگی نے وفانہ کی اور صد ہزار افسوس کہ سنیکڑوں حسرتی دل میں لیکر اس جہان فانی سے بے وقت رخصت ہو گئیں، خاصکر اپنی پیاری بچی کو ہمیشہ کئے لئے ٹھکین کر گئیں۔

خدا نے تعالیٰ اپنی عمر میں برکت دے،

پھر ۱۹۱۵ء میں آپ نے اپنی نجی نعیمہ سلطان، کے نام سے دہلی میں
 نعیمہ مدرسہ کھولا لیکن کچھ دنوں بعد آل انڈیا مسلم لیڈر کا تقریریں
 علیگڑھ سے بلیک صاحبہ شیخ عبداللہ نے (ع) روپیہ ماہوار مدرسہ کی
 امداد میں دینے شروع کئے تو اس مدرسہ کا نام بدل کر ”اسلامیہ زنانہ مدرسہ“
 ہو گیا۔ کئی سال کامیابی سے چلا۔ چالیس پچاس لڑکیوں کی اوسط ترقی تھی
 آخر وہ بھی بند ہو گیا۔ آپ کا ایک جگہ قیام نہ ہونے سے آپ کے قائم کئے ہوئے
 چیزوں میں قیام نہ ہوتا تھا لیکن اب کئی سال سے آپ دہلی میں ہیں۔
 ۱۹۲۵ء میں جو الیڈر کلب قائم ہوئی تھی وہ ابھی تک دن بدن
 ترقی کر رہی ہے۔ زمین حاصل کر لی گئی ہو انشاء اللہ حلد کلب کی عمارت بھی
 بن جائیگی۔ کلب کی باضابطہ مطبوعہ رپورٹ سالانہ پبلک کی آگاہی کیلئے
 شائع ہوتی ہے۔ جسکی ترتیب کی ذمہ داری آپ ہی کی ذات پر ہے
 آپ کی ایک لڑکی کوئین مری اسکول، میں تھوڑا بڑا دل میں پڑھتی ہی
 لڑکا ابھی جو تھی جماعت میں داخل ہوا ہے۔

عباسی حکیم

آپ کے ادبی دور کو شروع ہو کر ایک چوتھائی صدی ہوتی ہے تمام عمر اردو ادب کو نظم و نشر سے مالا مال کرتی رہیں جس کا مقصد وحید حور قوں کے توائے ذہینہ کو اُبھارنا تھا۔ آپ شمالی ہند میں اپنے معاصرین سے کچھ کم مشہور نہ تھیں۔ اخبارات میں مضامین شائع کر کے قارئین کیلئے ضیافتِ طبع کا سامان بہم پہنچاتی رہیں آپ کی دماغی پیداوار خصوصاً مسلم خواتین کیلئے ہمیشہ بہا جو اہر است ہیں آپ کے مضامین ناولس۔ نظم اور وہ خطوط جو ادبی دوستوں کے لیے بلند خیالات و وسعت و معلومات سے پر ہیں ایک زمانہ گزرنیکے بعد ان میں سے کچھ کلاسکس کا درجہ حاصل کریں گے اگرچہ آپ کی تصانیف سب آہستہ آہستہ ہیں۔ لیکن اوسیں دیکھی کی کمی نہیں قارئین محسوس کر سکتے ہیں کہ خشک اخلاقی مضامین میں بھی شگفتگی پیدا کی ہے۔ آپ کی بہن

خود بھی اچھی لکھنے والی ہیں۔ خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اڈیٹر تہذیب
 اور مشہور و معروف شاعر احمد حسین شوکت میرٹھی۔ آپ کے کلمات کے
 معترف ہیں اپنی بہنوں کے مقابلے میں آپ نہ صرف سمیت شاعرہ
 اور معنوں بھرا ہونے کے امتیازی درجہ رکھتی ہیں بلکہ علمی حیثیت سے
 آپ کو نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ آپ کا نام (محل صحرا) کیوجہ سے ہمیشہ
 شگفتہ رہیگا۔ جو آپ کا شہ کار اور بقائے دوام کی سند رکھتا ہے
 جس کا مطالعہ قارئین کو ادب ہارنے والا اور فلسفیانہ خود فکر کے لئے سامان
 فراہم کر نیوالا ہو اس کتاب میں کشمکش حیات دنیوی صابر و آلام کا ایک خاص میر میں نظر آ
 کر کے ہمارے جذبات کو پاک صاف کرنے کی کوشش کی ہے اگر انگریزی میں اس کا
 ترجمہ کیا جائے تو یہ قبول ہوگا اور بلاشبہ ان کو مارگرٹ مینی کول کی تصنیف خاتون
 کی نظموں میں ممتاز جگہ ملے گی۔ آپ کے تصانیف کا ذکر کرنے سے پہلے
 اپنی جن کے نوجوان طبقہ کو آپ کا جو پیام ہے وہ معلوم کر نیکی لائق ہے
 آپ ادب ناول نویسوں کے طبقہ سے ہیں جسکی کوشش اپنے زمانہ کے
 طبقہ انسان کو روشن خیال بنانے میں صرف ہوئیں۔ آپ نے مسلم
 معاشرت کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی ہے۔ مثلاً ازدواج با محبت
 پردہ، (جو جسمانی اور دماغی خرابیوں کا باعث ہے) دولت کی شادی،
 مناکحت بلا سکا طرسن و سال نیز آپ نے ایک متعلقانہ طور پر معاشرتی

۱۲۴
 خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کی جو آپ کے طبقہ کی عورتوں میں سرایت
 کر گئی تھیں، تعلیم نواں اور پردہ کی نسبت آپ کا پیام حقیقت میں
 نہایت موثر تھا۔ آپ کی ناولوں کا پچوڑ، وفاداری، عصمت، فرمانبرداری ہے
 آپ نے اپنی بہنوں کو اپنا مشن اور دنیا میں بہتی انسانی کے ضرورت کے
 سمجھنے پر روز دیا ہے۔ اپنی ناولوں کے ذریعہ اچھی زندگی اچھے خیالات
 اچھے کاموں کے نسبت عوز و فکر کرنے کا موقع دیا ہے۔ اپنی نظموں کے ذریعے
 شیعہ و سنی کے اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جس سے آپ کے
 کم تعلیم یافتہ بہنوں کے غلط فہمیوں کی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ آپ کے قصائد
 جہاں کہیں پڑھے گئے روشن خیالی پیدا کر سکے موثر ہوئے۔
 آپ کی بڑی زبردست خدمت، پردہ کے متعاصب مایوں کے
 خلاف دانشمندانہ تحریک پر مشتمل ہے۔ جہاں کہیں رہیں نہایت سنگت
 مزاجی سے مخالفتوں کا مقابلہ کیا آپ کے مخلص اور مہر دانہ مشور و سک
 آپ کی بہنوں کو پردہ کے جائز حدود کا امتیاز پیدا ہوا۔ اس طریقے سے
 آپ نے پردہ کے تاریک پہلو کو دور کر کے سچی کی یہاں یہ بات ظاہر کر دینا
 مناسب ہے کہ آپ قطرہ کی گرویدہ تھیں۔ آپ کی ناولیں حسین مرغزاروں
 کا سچا مرقعہ ہیں۔ بحیثیت شاعر، آپ کے کلام میں سوز و گداز خیالات میں
 بلند پروازی ہے، صحر اکا بھول، ایک الماس تابش ہے رازِ اطلال سلطان

۱۲۵
 محبوبال میں اہم عنوانات پر آپ نے مضامین لکھے جو عام طور پر اور
 سر شیخ عبدالقادر کی نظروں میں پسندیدہ ثابت ہوئے۔ تہذیب
 ظل السلطان، مخزن، خاتون الزمانہ کے ایڈیٹروں نے وقت
 فوقتاً آپ کے بیش بہا مضامین پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے یہی سائل
 شمالی ہند میں آپ کی شہرت کا سبب ہوئے ہیں۔ آپ کی تصانیف اکثر شائع
 ہو چکی ہیں اور بعض زیر طبع ہیں۔ آپ نے دو لڑکیاں چھوڑیں ہیں آپ کے
 رفیق حیات جناب سید محمد اسماعیل صاحب و طیفعیاب مددگار تعمیرات
 حیدرآباد دکن اسوقت مدراس میں مقیم ہیں اور وسیع النظری اور
 آزاد خیالی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ آپ کی بڑی صاحبزادی
 جو کاظم علیہ صاحب الفاضل ڈپٹی کلکٹر کی اہلیہ ہیں وسیع النظری اور
 اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور چھوٹی نس جناب اسماعیل دنیائے صحافت
 میں خاصی شہرت رکھتی ہیں اور اپنی والدہ محترمہ کے نقش قدم پر
 جادہ پیما ہیں۔

نفس ۱۔ حالات تذکرہ ہیں انگریزی میں موصول ہوئے جو بجنہ
 ترجمہ کر کے درج کر دیئے گئے ہیں۔ نہایت تاسف سے کہنا پڑتا ہے
 کہ خاتون محترمہ تذکرہ کی ترتیب کے دوران ہی میں بمقام مدراس
 مشائخ میں انتقال کر گئیں۔ اِنَّ اللہَ وَاِنَّ اللہَ لَیَجْعَلُ

ذیل مضمون مرحوم کے مذرت خلیل کا مضمون ہے۔ ۱۲۶

ہندو عورت کے جذبات کملا تو مہربا کیوں گئی!!

”کملا تو مہربا کیوں گئی؟“ میری چند روپ کملا! تو نڈھال کیوں ہو گئی؟ میں سہہ میں سے پوچھو گئی امراؤ سنگھ ترے پتی سے پوچھو گئی کہ تجھے کس نے مہربا کیا۔ کس نے دکھ دیا، کملا کمزور لہجے میں، میری ماما میری گنگا دیہی، میری بھگیرتی، آہ یہ مجھ سے نہ پوچھ۔ میں مہربا گئی تو اس کا سبب ہی تھا۔ بہار پر خزاں مسلط ہے۔ چاند پر بدلیاں بھی محیط ہوا کرتی ہیں۔ میری مان! آہ مجھے نہ پوچھ،

ماں نے کہا، آہ نہ پوچھو! کیوں کرنے پوچھو! کیسے برشت کر دو! ہائے کس نے میری کلی کو مہربا دیا۔ اے انصاف کے دیوتاؤ! میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں بتاتی، تم جواب دو، میری کملا تو نازک کلی تھی، پتی برت دہرم زبان کو روک رہا ہے، ماں تم مجھے مجبور نہ کرو، کملا نے اپنے دل کو ہاتھوں سے دبایا، ماں کی گود میں سر کلھکر رونے لگی۔

مال، آتش رقابت کی جگر خراش آہیں تیرے سینہ سے نکل کر
 میرے جسم و روح کو چھونک رہی ہیں۔ تری حسرت بھری آنکھ داتاں غم
 کی تہید کہ رہی ہے۔ پھر میں کیوں نہ پوچھوں کہ تجھے کس نے مرجھالی ہے؟
 کھلا، کاٹھا تانا باندھا کہ رہا تھا کہ اسکی جنبش دل نے اسکے پورے جسم پر
 محیط قبضہ کیا ہے سنہری ساڑی کا انچل ڈھل کر زمین پر آ رہا تھا
 اس کے لب مرعش ہاتھ میں ایک کھلا ہوا خط تھا جسکو وہ اس نظر سے
 دیکھ رہی تھی کہ گویا اس کے ہر رگ و پے کا جذبہ دھواکتا کہنچکا اسکی
 آنکھوں میں آگیا تھا، اوجھگواں یہ کیا پڑھ رہی ہوں کیا مری کمزور
 نظروں کی غلطی ہے؟ نہیں۔ آہ ہرگز نہیں۔ پھر تو کیا یہ میرا نوشتہ تقدیر ہے
 آدے امر اسنگھ! آہ اے پتی! تم نے مجھے سخت دھوکہ دیا اکاش
 میری شادی کے پیشہ مجھ سے کہ دیا ہوتا!

خواب امیدیں بند ہیں آخر چوی حراماں لہیب۔ بدلیاں ٹھہیں مگر
 بجلی کرانے کے لئے کیا اسکی خبر مانا اور پتا کو کر دوں؟ کیا وہ میری بگڑنے
 والی قسمت کو پھر ایک مرتبہ سنبھال لینگے؟ آہ نہیں اب اس سے کیا
 ہو سکتا ہے، پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ میں اب انکی نہ رہی بلکہ اس
 مری قسمت کے بھاڑنے والے نے قبضہ کر لیا!
 پھر خط اوٹھا کر پڑھنے لگی۔ ”پریم تاتھا“ افوہ یہ کون ہے؟

کیا میری خوشنوکی یہ بھی حصہ دار بنائی گئی ہے؟ رام رام۔ یہ کیا ہو گیا! آخر میں نے کیا خطا کی تھی؟ مجھے اس طرح زندہ درگور کرنا ہی کیا ضرورت تھا؟ کیا میری بد نصیب ہستی ان سے شریک زندگی بنانے کی متمنی تھی؟ کیا کبھی میں نے ان سے ایسی خواہش کی تھی؟ اور نصیب! اب کیا کر دوں! جاؤ یہ دنیا اچھی نہیں۔ یہاں کے بس نے والے بادشاہ سچے نہیں، یہ کبکھر اس سے خط حفاظت سے رکھ چھوڑا۔

یہ مجھے چکر کیوں آ رہے ہیں؟ کیا میرے جذبہ ناسائیت میری ہستی سے ٹھکرائے جا کر غیر متذروح مجھ سے جدا ہو رہی ہے؟ آہ اے پتی تم نے مجھ سے سخت دشمنی کی،، امراؤ سنگھ کمرہ میں غل ہو رہے تھے! انہوں نے صرف،، آہ اے پتی، سن لیا تھا۔ کھلا کو بیہوش پا کر ہاتھوں پر اٹھالیا۔ پلنگ پر لٹا دیا۔ دم بھر میں محل میں خبر ہو گئی۔ لیلادوتی۔ سانوری سندر۔ انبادیوی، ساتھ ہے ساری کنیزیں دوڑی پڑیں امراؤ سنگھ زرد ہو چکے تھے، انھیں تمام کے خیالات نے بدحواسی آہ اے پتی، آخر کھلانے کیوں کہا کیا غشی سے پیشتر وہ مجھے پاس لیکھنا چاہتی تھیں، میری غیر حاضری میں کسی نے مرے حالات انہیں بتا دیئے ہیں جنگی انہیں برداشت نہ ہو سکی،، امراؤ سنگھ نے دل سے کہا جب ہوش آیا۔ امراؤ سنگھ نے کہا، کھلا۔ میری عزیز بیوی! کہو! آخر ماجرا کیا ہے؟

۱۲۹
اس نے خوبصورت آنکھوں کو کمزور اور اسے متحرک کر کے کہا آہ یہ مجھ سے
نہ پوچھو جائے مہاراج! میرے دل کی دوا نہ کیجئے۔ درد پہناں ہوتا
نہانی میں راحت ہے۔ تڑپ میں سکھ پاتی ہوں۔



نور جمال ناز

ناور محمد بن میرزا علی محمد خان صاحب ماہ اکتوبر بمبئی میں پیدا ہوئے
آپ قوم مغل سے ہیں۔ آبائی وطن ایران ہے۔ آپ کے اجداد شیراز کے
سربراہ اور دہ لوگوں سے تھے جن کے حالات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں
سب سے پہلے آپ کے دادا فتنی علی اکبر خاں نے ترک وطن کر کے
قندھار کی معرکہ آرا لڑائی میں اہم حصہ لیا اور اسے فتح کر کے بمبئی میں
قیام پذیر ہوئے ان کا عقد قندھار کے وزیر اعظم کی صاحبزادی سے ہوا
تھا۔ آپ کے دادا مرزا حسین خاں نے اپنی جمالی آواز اور روی کے باعث
حکومت کی ملازمت ناپسند کر کے سلاطین کا پیشہ اختیار کر لیا اور اپنے
فرد میں بہت کچھ نامور ہوئے ان کے سب سے بڑے فرزند یعنی موصوفہ
کے پدر برزگوں نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلنا مناسب تصور کیا اور وہ
اس وقت بمبئی کے قدیم ترین سلاطین شہزادے کے جاتے ہیں جس کا موصوفہ

کچھ وقت بل بلک کاموں میں بھی پیش پیش رہے تھے سیو پل کارپوریشن کے
 وہ پریزیڈنٹ رہ چکے ہیں اور حال ہی میں بمبئی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنے
 ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی مرزا علی اکبر خٹنا ایک عرصہ تک پراکٹس کرکے بحیثیت
 جج بمبئی ہائیکورٹ میں اس وقت کا رزما ہیں آپ مستقل طور پر سنہ ۱۹۱۲ء تک
 بمبئی میں مملکت ایران کے قونصل بھی رہ چکے ہیں۔ ان سے چھوٹے بھائی
 مرزا علی رضا خاں صاحب ایم اے بیرسٹریٹ لا اب تک پراکٹس کرتے
 ہیں۔ آپ اپنے والدین کی اولاد اکبر ہیں۔ آپ کی ولادت بقول آپ کی
 والدہ کے نہایت مبارک ثابت ہوئی اور اس موقع پر غیر معمولی خوشی
 کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ سلطنت مغلیہ کی اوس اوالعزم ہستی جس نے شان
 ملوکیت کے ساتھ ہندوستان کی تمام حکومت عرصہ اور ان تک سنبھالی تھی
 یعنی ”نور جہاں“ کے نام سے آپ نام زد کی گئیں۔ تربیت و تعلیم کا
 نہایت عمدہ اور اعلیٰ پیمانہ پر انتظام کیا گیا چنانچہ آٹھ برس کی عمر میں
 آپ نے قرآن شریف اور دوسری بہت سی مزمذی اردو فارسی کی
 کتابیں ختم کر لیں۔ باوجود آپ کی والدہ کے مخالفت کے سنہ ۱۹۱۶ء میں
 آپ کے والد نے زنانہ فورٹ کاننٹ ہائی اسکول (سٹرک
 کرادیا۔ جہاں فرینچ۔ لاطینی زبان کے تعلیم کا نہایت عمدہ انتظام تھا
 سنہ ۱۹۲۶ء تک یعنی جب آپ نے اسکول چھوڑا ہے۔ لٹریچر حلق

۱۳۲
 جزافیہ۔ دستکاری۔ سائنس۔ تماشائی۔ موسیقی۔ اور حفظانِ صحت کی
 خاطر خواہ تعلیم پانچویں تھیں۔ جماعتِ اہل امتحانات میں ہمیشہ سب سے
 ممتاز رہتی تھیں اور اکثر انعامات حاصل کئے ہیں۔ اسکول کی تعلیم کے
 دوران میں تعطیلات اور فرصت کے موقع پر گھر پر بھی تعلیم جاری رہتی
 تھی۔ اردو۔ فارسی۔ دینیات کے علاوہ گجراتی کی تعلیم بھی پائی گئی ہے۔
 اور انگریزی تو ایسی بولتی ہے گو یا مادری زبان ہے پردہ کی پابندی
 کے باعث ملٹک کے امتحان میں شریک نہ ہو سکیں۔

اسکول ترک کر نیکے بعد سے آپ کا وقت زیادہ تر مطالعہ کتب
 انتظام خانہ داری، اور مصنفین بخاری میں صرف ہوتا ہے۔ اگرچہ
 مادری زبان فارسی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ اردو سے آپ کو
 بے انتہا شغف ہے اور اس میں شریک بھی حصہ دراز سے کہتی ہیں یا لیں
 تو فنونِ لطیفہ سے غیر معمولی دلچسپی ہے لیکن موسیقی سے خاص لگاؤ ہے
 ہر قسم کے ساز بجانا جانتی ہیں اور مختلف راگ راگینوں پر کافی عبور ہے
 فنِ موسیقی کی تعلیم کے لئے زیادہ تو اپنے طبعی لگاؤ اور فطری قابلیت کی
 برہین بنت ہیں، ادب لطیف کا مطالعہ اور اسمیں خامہ فرسائی طبیعت کو
 بہت بھاتی ہے۔ اپنے ماحول کے برخلاف طبیعت کی ادھان کچھ اسطرح
 چھٹی ہے کہ سارہ دلچسپی بہت مرغوب ہے۔ مغربی تعلیم اور تربیت کے

باد جو دہمپی زنگ بہت چڑھا ہوا ہے۔ قدیم معاشرت کی ایک بڑی حد
 دلدادہ ہیں اور اپنا مقصود حیاتِ خدمتہ خلق سمجھتی ہیں۔ زبان اردو
 کے تقریباً حوالہ رسائل آپ کے پاس آتے ہیں جن کے علاوہ انگریزی
 رسائل اور اخبار میں بھی آپ کا وقت دیکھی سے گزرتا ہے، آپ کے مضامین
 ملک کے مختلف رسائل میں شائع ہوا کرتے ہیں ترتیب تذکرہ میں آپ
 کی اعانت نہایت وقع ہے ذیل کے اشعار ذوقِ شعری کے قمرِ نم کیف ہیں۔

دل سے عشق سے لبریز ہوا خوب ہوا	نور سے سینہ جو معمور ہوا خوب ہوا
قل کار یار نے اقرار کیا ہوا ہے	خوں بہانا اسے منظور ہوا خوب ہوا
خاک ہم ہو تو گئے سوز نہانی سحر مگر	سودِ ظن دل ہوتے دور ہوا خوب ہوا
جوئے خوں چشم سے جاری ہوا ہے	اک جگر میں مرنا مسود ہوا خوب ہوا

تو کہاں ہے؟

میں نے تری جستجو میں کائناتِ عالم کا دزدہ دزدہ چھاں ڈالا۔ فضلِ بہار
 میں، گلوں کی رنگینوں میں۔ غنچوں کی چٹک میں، بجلیوں کے تبسم میں،
 سچلوں کی خسری میں، دریائے بیج و خم میں، سبزہ کی محویت میں،
 فلک نیلوفر کے حجاب میں، سرخی شفق کی دلکشی میں۔ ستاروں کی تابندی
 میں، پیش آفتاب میں خلی ماہ میں۔
 لیکن آہ۔۔ تو کہاں ہے؟

صبح نسیم سحری جب مردہ راحت لاتی ہے، میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں
 شب میں شب نسیم جب سبزہ کو سیراب کرتی ہے۔ میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں۔
 آفتاب جو وقت اپنے روئے منور سے نقاب شب اٹھاتا ہے،
 اور تاریکی عالم پر ضیا باری کرتا ہوا آتا ہے۔ میں تجھے ڈھونڈ سکتی ہوں
 ماہ شب افروز جب چاند نورانی سے مادر گیتی کو سنوارتا ہے۔ میں سمجھتی
 ہوں کہ تو آگیا۔

لیکن آہ ”تو کہاں ہے“

طائروں کے نعمتون پر مجھے تیری آواز کا گمان ہوتا ہے، زمانہ
 کروٹ بدلتا ہے، موسم اپنے راگ سناتے ہیں، بادل گرجتے ہیں، بجلی
 چمکتی ہے، منہ برستا ہے، دھوپ نکلتی ہے، سردی پڑتی ہے، گرمی
 ہوتی ہے۔ میری آنکھیں صرف تجھے ڈھونڈ سکتی ہیں۔

لیکن تو کہاں ہے“

مطر بہ گباری ہے، ساز بج رہا ہے۔ پیانا چھلک رہا ہے، ساقی مہنگا
 مصل مدہوش ہے، میں تجھے ڈھونڈ رہی ہوں؛

لیکن تو کہاں ہے“

اذاں کی صدا گونجتی ہے، غازی بہر بسودہاں، جھکدے میں نافوس
 کی صدائیں بلند ہیں۔ پجاری بتوں کے روبرو منہ بگوں ہیں لیکن میں

بتا۔ ”تو کہاں ہے“

اے مرے دل کے سکون۔ میری زندگی کے سہارے، میری تباہی کے مرکز۔ مرے خیالی انیس، اس سچ بتا کہ تجھے کہاں پاؤں، کہاں سے لاؤں میری زندگی بیکار ہے۔ میری شمع عقل خاموش ہے۔ میرے ہوش پر آگندہ ہیں مجھے بتا ہاں مجھے بتا اپنی مدہوش کر دینے والی آواز سنا، اور بتا کہ ”تو کہاں ہے“

میری پرستار ناتواں ہے۔ حقیر ہے۔ اس میں سکت نہیں۔ قوت نہیں کس طرح تجھے تلاش کرے تو ہی بتا کہ ”تو کہاں ہے“

میری بے چینوں نے میرے دل کی آنکھوں کو روشن کیا عقل نے اٹھا کیا، اور میں نے اسے کائنات کے کشتے میں پایا۔ کائنات کی ہر شے نے اپنی خاموش زبان میں کہا جیسے تو ڈھونڈ رہی ہے۔ وہ یہاں ہے



محمودہ خستہ

بنت خواجہ محمد عباد اللہ صاحب اختر بی اے تحصیلدار
 دینا نگر ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئیں۔ امرت سری ذات کے برہمن
 اور کشمیری اصل ہیں آپ کے بزرگ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں
 لاہور آئے اور پشیمینہ کی تجارت کرتے تھے لاہور میں رہائش اختیار کی
 تعلیم کا سلسلہ گھر ہی پر رہا ابتدائی تعلیم والد سے پائی۔ بعدہ فرصت کے
 اوقات میں والد سے تعلیم حاصل کرتی رہیں۔ نہایت ذہین اور ذکی ہیں
 تحریر و ال امدد کچھ ہوتی ہے۔ نہایت وسیع معلومات رکھتی ہیں
 بحث مدلل ہوتی ہے آپ کی ایک چھٹی ہشیر بھی ہے آپ کے برادر بزرگ
 کریمت اللہ صاحب قمر اس وقت بی اے کے امتحان کی تیاری میں مصروف
 ہیں۔ ذیل کے خیالات آپ کی قابلیت کے شاہد ہیں۔ ترتیب مذکورہ میں
 آپ نے ممکنہ امداد دی ہے۔

یہ خدا اشارات

پردہ نہایت اچھی چیز ہے اور عورتوں کا زیور ہے لیکن پردہ وہی پردہ ہے جس کا مذکور قرآن میں ہے نہ کہ وہ پردہ جو اون مردوں نے رائج کر رکھا ہے جسکی عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

یہ پردہ تو بروئے توراۃ ابتدا میں فاحشہ عورتوں کا نشان تھا۔ یہودہ ابن یعقوب علیہ السلام کے حالات میں اس کا مذکور ہے یہ نہایت مذموم پردہ ہے اور مخالف اسلام ہے۔

مذموم پردہ کسی نہ کسی صورت میں عام ہے مثلاً اس بدتمت مہندوؤں دیکھو ہمارے ہندو سجاویں میں ذات پات کی کتنی سختی سے پابندی کی جاتی ہے یہی پردہ ہے کہ ایک ذات کا آدمی دوسری ذات سے علیحدہ رہے یہ اختلاط بروئے دھرم شاستر ممنوع ہے لیکن اسلام میں یہ امتیاز نہیں ہے قبائل اور شعوب کا امتیاز بلاشبہ فطری ہے لیکن ہوائے نفس انسانی نے اسکو معیاد فضیلت قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ اسکی عرض محض تعارف ہے جب ہم کسی شخص کی دلالت اور قومیت اور سکونت دریافت کرتے ہیں تو مدعا تعارف ہی ہوتا ہے ایسا پردہ شرمی اور سنگھٹن کی جڑ کاٹنے کے لئے کافی ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض روشن ماغ ہندو اس بات پر زور

۱۳۸
 دے رہے ہیں کہ ذات پات کے قیام کے ساتھ چھوت چھات کو ترک کرنا چاہئے
 منافرت جو احساس مغائرت سے پیدا ہوتی ہے انسانیت سے بعید ہے اگر ہندوؤں
 نے یہ مذہب پر وہ اٹھانے کی کوشش کی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انکے مذہبی
 عقائد پر بھی پسندیدہ اثر پڑے گا۔ انکے ہاں ذات پات کا امتیاز مسئلہ سنگ
 پر سنی ہے جس کا مفہوم ہے کہ انسان اپنے کرم سے جنم لیتا ہے اگر اچھے کرم
 یعنی عمل کئے تو برہمن یا چتری کے گھر پیدا ہوگا۔ اور اگر برے کام کئے تو شوبر
 کے ہاں جنم لے گا اس طرح کرم کے مطابق مالدار اور مفلس اور مغز اور ذلیل
 انسان پیدائش سے ہوتا ہے اسلئے اگر ہندوؤں نے ذات پات کے ساتھ
 چھوت چھات کو ترک کر دیا تو وہ اسلامی عالم گیر اخوت کو تسلیم کر لینگے۔

بلاشبہ انسان اپنے اعمال ہی سے مغز اور ذلیل ہوتا ہے اولیٰ حل
 تک ہمارے ہندوؤں سے اتفاق ہے لیکن فی الحقیقت پیدائش کا اس سے
 کچھ تعلق نہیں۔ اگر یہ نظریہ اصولاً صحیح ہوتا تو جنہیں ہندو شورو کہتے ہیں
 ان میں سے کوئی مغز نہ ہوتا اگرچہ حکومت کے بل بوتے پر شوروں کو برہمنی
 زمانہ میں آریہ ہندوؤں نے کبھی ابھرنے نہیں دیا لیکن آج وہ ترقی کر رہے
 ہیں اور مغز و عہدوں پر ممتاز نظر آتے ہیں ہندوستان کے شوروں
 پر ہی کیا سو فہم ہندوستان کے باہر بھی انسان ہی آباد تھے
 اور ہیں ان پر ہر شہرستانی ذاتوں کا اطلاق کس طرح ہوگا۔ ہندو شاید

۱۳۹
تسلیم نہ کریں بسکریں میں یہ ضرور کہہ چکی کہ انکے زوال کا باعث ہی یہ ذات
پاک امتیاز ہے۔ ہندوستان کے شودرا بھرنے سکے لیکن باہر کے شودرا انکے
گھروں میں آگھسے اور آج تک سلطنت کرتے چلے آ رہے ہیں محکوم قوم
مہیشہ ذلیل زندگی بسر کرتی ہے۔ دوسرا مذہم پردہ اس اول الذکر پردہ
کی ایک صورت ہے۔ قومی ضعیف کو دبائے رکھتا ہے حاکم محکوم کو اور غنی
مغلس کو اور مرد عورت کو برابر کا انسان نہیں سمجھتا بلاشبہ ایک کو ایک
پر فضیلت حاصل ہے اور فضیلت اللہ کی عنایت ہے اسلئے ارشاد
الہی کے مطابق جس کو جس میں فضیلت حاصل ہے اسکا شکر ادا کرے
اگر کسی کو زرق میں برتری ہے تو وہ زبردستوں کو کھلائے لیکن عموماً انسان
ناشکر گزار ہے یہی وجہ ہے کہ حاکم محکوم اور غنی مغلس ہو جاتے ہیں ایسا
انقلاب ہر ایک زمانہ میں ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا جب تک کہ نوعیت
فضل کے ساتھ اشارے سے کام نہ لیتے محکوم حاکم ہو سکتا ہے مغلس غنی
بن سکتا ہے لیکن مرد مرد ہے اور عورت عورت ہی رہے گی مرد قوی اور
عورت ضعیف مخلوق ہوتی ہے مرد کو عورت پر ایک گونہ تفصیلت ہے
اسلئے ارشاد الہی ہے کہ مرد عورت کا سرپرست ہے یعنی مرد کو قوت
اسلئے عطا ہوئی ہے کہ وہ ضعیف مخلوق عورت کی سرپرستی کرے اسلئے
جان و مال کا محافظ ہو اگر خدا چاہتا تو عورت کو بھی مرد کی طرح قوی مخلوق

۱۴۰
 بنانا مگر ارشادِ الہی کا مفہوم یہ ہے کہ فضیلت اس لئے دیکھنی ہے کہ اس میں
 اہل فضل کی آزمائش ہو تاکہ ظاہر ہو کہ احسن عمل کون کرتا ہے یہ تقاضائے
 فطرت ہے کہ ایک ہی جنس کے افراد میں مودت اور رحمت ہوتی ہے یہی وجہ
 ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رسول اور انبیاء اہنی کی جنس سے
 پیدا کرتا ہے تاکہ وہ بہ تقاضائے فطرت گمراہ بندوں کو راہِ راست پلائیں
 اور رحمت ثابت ہوں۔ ہمارے رسول کریم رحمۃ اللعالمین ہیں اور تمام
 بنی نوع کیلئے رحمت ہیں اسلئے کوئی رسول یا نبی عالم انسانی میں فرشتہ
 یا جن غرض غیر انسان نہیں ہو سکتا، کدھم جنس باہم جنس پر دوا، اسی طرح
 مرد اور عورت کی پیدائش نفس واحد سے ہوتی ہے اور وہ ایک جنس ہیں
 اور کفاح کی علت خانی بھی یہی ہے کہ ان میں فطری مودت اور رحمت ہو
 اسلئے مرد کی سرپرستی اگر مودت و رحمت کے ساتھ نہیں تو وہ اس فضیلت
 کا ناجائز استعمال کر رہا ہے جو اسکو دیکھنی ہے حاکم بھی محکوم کا سرپرست ہے،
 اسی طرح جس طرح والدین بچوں کے سرپرست ہیں جب وہ بالغ ہو جائیں تو
 یہ سرپرستی اٹھ جاتی ہے اگر اس پر بھی سرپرستی کا ارڈنڈا اڈکے سر رہا تو وہ
 جبر و اکراہ سے تعبیر ہوگا اسلام جس کے ساتھ رسول کریم مبعوث ہوئے اکراہ
 کو جائز نہیں رکھتا کیوں کہ فہم انسانی بالغ ہو چکا ہے اور ہدایت اور گمراہی
 میں امتیاز کر سکتا ہے یہ ظاہر ہے کہ عورت فطرتاً مرد کی سرپرستی سے آزاد

ہیں جو کتنی اسلئے آزادی کیلئے جو کوشش ہو رہی ہے وہ دراصل مردوں کو راہ راست پر لانے کیلئے ایک چال ہے اگر مرد راہ راست پر نہ آئے تو نتیجہ خطرناک نکلا جب کسی حکومت کے آئین اور قوانین پر لوگ عمل نہیں کرتے تو ملک میں بد نظمی اور اوسکے ساتھ بغاوت رونما ہوتی ہے اسطرح جب لوگ قوانین فطرت سے باتبع ہوئی نفس سرکشی اختیار کرتے ہیں قذاب کے مزائے ہیں اسکے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ مرد فطری سرپرستی جو مودت اور رحمت ہے چھوڑ بیٹھے ہیں اور باتبع ہوئی نفس عورتوں کو وہ حقوق نہیں دیتے جو ویسے ہی ان پر ہیں۔ جیسے مردوں کے عورتوں پر اسلئے عورتیں بغاوت پر آمادہ ہیں یورپ میں تو یہ ہوا۔ مدت سے بگڑی ہوئی ہے مہندستان میں بھی اس کے عجوبے آرہے ہیں مناسب ہے کہ مرد اپنے فرائض کو سمجھیں اور عورتوں کو مناسب ہے کہ وہ صبر سے کام لیں (ان الشہر مع الصابرين) صبر کا مفہوم بے چارگی اور درماندگی نہیں ہے بلکہ استقلال ہے۔ مصائب کا مقابلہ کرو اور ثبات قدم رہو۔ لیکن اعتدال سے نہ بڑھو۔ اپنے حقوق طلب کرو اور اگر مزدورت ہو تو زور سے کرو لیکن شرمیدانہ کرو بہر حال بہت کچھ مردوں کے طرز عمل پر موقوف ہے۔

آج کل کہنے کو تو کہتے ہیں کہ عورتیں آزادی کی خواہ ہیں اور مردوں کی طرح تمام کاروبار کرتی ہیں لیکن مجھے بہت سے بہنوں کا حال

۴۲
 معلوم ہے کہ وہ شخص اپنے خداوند دل کے غلم سے تنگ آ کر پیٹ پالنے کا
 سامان کرتی ہیں خاوند یا تو بے روزگار ہیں کہ اپنے بیوی بچوں کی پرورش نہیں
 کر سکتے حالانکہ ارشاد الہی ہے کہ جو غفل ہے اسکو شادی نہیں کرنی چاہی اسکو
 صبر کرنا چاہی یہاں تک کہ وہ غنی ہو جائے ایسا غفل تلاش کیا خاک
 سرپرستی کر لیا یا ایسے بے حیت ہیں کہ ۔

تن آسانی گزید خوشن را زن و فرزند گیر ارد بہ سختی
 اب فرمائے کیا اسی کا نام سرپرستی ہے؟ جس پر مرد اترتے ہیں میں ایسی
 بہنوں سے بھی واقف ہوں جو محنت و مشقت سے مرد دل کا پیٹ
 پالتی ہیں اسلئے یہ کہنا چاہئے کہ وہ مرد مرد نہیں ہیں جو عورتوں کی سرپرستی
 نہیں کر سکتے اگر میں ان بہنوں کے حالات مفصل لکھوں تو انکی مصیبت
 بھری داستان سنکر پتھر کا دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ میری رائے
 تو یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی طرح کاروبار کر رہے ہیں تو اسکی وجہ
 ہے کہ مرد نااہل ہیں۔

عورت کا جو کچھ فطری کام ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ میں
 بیان فرما دیا ہے، ”شکین“ یعنی اس سے مرد کو تسکین خاطر حاصل ہو
 یہ جامع نفظ ہے اور اسکی شرح کیلئے عورت کی فطرۃ کا مطالعہ کرنا چاہی
 مرد کو یہ دیکھنا چاہی کہ اسے عورت کی ذات سے کس طرح فطری راحت

حاصل ہو سکتی ہے مگر پہلے مرد کو سرپرستی کا اہل بننا چاہی۔ نکاح کی علت دہنیں جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے تردید ”غیر مسافین“ سے بخوبی ہوتی ہے مہر بھی دراصل زر بدل نہیں ہے بلکہ مرد کی اہلیت کی نقد ضمانت ہے ”محصنین“ کا مفہوم یہ ہے کہ مرد اور عورت دائمی قید نکاح میں آئیں نہ کہ عارضی طور پر نکاح مقدس معاہدہ ہے عورت اور مرد میں مساوات ہے چونکہ مرد بوجہ قوت عورت کا سرپرست ہے اور نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے اسلئے اس کا معاوضہ اسکو وراثت میں مل جاتا ہے وہ عورت سے دگنا حصہ پاتا ہوا ارشاد الہی ہے کہ اگر مرد عورت کوئی دینیوی فائدہ حاصل کرنا چاہے اور عورت بھی رضامند ہو تو مرد کو چاہئے کہ اس کو بیسی ہی اجرت دے جو مقرر ہے کم و بیش وہ اپنی باہمی رضامندی سے کر سکتے ہیں لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں تلم ذلیل خدمت کرتی ہیں۔ باور چین دہو بن۔ درزن۔ مہتران۔ ایک گھر کی عورت ہوتی ہے اور اسے ان خدمات پر مجبور کیا جاتا ہے اسے ان کا معاوضہ تو کیا ملے گا۔ جو کچھ اس کا اپنا ہوتا ہے وہ بھی خورد برد پر جاتا ہے خود پرستی کی بھی حد ہے کہ مرد عورت کی ہستی ہی نہیں سمجھتے قرآن عظیم میں عورت کے علیحدہ مستقل حقوق ایسے ہی قرار دیئے ہیں جیسے مرد کے۔ عورت کی اپنی علیحدہ جائداد ہونی چاہئے تاکہ آڑے وقت میں کام آئے اور مرد یہ نہ سمجھے کہ سرپرستی کا مفہوم یہ ہے کہ عورت ہر وقت اسکی سرپرست

۴۴
 یہ سرپرستی ایسی ہی ہے جیسی تیماری کی انکی اموال محفوظ رہیں تو سرپرستی کا
 حق ادا ہوتا ہے اور سرپرست ان کا مال کھائے تو جہنم کی آگ پیٹ میں
 ڈالتا ہے۔

آج کل مسلمان نام نہاد عورتوں کو ورثہ سے محروم کرتے ہیں۔ اور
 دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ وراثت میں ہم شرع محمدی کے پابند نہیں ہیں
 عورت پر ایک صرف ایک ہی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اپنی
 عصمت کو غیر مرد سے محفوظ رکھے۔



حاج اسماعیل

بنت مولوی سید محمد اسماعیل صاحب حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئیں
ابتدائی تعلیم والدہ کے زیر نگرانی گھر پر حاصل کی۔ پھر یوروپین اسکولوں
میں بہت دنوں تک پڑھتی رہیں۔ بچپن سے چونکہ کانٹنٹ میں رہی
ہیں اسلئے انگریزی طرز معاشرت سے بخوبی واقف ہیں اور نہایت
رواں اور شستہ انگریزی بولتی ہیں۔ روش خیال تعلیم یافتہ ہیں
نمائند صحافت میں خاصی شہرت رکھتی ہیں۔ اردو بھی خوب لکھتی ہیں
خیالات نہایت سلیجے ہوئے ہوتے ہیں اور تحریر میں بے انتہا کشش
ہوتی ہے مضامین بہت دلکش ہوتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں
وسیع خیالات کو ادا کرنے میں خوب ملکہ ہے تہذیب نسواں لاہور کی
مشہور لکھنے والیوں میں آپ کا شمار ہے جس مضمون کو شروع کرتی ہیں
اوس کا پیرایہ اس قدر دلکش ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اکٹا نہیں بیٹا

وقت علمی مشغلوں میں بسر ہوتا ہے۔

والدہ کے انتقال کے بعد گھر کی ذمہ داریاں ٹریگہی ہیں، باوجود اسکے مرحومہ کے مکمل تقاضیف کو مکمل کرنے میں مصروف ہیں اپنے فرقہ کی جہالت اور پستی کا کافی احساس ہے۔ بالکل اپنی والدہ کے نقش قدم پر جا رہے ہیں۔ آج کل مدراس میں عقل سکونت ہے، عنقریب ایک طویل سیاحت کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تکمیل ارادہ کے بعد ایک کچھ سیاحت نامہ پبلک کے آگے پیش کرینگے۔ تندرہ جیل سے آپ کو بعد سہروردی ہے اور ممکنہ سچی کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ ذیل میں آپ کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

نغمہ موتِ روحانی بات چیت

تجھ کو کر دیں گے خبرِ یزدادِ سو کی
سرسپکتے ترے در پر مرے رماں ہو
تمہارے آسمانِ حیات سے زندگی کے چھلے سہائے کو، فرشتہ موت
کی بیزیم آنکھوں نے توڑ لیا! اللہ! یہ ماہی گیز بھی کیسے ظالم ہیں کہ
سمندر کے بہتر پانیوں میں سے نوجواں مچھلیوں کو علیحدہ کر لیتے ہیں۔
لوگوں کو کینکری کے پودوں پر سے بھونروں کو ہٹا دینے میں کیا لذت
ملتی ہوگی؟ اور طوفانی سیاہ سیاہ بادل، چھلے خوبصورت ہلال کو

اپنی آغوشِ ظلمت میں لے کر کون سرور حاصل کرتے ہونگے؟ ترو تازہ ملا
 کو مر جھا کر خزاں کے پتیلے جمبوگوں کو کیا لطف ملتا ہوگا؟ صبح سویرے
 جب میں اپنی کھڑکی کھول کر ہارسنگھار کے درخت کو دیکھتی ہوں اور گہنی پٹیل
 کو اس پر گاتا ہوں نہیں پاتی۔ اور بھرود پہر کے دراز ہونے والے تندر
 و رختوں کے سایہ سے گزدر کجنگل میں جاتی ہوں۔ اور وہاں بانس کے
 سر بلند رختوں پر دوپہر کی ہواؤں کے ساتھ طوطوں کا بیگر سر یا شوہر نہیں
 سنتی۔ اور سر شام گھاؤں سے گزرنے والے فوجی افزو کی گیل کی آواز
 میں کوئی فرحت افزا سرور جب محسوس نہیں کرتی تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ
 اب تم اس دنیا میں نہیں رہیں!! ہاں جیسا لوگوں نے مجھ سے کہا
 ہے وہ سچ ہے کہ تمہارا جہاز حیات موت کے سیاہ گرداب میں غرق اب
 ہو گیا! آہ!

میں جانتی ہوں کہ تم کو سمندر کے نیلگوں پانیوں اور سفید موجوں
 سے عشق شدید تھا! خوبصورت دھوپ و نرم چاندنیوں سے تمہیں کوہانی
 سرور حاصل ہوتا تھا! اشاعر کے گیت اور فاختاؤں بلبلوں کی آواز نے وہ
 واقف کاری عشق کی صدا میں تمہیں بے خود بنا دیتی تھیں! غروبِ طلوع
 کے نظائر تمہیں دیوانہ بنا دیتے تھے! آہ! تم! اے میرے لیے بیکارے اکال
 کی مقدس اور بزرگانہ ہستی کے بھین کی رفیق اور نو عمر بے تکلف ساتھ کی

۱۴۸
 کھلی سسلی تھیں! اور ہر مومن پر آزادانہ دلربا یاد انداز میں بحث گھنٹو
 کیا کرتی تھیں! میں جانتی ہوں کہ تم دنیا کی ماؤں میں نرالی تھیں!
 کیوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ماں، عمر بزرگ، رعب ار، اور جھریاں پرکے
 ہوئے چہرے والی ہوتی ہے۔ مگر برعکس اسکے میں یکجہتی تھی کہ تمہارا چہرہ
 ان جھریوں سے بالکل پاک تھا! تم اک نوجوان، خوبصورت محبت شعار،
 نازک اندام، سوسلی تھیں! تم کو، ماں، کون سمجھتا تھا؟ کیا کسی ماں
 میں ایسے اوصاف ہوتے ہیں؟

آہ— کیا طبع بنگالہ کی سفید چمیلی ریتوں پر تمہارے مقدس
 قدموں کے نشانات اب کبھی منقش نہیں ہوں گے؟ اور کیا اب تمہارے
 اس بیچارے خوبصورت چہیتے ”پالک“ کہتے کی سفید مظلوم گردن بد
 تمہارا امانتہ محبت کے انداز میں نہیں رکھا جائیگا۔ جسکو زندگی میں امداد
 پیار کرتی تھیں؟ اور کیا ان مصائبِ لامتناہی میں تم اپنے بچارے
 شوہر سے اظہارِ ہمدردی نہیں کرو گی جنہیں تمہاری رفاقت کے
 چھوٹنے نے زندگی سے سزا کر لیا ہے۔

دلبر کسی کا آہ۔ کسی سے جدا ہنو

دشمن کو بھی نصیبِ داغ اے خدا ہنو

اب بھی جبکہ تم کیف سے لطیف بگرد و سری دنیا میں چلی گئیں تمہیں یاد ہوگا

۴۹
 کہ ایک دن رمل غلیج پر کسی بات پرینٹ مل کر کہا تھا، کہ محبت کو دنیا کے
 لٹریچر سے نکال پھینکو، تو اے مرے رفیق!! اتم نے کس فاضلانہ نیتاً
 اور شاعرانہ سنجیدگی سے مرے اس نا تجربہ کار تیز فرائی کو شعریت میں ڈبو
 دیا تھا! آہ کیسی اچھی ناصح تھیں تم! اویس در یچوں کے آگے پرسنے
 والی شاعرانہ خوبصورتی کی تم شدید تھیں۔ اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی
 شاداب و ریچ میں تم نے اک نامکمل نظم کے چند بند لکھ دیئے اور کہیں
 چلی گئیں اور میں در پیچے میں پہنچی اور تمہاری بلا اجازت تمہاری نظم کو
 مکمل کر کے رکھ دیا!!

تم مسکرائیں اور چپ ہو رہیں! آہ کیسی اچھی داد خواہ تھیں تم!!
 میں کوئی ناکال فسانہ لکھتی اور تم فوراً ہی اسکو مکمل کر دیتیں! کیسی اچھی
 معاون و مدد برتھیں تم! آہ! ہم دونوں کی ہم خیالیوں نے ہم دونوں کو
 بالکل لک، بنادیا تھا! اللہ! آخر حسن کو عشق سے جدا کر کے نیچر کو کیا ملیگا
 آخر اب بھی تو تم نے، ادبیات، کو نامکمل چھوڑا ہے۔ کیا تم اجازت
 دو گی کہ میں اب تمہارے نامکمل ناویوں کو مکمل کر دوں؟ تمہیں یاد ہو گا
 کہ نامکمل کو مکمل کر دینا تمہاری زندگی میں ہم دونوں کا ایک ٹھیل تھا۔
 زندگی کی دشوار گزار تار ایک واویلوں، اور نامہوار گھاٹیوں میں
 ہم دونوں اپنے مہذاتی رفاقت ہم خیالی کے روشن چراغ کے سائے میں

کس آزادی سے قدیم اٹھائے چلے جا رہے تھے! آہ کسی اچھی رہبر تم
 اللہ! آخر شکستہ کنول کو، تالاب کے شفاف پانیوں سے جدا کر کے
 کھلائے ہوئے دیکھنے میں لوگوں کو کون سا سرور حاصل ہوتا ہوگا؟

آہ! کیا اب یہ خوبصورت مناظر، یہ لائق تہنیتی سمندر کا مدھبوز
 یہ آنکھوں کے چونہ ہانے والے طلوع و غروب کے سرخ نفاڑ، شاعر کے
 دلکش گیت۔ اے ماں کی پیاری روح! انہیں متحیر کر کے عالم ارواح
 یہاں پہنچ لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟ جہاں —

اک سرخ گلاب کی ٹیکڑیاں منتشر ہو گئی ہیں اور اک رگ لاپنے
 والی بلبل موت کا نغمہ جیتے ہوئی قمرستانوں کی طرف آڑ گئی ہے۔
 آہ! تو کیا یہ میری رہبر تھی! میں نے دیکھا کہ موسم گل کی قدر دان
 شعریت سے مخمور چڑیا۔ اب یوم خزاں میں سرو کے اک سناں خست
 پر بیٹھی معرفت آلمی کا رگ آلاپنے والے مہجور پرند، فاختے کی رفا
 کر رہی ہے اور اسکے سامنے سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی خوبصورت
 دیوار کھڑی ہے جبر کندہ ہے۔ ”عباسی بیگم“

ذرا اوجھلے آہود و انہوہا تھا جا کہ یہ اسکی لحد ہے جو ابھی جینے کتا تھا!

ہندی سکیم

ہندوستان کے مشہور ادیب اور بہترین انشا پرداز ایم ہندی سنہا
 افادی الاقصادی کی زوجہ محترمہ ہوتی ہیں۔ جنکی نسبت علامہ شبلی
 مرحوم نے، نذیر احمد و آزاد کی دوروحوں نے ایک قالب اختیار کیا ہے
 کہا تھا اگرچہ آپ کا آبائی وطن جو پور ہے لیکن آپ کے پدر بزرگوار
 حلقہ انکپٹر تھے اور سلسلہ ملازمت گورکھپور آئے وہیں شادی کی
 اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا جائے ادیں خریدیں آپ گورکھپور میں پیدا ہوئے
 تعلیم گھر ہی پر استانیوں کے ذریعے ہوئی۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں آپ کی
 شادی ہوئی اور پورے بارہ برس ایک جہت تک اپنے قابل رشک
 اور لائق انشا پرداز شوہر کی رفیق حیات بنی رہیں افسوس کہ نومبر ۱۹۲۲ء
 کو آپ کے شوہر نے آپ کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دیا جس کے صدمہ
 آپ ہمیشہ علیل رہتی ہیں۔ آپ چار بھائی ہیں لیکن اب صرف

۵۲
 اکیلی آپ رہ گئی ہیں۔ آپ کی تعلیم میں جو کچھ خامی رہ گئی تھی اسے مرحوم کی
 فیض صحبت نے دگر دی آپ کے جوہر قابلیت کا اندازہ افادات
 مہدی کے دیباچہ سے ہوتا ہے اردو ادب پر ایک یہ احسان عظیم ہے کہ
 مرحوم کے جواہر پاروں کو کتابی صورت میں محفوظ کر دیا ہے آپ کا مذاق بہت
 سنجیدہ اور سستہ ہے آج کل ”رقعات مہدی“ کی تربیت میں مفرق
 ہیں اس وقت آپ کے تین صاحبزادے ہیں جن میں ایک ڈپٹی کلکٹر ہیں
 اور دو چھوٹے لڑکے زیر تعلیم ہیں۔ کبھی کبھی آپ کے مضامین نظر افروز
 ہوتے ہیں۔

عورت اور اسکی ادبی ترقی

رسالہ نقاد اگر جن بہنوں کے ہاں آتا تھا وہ نہیں یاد ہو گا کہ اپریل
 ۱۹۱۷ء کے نقاد میں ایک فرضی بی قمر زانی صاحبہ جلوہ گر کی گئیں تھیں
 جنکی انتہائی قابلیت اور نازک خیالی پر تمام طبقہ ذکور الٹ پلٹ ہو گیا
 تھا۔ یہاں تک کہ نقاد کے مصنفوں نگاروں کے طرز تحریر آنا فانا بغیر
 امتیاز سن کچھ کے کچھ ہو گئے ابوعلی لشکر پھر کی جگہ صرف عشقہ معنائیں
 خالص بی قمر زانی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے نظر آنے لگے مئی ۱۹۱۷ء
 کا نقاد اچھا خاصہ دفتر عشق بن گیا پھر کیا تھا قمر زانی کی رہی سہی کمی

”جی ناہید“ (سے خدا بھیجے) انہوں نے پورا روی جس کا اعادہ جی مری
 غیرت نسائی گوارا نہیں کرتی مگر خدا کا ہزاروں شکر ہے کہ اس نے طبقہ
 نسواں کی عزت رکھ لی یعنی بہت جلد راز سے پردہ اٹھ گیا۔ لیکن ادھو دھنی
 کچھ نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو مضامین اور غزلیں لکھنے کا شوق پیدا ہوا
 کاش کے یہ نظم اور نثر دونوں میں علمی رنگ اختیار کرتیں جس سے ثابت
 ہو تاکہ ان کا مقصد اپنی قوم بلکہ طبقہ کو کچھ فائدہ پہنچانا ہے لیکن افسوس کہ
 ایک غلط اور خطرناک راستہ پر آنکھیں بند کئے سرپ بھاگی جاری
 ہیں کیا اس دور میں ججاد کے چار آنکھیں رکھنے کے بعد بھی نہیں اپنے
 سامنے جھاڑی کے کانٹے نظر میں آتے لیکن پھر بھی ماتھر یہ کار لو کہیں
 اپنے شباب کی اُمنگوں اور نئے نئے جذبات کو جو ایشائی کیلئے چار دیواری
 کے مذر صرف شوہر و نکے ذات تک محدود رکھنے کی چیزیں ہیں انہیں
 یہ رسالوں کے کاغذی آئیٹیموں پر آئے دن جلوہ گر کرتی تھیں جس سے
 پبلک تماشائیوں کا مادہ اشتیاق مشتعل ہوتا رہتا ہے اور طبقہ مخالف کو
 نہایت آزادی سے دل کھول کر اس پر رائے اور نکتہ چینی کرنے کا موقع
 ملتا رہتا ہے۔ ابھی بہارستان کے جولائی اگست کے رسالہ میں
 خلیفہ صاحب نے شہت شباب“ کے عنوان سے جسطرح صاف الفاظ
 میں سخت چوٹ کی تھی بجائے اسکی تردید کرنے کے کٹ مرنے کی سہجو

اسکے بعد تو خدا جانے کتنے رسالوں اور اخباروں میں نہایت شرمناک
 طریقوں پر نئی تعلیم یافتہ لڑکیوں کا مذاق اڑایا گیا اور اب بھی اہل قلعے کے
 اکثر مفہمین نگاہوں اسے گزرتے رہتے ہیں۔

جو انسان اپنے عمدہ اخلاق کو اپنا سرمایہ سمجھتا ہے اور اپنی زندگی
 کو کردہات سے محفوظ رکھ کر پاکیزہ اصول پر لگتا ہے اگر وہ عزت و شہرت
 کچھ حاصل نہ کر سکے تاہم وہ ناکام نہیں ہے حقیقت میں ناکام اور برباد
 وہی شخص ہوتا ہے جو کسی خواہش یا کام کے خط میں اپنے اخلاق کو تباہ
 برباد کرتا ہے۔



رابعہ اول پنہاں

تخلص پنہاں بنت مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم
 ۱۹۰۶ء میں بمقام سہارنپور پیدا ہوئیں چونکہ آپ کے والد بلند ملاز
 الہ آباد میں رہتے تھے اسلئے ۱۹۲۶ء تک وہیں رہیں والد کے انتقال پر
 اپنے وطن بریلی واپس ہوئیں اور اب زیادہ تر قیام یہیں رہتا ہے۔
 سات سال کی عمر میں قرآن شریف ختم کر کے گہری پر اردو کی
 تعلیم پائی اسکے بعد کچھ عرصہ تک تعلیمی سلسلہ منقطع رہا پھر ۱۲ سے ۱۴
 سال تک اپنے والد سے فارسی اور انگریزی پڑھیں ۱۵ء میں مضمون
 سخاری کی ابتدا ہوئی اور ۱۹۲۷ء میں شعر گوئی کا آغاز ہوا ابتدا میں شیخ
 ماجد علی مجاہد بی اے ایل ایل بی و شیخ طالب علی صاحب طالب کبھی
 کبھی مشورہ سخن رہا ہے ہندوستان کے قریب قریب دینی تمام رسائل میں
 آپ کی نظمیں اکثر و بیشتر نظر افروز ہوتی ہیں فارسی اور اردو و شعر خوب

کہتی ہیں۔ شادی کے بعد ہمیں آپکی شادی صغیر من صبا
 نے اے شادی کے دن میں کلام کا احساس ملاحظہ ہوا

تیراجلوہ

وصت کیتا نازش تنہا قدس منزہ عیش ملی جنت دعا کو تر مہیا
 برق تجھے تیراجلوہ
 سجدہ لرزاں توبہ عیسا طاعت نازا زہنت قرآن سجدہ رقصا بازش عرفا
 قدس جن ہیں کا تیراجلوہ
 پردہ دورا مغرور ہا حشر برہا قلعہ دہا شوخی پہا غمزہ رقصا
 مذرت عتوہ تیراجلوہ
 منظر جگت پردہ خلوت مٹی عشرت نشہ لذت ہائش عصمت تماشفت
 چشم تماشا تیراجلوہ
 نامرسلہ ہائش سجدہ قدس مدینہ زہنت طیبہ شکوت لطفا حرمت مکہ
 عفت کعبہ تیراجلوہ

گولن کی لڑکی

شام کا سنان و منہد کا پودہ و کی لچکدار گردنوں بل کھانے والی ڈالیوں

اور سزنگول پتیوں پر ایک خاموش سایہ پھیلا رہا تھا۔ مسکرانے والی سفید
کلیوں کے شراب جیسے ہونٹوں میں شفق کی خارزنگ لہریاں کچھ معصوم مہل
کھیل رہی تھیں۔ پھولوں کے آئینہ رنگ گھالوں میں کھپکی اور سٹکی ہوئی کڑوا
آخری انگھاس ایک خمور انگڑائی لے رہا تھا۔

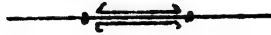
سرو کی نرم اور شفاف پیشانی پر شبنم کی ہلکی اور نازک بوندوں
ایک چمکی افشاں چنی ہوئی تھی درختوں کی سکوں گودوں میں دن کی
مسکراہٹوں کا مینہ برس نے والی دیوی حسن نیندیں لے رہی تھی دریا کے
کنارے ہوائے تھنڈے اور نازک جھونکے سرو کی مستائی ہوئی پتیوں سے
ابجہ ابجہ کر لہرا رہے تھے۔ منور کی سبک ڈالیاں نشہ خواب سے بہک بہک
لاکھڑا رہی تھیں اور لاکھڑا لاکھڑا کر سنبل رہی تھیں سفید اور آئینہ گولی
موجیں نیند کی سکوں آغوش میں لہریاں لے رہی تھیں چاند کا شفاف
اور صبح چہرہ آئینہ آب میں کسی فردوسی حور کے روئے نگارین عکاس
دکھلا رہا تھا تاروں کی سنو خ و تنگ جھلکیاں لہروں کی گود میں ستارہ دا
آنکھ چوکی کھیل رہی تھیں۔

افق کی سبز زمیوں میں شفق کی خوں رنگ بلیں غیر معلوم و دھڑ
لہرا رہی تھیں۔ بسیط نیلین پر شب کی سیاہی ایک نامعلوم انداز سے نیند کی
مستیوں پھیلا رہی تھیں شبنم کے قفاط کی آئینہ گونیوں میں سکوں و

اطمینان کی کیفیتیں بس رہی تھیں۔

دود پھاڑ کی برف کی تہوں سے ڈکھی ہوئی چوٹی پر چند کی پتیاں
 ہوا کی سرد لرز شول سے جھوم رہی تھیں لہٰذا رہی تھیں وادی کی تنہا
 آغوش میں سکوت شب کی اولیں جھلکیاں کچھ مسکون پیغام پہنچا رہی
 تھیں اور وہ اپنے بھٹیلوں کے چمکے ہوئے کو لئے ہوئے معلوم اور نیلے
 مفتخر اور سردربک اور نازک ہلکے اور والہانہ قدموں سے آبا دی کو
 جا رہی تھی اسکے ملائم اور کالے بال ہوا کے جھکوروں سے مریر شانون پر
 جھوم رہے تھے اسکی بٹری بٹری سیاہ پتیاں نیند کی مستیوں سے مخمور ہو کر
 فضا میں غیر اختیاری طور پر ٹھک رہی تھیں۔ اسکے سفید چینی جیسے کانوں
 میں شوق کا کوثرین انخاس اور غوانی جھلکیاں بھیل رہا تھا اسکے نرم و پتلے
 ہونٹ مسکراہٹوں کی گود میں کھیل رہے تھے جن پر کیفیات قلبی سے ایک
 لرزش تھی چھپی ہوئی اور ایک ارتعاش تھا دھندلا سا۔ وہ گارہی تھی
 بے نیاز و بے پروا معصوم و عقیف اور اسکو خبر نہ تھی کہ رات کے مسکون
 تاریکیاں پھولوں کی مست خوشبو کلیوں کا نازک تبسم چاندنی کا نفیس
 انخاس اور موجوں کی سیم وانی تخلیق پارہی ہے۔ بڑھ رہی ہے
 بہک رہی ہے اور سنبل رہی ہے۔ اسکی دلکش راگنی سے اسکے روح افزا
 راگ سے اسکے ملکوتی نغموں سے اور اسکے پتلے ہونٹوں کے ارتعاش معصوم

اور تھرک بے ربط سے
جن میں جنت ہے چھپی ہوئی اور کوثر ہے سوئی ہوئی۔



مِشَاقِ فاطمہ

بنت شیخ عبدالعلی صاحب علوی قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ آپ خاندان ہاشمی اور قریشی سے ہیں۔ بچپن سے لیکر طویل عمر تک اپنے نانا مفتی محبوب علی صاحب کلیل فیض آباد کے سایہ عاطفت میں رہیں جس زمانہ میں آپ پیدا ہوئیں اور اس وقت آپ کے قصہ میں تعلیم اور حضوٹا تعلیم نسواں کو بالکل معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اکثر لڑکیوں کو صرف قرآن شریف پڑھانا کافی سمجھا جاتا تھا چوں کہ آپ کے نانا صاحب عورتوں کے تعلیم کے خلاف نہ تھے اسلئے آپ کی تعلیم کیلئے معلمہ اور معلم کا انتظام کیا گیا لیکن یہ بھی ایسے تھے کہ خود محتاج تعلیم تھے کچھ دنوں کے بعد ادب نہیں جواب دیدینا پڑا چونکہ آپ کے نانا صاحب کچھ آپ کی تعلیم سے خاص شوق نہ تھا اسلئے دوسرا انتظام ہو سکا۔ لیکن آپ نے خود اپنی کوشش سے اردو وغیرہ اس طرح سیکھی کہ جب گھر میں کوئی عزیز بزرگ تشریف لائے تو اردو وغیرہ کا ایک آدم سبق دے دیتے

۱۶۱
 لے لیتیں۔ سبق کے علاوہ جو کتاب مل جاتی اوسے پڑھا کرتیں۔ اس طرح
 آپ کو اردو پڑھنا بخوبی آ گیا۔ ابتداً آپ نے، مرآۃ العروس، نبات النعش
 پڑھی پھر لکھنے کی کوشش شروع کی کیوں کہ آپ کے نانا کے ایک بھائی
 بہن بہتر خوشنویس تھے اوں سے اصلاح لیتی رہیں اور یہ مشق جاری رکھی
 اپنے کتب اور اخبارات کا مطالعہ کیا ہے۔ اوس زمانہ میں آزاد
 پیسہ اخبار۔ اودھ پنچ۔ کرن گزٹ۔ مہارڈ۔ انجمن اخوان الصفا۔
 کا کوری میں آیا کرتے تھے چنانچہ آپ کے والد آپ کے مطالعہ کے شوق
 کو دیکھ کر وہاں سے پرچہ طلب کر کے آپ سے پڑھا کرنا کرتے تھے
 رفتہ رفتہ آپ کو خود بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور فرصت کے
 اوقات میں انہیں پڑھ کر دل بہلانے لگیں۔ اور بہت ساری علمی کتابیں
 آپ کے مطالعہ سے گزر چکی ہیں جن میں تاریخ کا حصہ زیادہ تھا قابل ذکر
 کتابیں شاہان اودھ۔ شاہان مغلیہ، خلفاء عباسیہ کے تاریخی حالات اور
 لبریز تھیں۔ نشر کے ساتھ ہی نظم سے بھی آپ کو خاص ذوق تھا۔
 چنانچہ مشہور شعر کا کلام بھی آپ کے مطالعہ سے گزر چکا ہے۔
 باغبانی سے متعلق احسن رکتا میں شایع ہوئیں وہ ضرور نگوں
 اب بھی آپ اپنے مکان کو ہمیشہ بھولوں سے آراستہ رکھتی ہیں جو وقت
 سلائی۔ دستکاری سے بچ رہتا ہے اوس کا حصہ درختوں اور

۱۶۲
 سچوں کی دیکھ بھال میں صرف ہوتا ہے۔
 طب سے بھی آپ کو لگاؤ ہے۔ طبی رسائل کی بھی آپ خرید
 ہیں۔ جب کسی وطن آتی ہیں اپنے مطالعہ سے غافل نہیں رہتیں بلکہ
 متعلق معلومات حاصل کرنے میں مصروف رہتی ہیں آپ کے پاس اپنا
 ایک اچھا ذاتی کتب خانہ بھی ہے۔ شادی کے بعد آپ کو مصنفون
 بخاری کا شوق ہوا۔ ۱۲ نمبر ۱۲۷ کے تہذیب نسواں میں بعنوان
 "نخیرات" ایک مصنفون شائع ہوا ہے۔

۱۲۷ میں جب آپ بریلی میں تھیں تو آپ نے سید محمد عبداللہ خان صاحب
 آرمی کنٹرولر کی تحریک سے معاہدہ اپنی دونوں بیٹیوں زاد یوں اخلاق فاطمہ
 تہذیب فاطمہ کے، انجمن تہذیب نسواں، کی بنیاد ڈالی۔ پھر چند
 ہفتے گزرے تھے کہ آپ کو کانپور آنا پڑا یہاں بھی آپ نے تہذیب
 نسواں، قائم کی جس کے جلسوں اور کاموں میں زیادہ تر آپ کا وقت
 بسر ہوتا ہے۔ ملاقات کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا ہے نہایت اچھی
 طرح اوقات گزرتے ہیں۔

آپ کو اپنی جنس کی معاشرتی۔ علمی۔ اور قابل اصلاح حال کا
 بہت احساس ہے چنانچہ آپ ہمیشہ اسی فکر میں مصروف رہتی ہیں
 خدا کے فضل سے آپ کو بڑی مدد ملے گی کامیابی حاصل ہوئی ہے

۱۶۳
 انجمن کے ممبروں کو آپ قبیح رسومات کے انہاد میں توجہ دلائی رہتی
 ہیں کہ بیجارسومات کے سبب قوم تباہی سے محفوظ رہے۔ آپ پاس
 اسوقت نیزنگ خیال۔ ہاتھوں۔ نوز جہاں وغیرہ کے پرچے آیا
 کرتے ہیں۔ اخبارات میں آپ ہدم لکھنؤ کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ حج
 بیت اٹل سے بھی مشرف ہو چکی ہیں۔

خیرات

منجملہ اور اصلاحات کے جو ہماری قوم کی تہذیب کیلئے ضروری
 ہیں ایک اصلاح میرے خیال ناقص میں یہ ہے کہ موجودہ طریقہ خیرات
 میں ترمیم کی جائے۔ کس کو نہیں معلوم کہ بجائے اس فائدہ مند طریقے
 کے جسکی تعلیم دین و مذہب سے ہوتی ہے زمانہ حال کا طریقہ خیرات
 بالکل مختلف ہے زمانہ حال میں خیرات کا یہ دستور ہے کہ بلا امتیاز مسیحی
 وغیرہ مسیحی فیروں کو اور وہ بھی ایسے جو ہر طرح تو انا تذرت ہیں
 بھیک دیدی جائے۔ ہر روز صبح سے شام تک صد ہا گدا گر کا کہ
 ہاتھ میں لئے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ باوجودیکہ چند ہی گھنٹوں
 پھرنے سے اذکو اسقدر بھیک مل جاتی ہے کہ وہ اون کے بال بچوں

کیلئے بخوبی کافی ہو مگر اس پر بھی وہ کسی طرح قانع نہیں ہوتے بلکہ
 تمام دن مانگ کر پیسہ اور کوڑیاں بہت سی جمع کرنا ضروری سمجھتے ہیں
 اور پھر ان کو زمین میں بطور مخفی خزانہ کے دفن کر دیتے ہیں۔ بچھنے
 پرانے کپڑے بھی ادنیٰ ضرورت بھر کے اچھی طرح سے مل جاتے ہیں کہ
 کوئی مر گیا تو گویا ادنیٰ عید ہو گئی۔ تین روز تک مرنے والے کے مکان کا
 دروازہ ہی گھیرے رہتے ہیں۔ یہی حال شادی بیاہوں میں ہوتا ہے
 یہ خیال کے اچھے پہلے آدمیوں کا یہ پیشہ نہ ہوتا چاہئے بہت صحیح ہے
 کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے اشخاص کو لوٹے۔ لنگڑے۔ اپاہج۔ نابینا
 نہیں ہیں جو آنکھوں۔ کانوں۔ ہاتھوں۔ پیروں سب ہی اعضا
 درست ہیں بھیک مانگ کر زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے
 یوں تو ہر ایک قوم میں خیرات کھانے والے لوگ تھوڑے بہت
 موجود ہیں مگر مسلمانوں میں بہت کثرت سے ایسے لوگ ہیں۔
 جنہوں نے گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ مردم شماری کے رجسٹر
 دیکھے جائیں تو مجھے یقین ہے کہ بھیک مانگنے والی قوموں میں مفید
 اسی مسلمان ہونگے اور باقی دیگر اقوام کے نہ معلوم عصب اطعی مسلمانوں
 پر کیوں نازل ہے۔ موجودہ طریقہ خیرات سے گداگری کو ترقی
 ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو جب لوگ دیکھتے ہیں ان فقیروں کو مفت

بیمخت و مشقت ملتا ہے۔ دس بارہ گھروں میں مانگنا اور آرام سے بیٹھ رہے تو اون کو کبھی بھیک مانگنے کی جرأت ہو جاتی ہے اور قوت بازو سے پیدا کرنے پر بھیک مانگ کر کھانے کو ترجیح دیتے ہیں اور جہاں ایک بار بھیک مانگنے کی عادت پڑ گئی پھر اون کا کسی پیشہ کی طرف رجوع ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات تو یہ ہوتا ہے کہ جب کسی گداگری میں دو مین نشیں گذر جاتی ہیں تو وہ پیشہ کرنا عار سمجھنے لگتے ہیں اور کم محبت یہ نہیں خیال کرتے کہ ادھنیں جائز پیشوں کے کرنے میں جن سے اونکو احتراز ہے بڑے بڑے بزرگان دین اور پیغمبروں نے عار نہیں کیا۔ خود جناب پیغمبر صاحب قبل نبوت حضرت خدیجہ کا مال بطور تجارت شام کی طرف لے جایا کرتے تھے۔



کنیز محمد سکیم منشی فاضل

بنت محمد جمیل صاحب خا اذان قریش سے ہیں ۱۹۰۷ء میں
 مصافات جالندھر میں پیدا ہوئیں۔ آپ کو عالم وجود میں آئے ہوئے
 پہلا مفتہ تھا کہ آپ کے والد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ پرورش و تعلیم کی
 ذمہ داریاں آپ کی والدہ نے اپنے ذمہ لیں ۱۲ سال کی عمر میں مڈل
 نہایت اچھے نمبروں میں کامیاب کیا اور نارمل میں داخل ہوئیں جو
 اور سینر کے بعد دیگرے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئیں اور تین سال
 تک نارمل و مڈل کلاس کو تعلیم دیتی رہیں اور اس دوران میں منشی
 اور بھاشا سیکھ لی اور چھ مہینہ کی تیاری میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی
 فاضل کی سند حاصل کی۔ آپ کی والدہ محترمہ جو خود بھی تعلیم یافتہ اور ایک
 عالم باپ کی بیٹی ہیں۔ مذہبی تعلیم سے بھی فاضل نہ رہیں اچانچہ خود ہی
 قرآن شریف با ترجمہ نو سال کی عمر میں پڑھایا اور ساتھ ساتھ فقہ

حدیث کی تعلیم بھی جاری رہی۔

ابتدا ہی سے طبیعت کو اردو سے لگاؤ اور مضامین نگاری کا شوق تھا پہلا مضمون، تعلیم جدید اور ہندوستان کی لڑکیاں، کے عنوان سے رسالہ عصمت ۶۲۵ء میں شائع ہوا شادی کے بعد کشمیر کی سیاحت کی اور مسلسل سیاحت کے حالات عصمت میں شائع ہوتے رہے اور مضامین رسالہ کی جانب سے کتابی صورت میں طبع ہونے والے ہیں اگرچہ کہ آپ حال ہی کے لکھنے والی ہیں لیکن ماشا اللہ خوب لکھتی ہیں خیالات سلجھے ہوئے۔ تفہیم دمچپ ہوتی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔

فطرت پروانہ

فضائے شب جب اپنا دامن کرہ ارض پر بچھاتی ہے اور نیم کے خوشگوار جھونکے عالم خاموشی میں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں تو ہر ایک ذی روح پر غفلت سی طاری ہونے لگتی ہے اور اس غنودگی کا اثر چند لطیف لمحات میں تبدیل ہو کر کائنات عالم کو محو خواب کر دیتا ہے ایک پرسکون خاموشی فضائے عالم پر پروڈال دی جاتی ہے حضرت انسان بھی دن بھر کی کوفت اور مشقتوں سے فراغت حاصل کر کے نیند کے گہوارے میں آجاتے ہیں اسوقت مریض سحر۔ فلک زدہ۔ غم نصیب۔ راحت اور

۱۶۸
سرت کی گود میں پرورش پانے والے سب ایک ہی گہوارے میں آ کر
چند لمحوں کے لئے اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔

اس خاموشی شب میں عالم خواب کے پرندے پر تولتے رہتے
ہیں۔ طاقت پر واز ساکت ہو جاتی ہے۔ نیند کا غلبہ پر دل پرستی کے
عرق کی صوباری کر دیتا ہے۔ عالم خواب کا صیاد اپنا دام کا ندھوں پر
سنہالے آنکھ کی غلوت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اور طلوع سحر کا انتظار
کرتا ہے۔

جب رات کے پرسکون لمحات بھی غفلت کی شاہراہ پر گزرتے
گزرتے تھک جاتے ہیں اور انکی بھی آنکھ لگ جاتی ہے یہاں تک کہ
کسی کو خبر بھی نہیں رہتی کہ صبح کی روشنی کب اپنا چہرہ بے نقاب کرے گی
تو اس عالم خاموشی میں نظام عالم کے ذرہ ذرہ کی پرسکون خاموشی
میں ایک فاشعاستی ایک محبت کش مخلوق، ایک لمحہ کا جہان اپنی ہستی کو
فنا کر دینے کی کوشش میں بار بار رخ منور پر نثار ہونے کیلئے بڑھتا ہے
اور جوں جوں اسے قربان ہونے کی مہلت ملتی جاتی ہے اس کا شوق
بڑھتا جاتا اور وارفتگی ارتقی کرتی جاتی ہے۔ زاہد شب زندہ دار کی جس
سچا میں اس حوال نصیب فدائی کے چہرے پر پڑتی ہیں، اسکی حرکات
کا ملاحظہ کرتی ہیں پھر معنی خیر خالت کیساتھ جھک جاتی ہیں۔

جب بہار کے تازہ سگوفوں کی نکلت لطف ہو کے جھونکوں کے
 ساتھ ہم آغوش ہو کر خواب آلود حیات تک چاہنہتی ہے، تو کیا ایک
 دامن شب چاک ہو جاتا ہے اور مشرق کی تاریکی میں ایک دھندلا سا
 بادل نظر آتا ہے۔ پرندے نعمت سرائی میں مصروف مسرت ہو جاتے ہیں اور
 ایک سے دوسری شاخ پر انکی پرواز کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جب
 محفل انجم منشر ہو جاتی ہے۔ نیم سحر کے جھونکوں سے غنچے شگفتہ ہونے
 لگتے ہیں اور عندلیب خوش فواہ صبح کے آنے کا پیغام دیتی ہے تو صبح کی
 آب و تاب میں نمایاں تغیر ہونے لگتا ہے۔ سپیدی رخ منور پر چھا
 جاتی ہے اور وہ اپنے آخری لمحات زندگی کی ادائیگی میں مصروف
 ہو جاتی ہے۔ اس جگر خراش سے میں وہ وفا شعار اپنے تئیں بھول کر
 اس میں مل جانے کی کوشش میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے مگر وفا کے
 دامن پر دھبا گوارا نہیں کرتا یہاں تک :-
 صبح تک تو نے نہ چھوڑی ہے بھی اے باہوا رنوں صد گونہ محفل تھی پر نچو کی خاک
 کا مصداق بن جاتا ہے۔
 اس وقت ایک غمگین دل اور مہر درنگنا ہیں۔ اس حراں نصیب کی
 حرکات مذہبوحی کا ملاحظہ کرتی ہیں اور قطرات اشک آنکھوں سے
 ڈھلک جاتے ہیں۔

۱۷۰
 اے دل کبھی تو نے بھی پرندوں سے سبق پروا لیا۔ کبھی تو نے بھی
 کیڑوں سے جانثاری کا سبق حاصل کیا، کیا تو۔ بھی کبھی کامیاب
 زندگی بسر کرے گا؟ دیکھ خواہش کا صیاد تری ناک میں ہے۔ اور
 آزادی کی فضا تجھے جکڑ ہی ہے۔ کاش تو بھی امتحان میں کامیاب ہو فقط



سعادۂ آخر

بنت خواجہ محمد عباد اللہ صاحبِ اُخربے اے تحصیلدارِ ذیل کی
 تحریر سے موصوفہ کا طرزِ انشا اور مختصر سی لائف معلوم ہو سکتی ہے جو ہمارے
 استفسار پر آپ نے لکھ بھیجی ہے جو بھنڈہ درج ہے۔ فرماتی ہیں :-
 سوانح عمری کی بھی خوب کہی سلما مومنات پر ایک زمانہ گزر آ
 جب انکی زندگی مردوں کے لئے بھی قابلِ رشک تھی وہ زمانہ گزر گیا اب
 جو کچھ حالات ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ان حالات میں آپ خود
 ہی انصاف فرمائے کہ ایک پردہ نشین لڑکی کی سوانح حیات میں
 اسکے سوا اور کیا بات ہوگی کہ پیدا ہوئی جسکی خوشی کسی کو نہ ہوئی بڑی ہوئی
 تو والدین کو نکاح کی فکر لاحق ہوئی سسرال گئی اور وہاں جو کچھ پیش آیا
 اور حبیبی کچھ گزری ایسے عام واقعات میں کہ اس پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے

۱۷۲
 مہذب اور مستعد دنیا کی عورتیں کبھی کبھی تعلیم یافتہ ہوتی ہیں اور جو کچھ
 کام کرتی ہیں اور کر رہی ہیں اس کا کیا مذکور ہے وہ بات تو ہمارے
 مردوں کو کبھی حاصل نہیں۔ اور ہمارے تعلیم یافتہ جس قابلیت کے
 ہیں اس سے اندازہ ہو سکتا اس وقت تک یہ فیصلہ بھی نہیں کر سکے
 کہ عورتوں کیلئے معیار تعلیم کیا ہے۔ کیا پڑھیں کیا نہ پڑھیں جو کچھ اس
 اس موضوع پر ہندوستان کے روکشن دماغ مردوں نے خامہ فرسائی
 کی ہے اگر اسی پر کچھ وضاحت سے لکھا جائے تو اگرچہ دیکھ بھول
 ہو گا۔ مگر آپ کے موضوع سے بعید ہے۔ لیکن نتیجہ واضح ہے کہ
 ایک خاتون کی سوانح حیات ہندوستان کے گھروں کی چار دیواری
 سے باہر کسی شخص کو معلوم نہیں ہو سکتی اور نہایت افسوس ہے کہ ہمارے
 علماء و فضلاء کا یہ اجتہاد ہے کہ یہ مذہب کا فتویٰ ہے اور کس مذہب کا
 دین الہدٰی۔ دین الحق۔ دین اسلام کا مجھ سے بڑھ کر اسلامی پردہ کا حامی
 نہ ہو گا بلاشبہ میں پسند نہیں کرتی کہ یورپ کی لڑکیوں کی طرح با محرم
 سے بے حجابانہ بے تکلف گفتگو کرے اور نامحرم کی محفلوں میں شمع برہم
 ہو۔ تو نہایت ہی قبیح امر ہے لیکن یہ کہاں کا اسلامی پردہ کہ عورتوں کو
 گھروں میں زندہ درگور کر دیا جائے اور ”بائی ذنپ قیلست“ کی
 جوابدہی کا خیال تک نہ ہو۔

میں اس امر کی حمایت بھی نامناسب سمجھتی ہوں کہ عورتوں کو مردوں کی طرح فوراً بالکل آزاد کر دیا جائے۔ صدیوں کی قید سے وہ کچھ ایسی مافوس ہو گئی ہیں کہ ایک سخت انقلاب پیدا کر دینا ایک اصلاح کی جگہ ہزار ہا خرابیوں کا موجب ہو گا۔ اصلاح رفتہ رفتہ درجہ بدرجہ ہونی چاہئے اور یہی مفید ہے لیکن افنوس ہے جو کام مردوں کے کرنے کا ہے اسکی طرف ابھی تک ایک اصلاحی قدم بھی نہیں اٹھا۔ اور ہنوز روز اول ہے اور اگر یہی سبیل دہار ہے تو قیامت تک اصلاح ناممکن ہے آپ ضرور کہیں گے کہ، سوال از آسمان اور جواب از رہماں، ”لیکن میں متورہ دوں گی کہ آپ تذکرہ خواتین شوق سے لکھئے اسکے مفید ہونے میں شک نہیں۔ لیکن خدا را پہلے ایسی خواتین تو پیدا کریں جو صدر اسلام کی خواتین کی طرح ہوں جسکے سوانح حیات سبق آموز ہوں یا جتنا تذکرہ صفحہ قرطاس کی زینت ہو مجھے ڈر ہے اگر یہ لفظ ”زینت“ کسی کٹ ماکی نظر سے گذرے گا تو کہیں آپ بھی کفر کی زد میں نہ آجائیں کہ عورتوں کے لئے ارشاد آطی ہے کہ اپنی زینت کو نامحرم سے پوشیدہ رکھیں کاش میں ایسی ہوتی کہ تذکرہ خواتین میں جو آپ مرتب فرما رہے ہیں میرا نام بھی ہوتا میں کسی کام کی ہوتی اور کچھ کام کیا ہوتا اب لکھوں تو کیا لکھوں موجود حالات میں بہت مناسب تھا کہ آپ دریافت

فرمانے کہ مسلمان خواتین کے عام حالات جسکی تصدیق واقعات سے ہو
 کیا ہیں۔ میں اپنے مشاہدات لکھتی کیونکہ ابھی تک خدا کے فضل سے
 مجھے ذاتی تجربہ اس تلخ زندگی کا نہیں ہوا جو عام مسلمان خواتین کے
 حصہ میں آئی ہے۔ مردوں کو کیا معلوم کہ عورتوں پر کیا گزرتی ہے
 ان کو یہ علم نہیں کہ آیا خدا نے فرقہ انات کو دل و دماغ بھی دیا ہے
 وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ خانہ داری کی تمام ذیل خدمات ان سے حاصل
 کی جائیں اور دینیوی متمتع کا معاوضہ بھی نہ دینا پڑے۔ سناج بھی کچھ
 علت غائی ہے وہ رحمت اور پیار جو میاں بیوی میں ہونا چاہئے نہیں کھتی
 اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے کہ مجھے والدین ایسے نصیب ہوئے
 کہ کیسکو کم لینے اور آپ میری تحریر سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ میری تعلیم
 و تربیت کس طرح ہوئی ہوگی اگرچہ میرے قبلہ تعلیم نسواں کے بہت
 بڑے حامی ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ میری والدہ صاحبہ ہر ایک تعریف
 کی مستحق ہیں جنہوں نے تعلیم و تربیت کا حق ادا کر دیا مجھے کچھ انگریزی میں
 شہدہ ہے میرے بھائی کراہمت صاحب قمر بی بی کی تیاری کر رہے
 ہیں اور انہیں فرصت نہیں حضرت والدہ صاحبہ سبق دیدیا کرتے ہیں
 اگر میری والدہ صاحبہ تعلیم یافتہ نہ ہوتیں تو شاید میں اس قابل نہ ہوتی کہ
 گراں بیگ کا جواب لکھنے بیٹھتی اسلئے آپ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جب تک عین

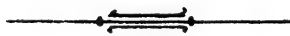
۱۷۵
تعلیم یافتہ نہ ہونگی لڑکیاں مناسب تعلیم و تربیت سے محروم ہی رہیں گی ہنر
یہی نہیں بلکہ لڑکے بھی اگر لکھے پڑھے ہونگے تو کچھ ایسے نہیں گے کہ فخر خاندان
ہو اگر مائیں تعلیم یافتہ ہوں تو ان کے گھروں میں تو علم ضرور ہوگا
اور کوئی شخص جاہل نہیں رہ سکتا میری والدہ شیخ غزالی الدین صاحب مرحوم
کی دختر ہیں نسب قریشی ہے۔ بزرگ عرب سے نکلے اوتا خرمیر میں
رہائش اختیار کی کشمیر جنت نظیر مشہور ہے۔ ہمارے جد امجد حضرت آدم
نے تو گناہ کیا کہ جنت سے نکلے لیکن میرے بزرگوں کو اسلئے کشمیر سے
جدا ہونا پڑا کہ وہ مذہب کے بہت دلدادہ تھے۔

حضرت والد صاحب امرتسری ذات کے برہمن اور کشمیری اصل میں
ان کے بزرگ ہمارا جد رنجیت سنگھ کے عہد میں لاہور آئے اور پشیمینہ
کی تجارت کرتے تھے۔ لاہور میں انکی رہائش اس جگہ تھی جو اب کشمیری
بازار کے نام سے مشہور ہے امرتسر کو کافکا مقدس شہر گرو کی نگری
مشہور ہے۔ اس جگہ رہائش اختیار کی۔ خواجہ جمال الدین صاحب
ایک صاحب اقبال شخص تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں سب کچھ دے رکھا تھا
ان کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبدالغنی یہ میرے والد کے دادا تھے
ان کے چھوٹے بھائی میاں اسد اللہ دکیل جنکے نام ایک کو حبیہ
کلاہ جمیل سنگھ امرتسری ہے خداداد ذہن اور قابلیت کے بزرگ تھے

آپ کے لڑکے میاں حفیظ اللہ بی اے ایل ایل بی پلیڈر جنرل سکریٹری انجمن
 حمایت الاسلام امرتسر اور میونسپل کمشنر اور اور آئری محکمہ میں
 ڈاکٹر سیف الدین کچلو (کچلو برہمن کی ایک گوت ہے) میاں حفیظ اللہ کے
 داماد ہیں۔ میاں اسد اللہ مرحوم کے اور چھوٹے بھائی میاں حبیب اللہ
 مختار اور میاں غلام نبی تاجر اور میاں غلام حسن نیشنل منصف بھٹہ
 خدازندہ ہیں میاں حبیب اللہ کے فرزند میاں عزیز اللہ راولپنڈی
 میں ایک کامیاب وکیل ہیں جنکی اہلیہ ڈاکٹر سیف الدین کی ہمیشہ ہیں
 میاں غلام نبی صاحب وہ بزرگ ہیں جنکا مقابلہ پنجاب میں پہلی مرتبہ
 مسیحی مشنریوں سے ہوا صاحب تصانیف ہیں انکے فرزند میاں عبد المجید
 انسپکٹر پولیس میاں غلام حسن کی اولاد میں سے خواجہ محمد حسن اور
 سید حسن غلا وہ گراٹھوٹ ہونے کے ولایت کے تعلیم یافتہ اور بیربر بھی
 ہیں۔ آج کل افریقہ میں تبلیغ اسلام کا کام بھی خاموشی سے کر رہے ہیں
 خواجہ محمد حسن قرآن مجید کا ترجمہ وہاں کی افریقی زبان میں کر رہے ہیں
 میرے دادا خواجہ غلام رسول اچھے شاعر تھے اور غلام مخلص
 کرتے تھے میرے والد کو اگرچہ فرائض منصبی سے فرصت کم ملتی ہے لیکن
 اہل قلم اور کچھ نہ کچھ قلمی خدمتہ کرتے ہی رہتے ہیں انکی تصانیف میں
 بغداد اور دمشق ام القریٰ اور مشاہیر اسلام اور صدیق اکبر

بہت مشہور ہیں دیوان حافظ کا ترجمہ اور شرح اردو میں لکھی ہے جو
نہایت مقبول ہوئی۔

مجھ سے بڑی ایک اور بہن محمودہ اختر ہے اور سچ تو یہ ہے کہ
ہر حیثیت سے بڑی ہے۔ ہمیشہ کے مضامین تہذیب نسواں میں شائع
ہوتے ہیں مجھ سے دو سال بڑی اور اس سے زیادہ علم و فضل میں
بڑی ہیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ نہیال اور دیال کی طرف سے
ہمیں علم وراثت میں ملا



اُمّت الوہابؑ

سنت مولوی محمد خلیل اللہ صاحبِ طیفیہ مدظلہ کرام مال گزاری
 حیدرآباد دکن ۱۹۰۱ء حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی عربی
 اور فارسی تعلیم اپنے والد سے پائیں پھر فارسی میں اپنے شوق سے
 مطالعہ کے ذریعہ خاصی لیاقت بہم پہنچائی۔ محض ذاتی ذوق سے
 انگریزی اپنے بھانجے سے پڑھ کر تقریباً مڈل کلاس کا کورس ختم کر لیا
 اور وسیع مطالعہ کے باعث ادبی قابلیت میں اضافہ کیا ایک وسیع
 اور ترقی کنال خاندان کا فرد ہونے کے باعث اسکی علمی اور معاشی
 سرگرمیوں میں بھی علمی حصہ لیا ایک ”قرضہ حسنہ“ کی انجمن امداد باہمی
 میں کئی سال تک رکنیت کے فرائض انجام دیئے اور بہت دنوں تک
 خازن رہیں۔

کرمشیا میں اچھی مہارت ہے اور نمائش باغ مآ حیدرآباد میں

نمایاں کرائے ہوئے ایک تولیہ کو جلالتِ آبِ سلطانِ العلوم نے
 پسند فرمایا اور داخلِ توشک خانہ مبارک فرما کر کاریگر کی عزت
 افزایا نہ دادی۔ کروشیا کاری میں اردو حروف (بہ خط کوئی) اور
 تاریخی عمارت دکن بننے کی ابتدا آپ ہی نے کی جو بعد میں بہت عام
 ہو گئے۔ ان دو حروف کے بننے پر نمائشِ بزمِ ادب سے مسئلہ
 میں ایک تقرریٰ تمغہ عطا ہوا۔

جیسا کہ مہندوستان میں اکثر بلکہ عموماً ہوتا ہے ادبی اور علمی
 مصروفیت صنفِ نازک میں عمر کے ساتھ کم کرنی پڑتی ہے فلمی جولانی
 عرصہ بھوکھوٹ گئی تاہم کثرتِ دورِ سہلے بالائے ام مطالعہ سے گزرتے ہیں
 اور ہر نل سکے والی کتاب ضرور ختم کی جاتی ہے!

حسابِ دانی عورتوں میں ایک نادر وصف ہے لیکن یہ حساب
 کتاب کی صفائی کے باعث متعدد انجمنوں کی اور نیز خاندان کے متعدد
 حلقوں کی خازن ہیں ”انجمنِ حبیبہ“، ”بابھی“ کے کاغذات دیکھنے
 سے معلوم ہوا کہ اس کے حسابات کی جتنی بھی ناچکی ہیں اور لطف
 یہ ہے کہ جن الفاظ میں آنے پر رٹ بھی ہے بعد کے میں چار مستحق
 صاحبان برابر اسی کو نقل کرتے آئے ہیں۔

علاوہ ازاں اپنی خوش طبعی اور غریب پروری سے ماماؤں

۱۸۰
اور مالوں وغیرہ کی رسم بھی امانت رکھنے سے انکار نہیں۔
تحریری عمل میں اردو میں متعل ہونے والے کئی ہزار ضرب المثلوں
کو جمع کیا تھا شاید اس بات کی کوشش تھی کہ مختلف مثلوں کے تلمیحات یا
واقعات متعلقہ بھی فراہم کریں مگر حال میں یہ دس سالہ محنت ایک
اتفاقی حادثہ کی بدولت تلف ہو گئی اور ایک انج پرزہ کاغذ بھی اس
ضخیم تالیف کا نہیں ملا۔

اسکے سوا بچپن سے اب تک جو جو کتاب دیکھتی رہیں اس کا ایک
رجسٹر میں نام، مصنف، صفحات، قیمت، مقام طبع اور مختصر خلاصہ
درج کرتی رہیں اردو گشتی کتب خانہ "حیدر آباد دکن کی پہلی فہرست
تیار کرنے میں اس سے بھی مدد ملی گئی تھی۔

فطرۃ سخن سنجی کے بجائے سخن فہمی اور عمل کے بجائے تنقید کے
صفات عطا ہوئے ہیں شاید یہی وجہ تھی کہ اشعار کے تین انتخابات
کئے ہیں۔ ان انتخابات میں سے سب سے پہلا بچپن کا ہے جب
"بیت بازی کے شوق میں ہر ردیف کے ہر حرف سے شروع ہونے
والے اشعار جمع کئے اور یہ دیوان نما مجموعہ تقریباً مکمل ہے لیکن صرف
(۲۸) حروف کے متعلق ہیں فارسی اور ہندی الفاظ (یعنے پ، ب، ج
ژ، گ، ٹ، ڈ، ژ) اس میں شامل نہیں ہیں

دور انتخاب اچھے اشعار کا ہے۔ جس میں کچھ حصہ پر درو اشعار کا بھی ہے، تیسرے کا نام کلام الملوک، سمجھنا چاہئے کیوں کہ اس میں صرف بادشاہوں کا کلام جمع کیا گیا ہے مگر یہ دو تین فرمان روا یا سلطنت آصفیہ کے قابل حصول کلام کا انتخاب ہے تاہم آصف سلج ادا م السلطنت کا پورا شائع شدہ کلام مع حوالہ منقول مبنیہ موجود ہے جسکی اشاعت گو ممکن نہیں تاہم آئندہ نسلوں میں یہ مجموعہ کوئی عجب نہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

ادبی تحریرات بہت کم ہیں اور وہ اب قابل حصول نہیں رہے



بیکم ڈاکٹر عبدالغفور

امدیہ رسالہ عمر

بنت مولوی محمد یعقوب صاحب پیدائش پٹنہ میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر نئی فاضل کے درجہ تک آپ کی تعلیم ہوئی۔ اور انگریزی میں اچھی قابلیت رکھتی ہیں۔

۱۹۱۶ء میں آگرہ دکنس ڈیپل اسکول میں داخل ہوئیں اور ۱۹۲۰ء میں ڈاکٹری کی سند حاصل کی چند ماہ تک ڈفرن ہاسپل لکھنؤ میں بحیثیت ہاؤس سرجن کے کام کیا لیکن خرابی صحت کے وجہ سے مجبوراً خدمت سے استعفیٰ ہوئیں۔

۱۲ جولائی ۱۹۲۱ء کو ۳۲ برس کی عمر میں ڈاکٹر محمد عبدالغفور صاحب ہسپتال بریلوی سے جو کہ ایک فاضل ڈاکٹر اور مشہور ادیب ہیں اور آج کل پٹنہ میں پرائیوٹ پرائکٹس کر رہے ہیں نکاح ہوا۔ آپ کے نکاح

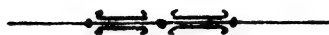
کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ آج کل کے فضول رسومات کو بالکل ترک کیا گیا تھا جو خواہ مخواہ مسلم قوم کی کمزوری اور اسراف کا سبب ہو رہے ہیں۔ بجز رسم نکاح کے اور کوئی رسم ادا نہیں کیگئی۔

آپ نومبر ۱۹۲۶ء میں صوبہ متحدہ آگرہ اودہ کی اسٹنٹ ڈپٹی کلرک کی انتظامیہ کمیٹی کی ممبر منتخب کی گئیں۔ آپ صوبہ متحدہ کی تمام ہندوستانی سند یافتہ لیڈی ڈاکٹروں کی نمائندہ ہیں۔ اس صوبہ میں ایک عورت کے لئے یہ پہلا اعزاز ہے جو گورنمنٹ کی جانب سے عطا کیا گیا ہے اپنے فرقہ کی بھاری سے متاثر ہو کر آپ نے اپریل ۱۹۲۶ء میں پہلی ہیسترس رسالہ "حرم" جاری کیا اس کا مقصد اجرایہ ہے کہ اس سالہ کی آمدنی غریب و بیمار عورتوں کے مفت علاج کا انتظام کیا جائے جہنیں وقت دوا، مشدہ، بہیم پو پختا ہے اس پرچہ میں حفظانِ صحت، زچہ و بچہ کے امراض و پرورش، رسولِ اصلاحات، حقوقِ نسواں کی حمایت میں روزدارِ معنایں شائع کئے جاتے ہیں۔ مشاہیر ملک نے اس رسالہ پر نہایت خلوص و جوش کے ساتھ تبصرے تحریر فرمائے ہیں یہ رسالہ مدیرہ حرم اور ان کے شوہر گرامی قدر کی مشرتکہ کو مشنوں کا مرکز بنے گا۔ آپ نماز و روزہ اور تلاوت قرآن کی سختی کے ساتھ پابندی کرتی ہیں اور اکثر تعلیم یافتہ خواتین کے حلقوں میں آپ کا نام بطور مثال

امیرش غذا کا اثر صحت پر

سائنسک ترقیوں کے باوجود ہندوستانیوں کی تندرستیاں عام طور پر خراب ہوتی جا رہی ہیں صحت کے لحاظ سے امیر غریب سب کی یکساں حالت ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ قبض۔ اسہال۔ پیمش۔ آنتوں کی خرابی۔ دق۔ سل۔ گٹھیا۔ نفقۃ الدم۔ خرابی جگر۔ ضعف دل و دماغ اور سرطان وغیرہ میں تو بے فیصدی ہندوستانی مرد و عورت مبتلا پائے جاتے ہیں عورتوں میں وضع حمل کی پیچیدگیاں روزانہ بڑھتی جاتی ہیں ماہرین کا خیال ہے کہ نشوونما کا انحصار غذا کی نوعیت پر ہے سو برس پیشتر ہندوستانی عورتوں کو وضع حمل میں اس قدر تکالیف برداشت کرنی نہیں پڑتی تھیں۔ جس قدر کہ موجودہ زمانہ میں طبی امداد کی بہترین ترقی کے باوجود برداشت کرنی پڑتی ہیں موجودہ زمانہ میں زیادہ تر ہندوستانیوں میں قبل از وقت پیرانہ سالی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں اور بہت کم عمر طبعی کو پہنچتے ہیں۔ شباب و کہولت کا زیادہ تر تعلق انسان کے عذو و دل کے افعال سے ہے عذو و دل کے لئے ویٹمن کی ضرورت ہوتی ہے اور اس جذبہ کی اچھی باری۔

پیداوار کا تعلق غذائی نوعیت سے ہے۔ اگر غذا خالص اور مفید ہوگی تو
 عذو د بھی اپنا فعل پوری طرح انجام دے سکیں گے۔ ورنہ عذو دوں کی کمزوری
 سے جلد ٹرہا پے کے آثار پیدا ہونے لگیں گے۔



آپ کے والد کا ہمیشہ یہی طبع نظر تھا کہ آپ اور آپکی دوسری بہنوں کی
 تعلیم ایسی ہو کہ جسکی ایک خاتون کو ضرورت ہے کبھی سرکاری مدرسہ کے
 نصاب یا امتحان میں شریک ہونے کا خیال تک بھی نہ کیا ہی وہ وجہ ہے کہ
 جس قدر بھی آپکی تعلیم ہوئی وہ مکمل اور ضرورت کے لائق ہے۔
 آپ کے دادا نے جو فارسی کے ادیب اور اردو کے بہترین شاعر
 تھے فارسی اور اردو ادب کی تعلیم اپنے ذمہ لی اور آپکے پھوپھا مولوی
 محمد راضی صاحب نے آپکے علمی رجحان کو شعر و سخن کی طرف پھیر دیا جسکے
 فیض صحبت سے بہت تھوڑے عرصہ میں آپ شعر کہنے لگیں۔ چودہ سال
 کے سن میں آپ منظوم خطوط لکھنے لگیں جو بہن اکرم خاتون مرحومہ اور
 بہن زب آبادہ اور م۔ ب۔ لکھنؤ کے نام ہوا کرتے تھے۔ پھر مشق
 رخصت پر حمد و نعت لکھنے لگیں۔ آپ کے تعلیمی شوق کا حبلہ سامان آپ ہی
 کے گھر میں موجود تھا۔ زمانہ کی روش اور انگریزی زبان کی ہمہ گیری نے
 آپ کے والد کو انگریزی کیلئے ایک استانی مقرر کرنے کی ضرورت
 محسوس کرائی چنانچہ ڈبائی سہل تک آپکی انگریزی تعلیم کا سلسلہ
 جاری رہا۔ ڈرائنگ کا انتظام کیا گیا اور اسکے ساتھ ڈاکٹر کلا۔ آل کلر
 پینٹنگ بھی سیکھا اور تھوڑے عرصہ میں اچھی خاصی مشق بہم پہنچائی آپکے
 تیار کردہ نمونوں پر اکثر انعامات بھی ملے ہیں اور سب انعامات آپکے

اعزای نے دیئے ہیں مسئلہ ۹۲ء میں ایک انعامی مقابلہ میں آپ شریک ہوئیں۔ یہ مقابلہ اختر حسین صاحب فاروقی آرٹسٹ جامعوہ ملیہ کی جانب سے منعقد ہوا تھا جس میں آپ نے اپنی ڈرائنگ ڈرکٹرنگ کا نمونہ پیش کیا جو مقابلہ میں منتخب ہوا۔ اور مدل ملا۔ یہ نمونہ ایک شاخ گلبار کی تصویر تھی جس پر پللیں موسم بہار پر نغمہ زائیں گویا منظر ہمارا نقشہ تھا آپ خوشنویسی میں بھی کمال رکھتے ہیں اس میں اپنے چچا اور محمد ایوب صاحب سے تلمذ ہے حتیٰ کہ کتابت بھی خاصی کر لیتے ہیں ہمارے موجودہ تذکرہ میں سب سے بہتر خط ہم نے آپ ہی کا پایا اسب سے پہلے آپ نے، صفائی، پر مضبوط لکھا اور اپنے والد کو بغرض اصلاح دکھلایا۔ جبکو دیکھ کر آپ کی بڑی ہمت افزائیاں کی گئیں۔ اور ایک مختصر سا لکچر آپ کے والد نے دیا اور مضامین نگاری کے خاص خاص اصول بتائے آپ کا پہلا مضمون تہذیب نسوان کا شائع ہوا ہے۔ موصوفہ نہایت نیک خصائل اور مکارم اخلاق سے آراستہ ہیں۔ سلسلہ میں آپ کے دادا نے انتقال کیا جبکہ باعث تعلیمی مشاغل میں کاشتگی پیدا ہونے لگی۔ اسی غم کے انشوا بھی خشک ہونے پائے تھے کہ آپ کے دادا نے بھی انتقال کیا۔

سلسلہ ۹۲ء میں آپ کی شادی آپ کے چھوٹی زاد بھائی محمد فیض الدین صاحب زبیری سے ہوئی۔ اگست ۱۹۲۶ء میں ایک بچہ صرف آٹھ روز کی زندگی

مستعار کے بعد داغ مفارقت دے گیا۔ ۱۹ اور اس سال آپ سخت علیل ہوئیں
 یہ زمانہ کچھ ایسے تفکرات میں گزرا کہ علمی مشاغل کا خیال تک نہوا۔ ۲۲ء میں
 ایک اور لڑکی ہوئی لیکن وہ مصورہ بھی رخصت ہو گئی۔ جب کا نام فغیہ خاں
 تھا۔ اب خدائے قدوس نے ۱۳ ستمبر ۱۸۷۲ء کو ایک نو بہال عطا فرمایا
 جبکہ تاریخ نام محمد ظفر الدین اور حقیقی نام محمد رفیع الزماں اور فیروز اختر تھا
 دعا ہے کہ خدا عمر عطا فرمائے۔

آپ اپنی صنف کے فلاح و بہبودی اور قوم کے بچوں کے بہتری
 میں ہمہ تن مصروف رہتی ہیں۔ بھوپال کی پرنس کلب کے اکثر جلسوں میں
 آپ نے علمی حصہ لیا ہے۔ ۱۸۷۵ء میں ملکہ بیگم کے تشریف آوری کے
 موقع پر اور اکثر بیگم صاحبہ بھوپال کی سالگرہ وغیرہ پر قطعاً تہنیت
 وغیرہ پیش کئے ہیں ۱۸۷۶ء میں فرمانروائے بھوپال کی سالگرہ صدر
 پر قطعاً تہنیت پیش کیا تھا جبکہ ہر ہفت ہفت بیگم صاحبہ اور خصار جلسہ نے
 بہت پسند فرمایا اور رسالہ ظل السلطان میں شائع ہوا فروری ۱۸۷۶ء
 میں آل انڈیا وین کانفرنس منعقدہ دہلی میں شریک ہوئیں اور رسالہ بھوپال
 امرت سر میں مفید اور پراز معلومات مضامین لکھے ہیں آپ معارف الایمان
 کی مصنفہ ہیں اور ایک معاشرتی ناول زیر تصنیف ہے آپ کا کوئی رنگ
 مخصوص نہیں ہے۔ حمد و لغت۔ مناظر قدرت۔ اخلاقی تھخص۔ معاشرتی

اصول پر شاعری میں نثر میں بھی اظہار کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ یہاں جہنگ کی اعزازی اڈیٹر بھی ہیں آپ ایک مائے ناز خاتون ہیں جنکی تقلید سے آنے والی بہنیں بہت کچھ سبق آموز ہو سکتی ہیں دنیا کی صحافت میں ہم ب ممتاز مارہرے سے شہرت حاصل ہے ہندوستان کے اکثر و بیشتر رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

شفق

کس قدر آبِ سماں ہے شفق بھولا ہوا
یا یہ مجموعہ مشکِ سرخ کی قطرات کا
یا شہید و نکلے لہو کا رنگ اس پر پڑ گیا
یا افق پر اک صیغے سرخ ہے جلوہ نما
خندہ زن ہے حلقہ بردقتِ آغارِ سحر
اس میں اک ریائے خویشِ موجزن کو کشتہ
میں شفق اکٹھے دلِ خویش گشتہ کا جو توجہ گر

یا بہار آگس کسی گلشن کا پر تو ہے پڑا
انقلابِ ہر سے ہوا سکا دلِ خوں ہو گیا
یا یہ خونِ بے گناہاں کی ملی اس کو نر
یا یہ میرے سوزشِ دل کا ہے آئینہ بنا
سو گوارا انجام پر ایسا ہی آتا ہے فطر
دیکھنے والا ہو تو دل اس کا دیکھے چیر کر

مسلمان اور رسومِ پرستی

مسلمانوں میں چند فبیح رسوم کا انکی معاشرت مذہب، اور تمدن میں

داخل ہے انکی اصلاح اور انکے السنہ کی جو سر توڑ کوششیں اب تک مسلمانوں نے کی اور کر رہے ہیں وہ یقیناً قابل تعریف اور لائق استحسان ضرور ہیں لیکن ان کا نتیجہ کامیابی نہیں کہا جاسکتا۔

بچہ کی ولادت سے لے کر موت تک حسب در رسمیں مسلمانوں میں بالعموم عمل میں لائی جاتی ہیں۔ اگر انکو ایک جگہ مجتمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوگی اور لطف یہ ہے کہ حسب در رسمیں رائج ہیں وہ سب کی سب قبیح ہیں زیادہ تر اسراف پر مبنی ہیں۔ جن رسوم کو مذہبی رنگ میں رنگا گیا ہے انہیں بعض شرک کی حد تک پہنچتی ہیں۔ بعض بدعت سیئہ میں داخل ہیں، لیکن مسلمان پھر بھی انہیں نہیں کھولتے اور بیدار نہیں ہوتے۔

مسلمانوں کی سرپرستی نے ان رسوم کو اور مضبوط و مستحکم کر دیا ہے عورتوں کی جہالت اور قدامت پرستی نے ان رسوم کو ایسا مقدس جامہ پہنایا ہے کہ کوئی مسلمان عورت اسکو اتارنا گناہ سمجھتی ہے۔

ہمارے افلاس کا باعث فی الحقیقت یہ رسوم پرستی ہے۔ بچہ کی ولادت، شادی، بیاہ، منگنی، فترہ، اور میت کے موقوفوں پر ان ہی رسوم کی بارگاہ وادائیگی بنا پر اس قدر فضولیات میں خرچ ہوتا ہے کہ جسکی حد نہیں ایک معیبت یہ اور ہے اور جو فرقہ رسوم پرست یا قدامت پسند عورتوں کی زیادہ جارحانہ تعلیم یافتہ یا بہت خیال ہے اور یہ ہی طبقہ زیادہ مغفل اور کم ہوش ہے

جب یہ طبقہ ایسے اسراف اور فضول خرچیوں میں مبتلا ہوگا تو پھر نتیجہ معلوم
 میں مسلمانوں سے اور اذن مسلمانوں سے جنگ و اقدار حاصل ہے
 جو اپنے قصبہ یا گاؤں میں اور اپنے خاندان میں زیادہ مغرز اور زیادہ
 صاحب ثروت ہیں ان سے اپیل کر دوں گی کہ وہ مسلمانوں کی اس قابل
 اصلاح حالت کی طرف توجہ کریں اور جلد سے جلد اس صلاح میں سرگرم حصہ
 لیں ان کے خاندان میں ان کے قصبہ میں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد
 ہوں تو انہیں ایسا لٹریچر فراہم کر دیں جس میں ان فضول اور بے بنیاد رسوم
 کی برائیاں اور ان کی قباحت مذہبی اور معاشرتی دونوں نقطہ نظر سے
 درج ہوں نیز انکو وہ کتابیں بھی کر دیں جو ان کے حقیقی مذہب سے آگاہ کریں
 اور بدعات سیئہ کی حقیقت سے جو انہیں رائج اور چڑکھڑے ہوئے ہیں
 آگاہ کریں۔

خود ان رسوم کو ترک کرنے میں اپیل کریں ایسی تقریبات کی ضرورت
 کنارہ کش ہوں اور احتراز کریں جہاں ایسی قبیح رسمیں ادا کی جاتی ہوں
 غرض یہ کہ بہت سخت ضرورت ہے کہ ہم سب ملکر اپنے بھائی بہنوں کو
 اس غلط راہ سے جو وہ اختیار کئے ہوئے ہیں میں صحیح راستہ پر لگا دیں جس سے
 ہماری معاشرت تمدن، ہماری حالت درست ہو اور مذہب میں بھی کسی قسم کا ایسا
 دخل عمل نہ ہونے پائے جو ہمارے مغز ہواور یہ کام زیادہ تر عورتوں ہی کرنے کا ہے

تہذیبِ فاطمہ عباسی

سنت انتظار علی صاحب عباسی بی اے اکاؤنٹنٹ کراچی
 میں پیدا ہوئیں۔ آپ ہاشمی و قریشی ہیں، اپنے بھائی بہن میں سب سے
 چھوٹی ہیں دو تین سال کے سن تک آپ کی تمام پردش و پرداخت
 آپ کے چھوٹی خالہ کے ذمہ رہی۔ اسکے بعد والدین کے ہمراہ آگرہ
 و بہرائچ وغیرہ چلی گئیں۔ بہرائچ پہونچکر بسم اللہ کی گئی اور دو لمبی
 نمبرن تعلیم مقرر کئے گئے آخر انہیں جواب دینا پڑا زیادہ تر آپ کے
 بچا اعجاز علی صاحب کے پڑھانے سے قرآن شریف ختم ہوا۔
 آپ کے بھائی اظہار علی صاحب کے تحریک پر گھر میں ایک انجمن
 قائم تھی اسوقت آپ میں مضمون نگاری کی قابلیت تو نہ تھی شوق
 بہت تھا چنانچہ کاغذ پر لکیریں کھینک کر حلیہ میں پہونچ جائیں اور اپنا
 مافی الضمیر کاغذ کو دیکھ دیکھ کر یوں بیاں کرتیں گویا مضمون لکھا ہوا

اس سے آپ کو فائدہ یہ ہوا کہ اردو سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ مین پوری پہونچ کر اردو شروع کرائی گئی۔ تھوڑے عرصہ میں دو تین مولوی تبدیل ہوئے چنانچہ جب مولوی علیحدہ کر دیئے گئے تو آپ نے تختی لکھنی شروع کی۔ آپ کو بچپن میں تعلیم سے چندان دلچسپی نہ تھی کسی کس پاس پابندی سے پڑھتی نہ تھیں بلکہ خواہش یہ تھی کہ از خود لکھنا پڑھنا آجائے۔ ۱۶ سالہ میں جبکہ آپ کا سن سات سال کا تھا اور ان دنوں آپ کی ہمیشہ اخلاق فاطمہ صاحبہ کے پاس تہذیب نسواں آیا کرتا تھا اسکے علاوہ پہلے کی بھی جلدیں تھیں جس کا آپ دن رات مطالعہ کرتیں۔ ابتدا تو کچھ مشکل دکھائی دیا لیکن اردو اس قدر وہ پڑھنے لگیں کہ تمام گھر کو تعجب ہوتا تھا۔ میں پوری ہی میں آپ نے چھوٹے چھوٹے مضامین لکھنا شروع کئے جو صرف انجمن تہذیب میں ناکر پھینک دیئے جاتے تھے۔

تہذیب نسواں کو دیکھ کر اصلاح نسواں کے نام سے ایک اخبار نکالنے کا آپ کو شوق ہوا۔ پہلا پرچہ نکالنے پر آپ کو یہ دشواری پیش آئی کہ اپنا لکھا آپ خود نہ پڑھ سکیں۔ مجبوراً ارادہ نسخ کر دیا آپ نے بچپن میں گدیاں اس طرح نہیں کھلیں جس طرح اور لڑکیاں ہندو کلیہ وغیرہ بچا کر پورے سلیقہ سے کھلاتی ہیں بلکہ آپ کا مذاق یہ تھا

۱۹۶
پورے قصہ کو ڈرامہ کے اسٹیج پر کھیلیں اسکی ایکٹر گڑیاں قرار دی جائیں
آپکی زبان ایکٹر کی ناطقہ ہوتی اور گھروندے میں ایک طوفاں منظم
برپا رہتا۔

”نصیحت کا کرن پھول“ وغیرہ جو کتابیں آپ کے درس میں تھیں
گڑیوں کو بطور سبق پڑھائی جاتیں۔ اس طرح اپنا پڑھا آپ خود یاد ہو جاتا
تھا۔ اس عرصہ میں آپ کے والد اکسائز سیزنڈنٹ ہو کر جھوپال شریف
لیگئے اور اون کے ساتھ آپ بھی گئیں یہاں بھی مطالعہ جاری رہا
اب آپ پاس تہذیب نسواں اور رسالہ خاتون کے سوا تمدن انظر
کے پرچے آنے لگے اخبار نکالنے کا شوق پھر تازہ ہوا۔ آخر کار یکم مارچ
۱۹۶۲ء کو ”اخلاق نسواں“ نکال ہی دیا۔ پہلا پرچہ لکھا کہ جب والد
کی خدمت میں پیش کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ آپکی کوششوں کی
داد دی مہمت بڑھائی رفتہ رفتہ آپ کے مذاق میں وسعت پیدا
ہو گئی اب مضامین بہ نسبت پہلے کے اور ضخیمت ہونے لگے۔

اخلاق نسواں مہینہ میں چار مرتبہ نکالنے کا ارادہ کیا تھا لیکن
چند روز بعد یہ ناممکن دکھائے دینے لگا مجبوراً اسے پندرہ روزہ کر دیا
اس میں سائنس۔ فلسفہ۔ علمی۔ ادبی۔ طبی۔ مذہبی۔ غرض ہر قسم کا
رطب و یابس ہوتا تھا۔ البتہ افسانہ بہت کم ہوتا تھا۔ کیوں کہ آپ کے

والد کی تاکید علمی مضامین کے نسبت تھی۔ لطائف خود ساختہ ہوتے تھے
 لیکن کبھی کوئی تک کا نہ ہوا۔ مضامین جتنے اور جسم قسم کے ہوتے وہ
 سب کے سب آپ ہی کے لکھے ہوئے ہوتے تھے البتہ مضامین کے
 نیچے مختلف نام دکھائی دیتے تھے گویا اس طرح ہر نمبر پر بے خود ایڈیٹر
 نمبر ہوتا تھا۔ ہر پندرہ روز میں کافی تعداد میں مضامین لکھا پھر چہ
 کی تربیت اور کتابت کوئی آسان کام نہ تھا۔ مالک و نگراں ایڈیٹر
 میانہ پر، پرنٹرز بلیشر۔ غرض سب ذمہ داریاں آپ کی ذات پر تھیں خود کوزہ
 و خود کوزہ گرد و خود گل کوزہ، ہر پندرہ روز کو ایک پہ چہ نکلا کرنا تھا
 اور لطف کیے اوس کا ایک ہی حقیقی اور سچا خریدار بھی تھا۔ یعنی آپ کے
 والد محترم۔ جنکے خدمت میں خود علی الصباح ڈاکیہ بنکر پرچہ پہنچا آتیں
 اور مزہ یہ ہوتا کہ پرچہ سنانے کی ذمہ داری بھی آپ ہی تھی۔ جب پورا
 پرچہ سن لیا تو اسکی نسبت نصیحت فرماتے اور آپ پرچہ کو آمیدہ اور
 مفید بنانے میں منہمک ہو جاتیں ساتھ ساتھ ہی مصنفہ کہلاتے کی بھی
 مٹا تھی کہ وہ کتابیں اخلاقی اور معاشرت پر ہوں ان دنوں آپ کیلئے
 انگریزی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا لیکن اس میں بھی بد شوق ثابت
 ہوئیں تاہم دن کا زیادہ حصہ پڑھائی کے نذر ہونے لگا جو وقت بچ رہا
 ”اخلاق نسواں کی تربیت میں صرف ہوتا ادھر انجمن کے ماہوار جلسوں

۱۹۸
 کیلئے مضامین کی فکر کرنی پڑی طریقہ یہ تھا کہ تمام گھریلو ممبر کو ایک
 عنوان دیا جاتا کہ اظہار خیال کریں چنانچہ آپ سب سے زیادہ مضامین
 لکھنے والی ثابت ہوئیں۔ انجمن تہذیب کے ایک جلسہ میں آپ نے
 دکھاوے اور شہرت، پر ایک طویل مضمون لکھا جس پر آپ کے درجہ
 اول کے انعام کا مستحق قرار دیا گیا (انعام کا طریقہ سمیت افزائی تھا)
 جس نے آپ کی مہمت اور کوشش میں چار چاند لگا دیئے یہ مصروفیتیں ایسی
 تھیں کہ جبکہ بدولت آپ کمزور ہونے لگیں جسکو دیکھ کر آپ کے
 خالہ صاحبہ شقائق فاطمہ نے آپ کے مضامین جلا دیئے (جس کو
 آپ کے والد ملفوظات کہا کرتے تھے) اس غم و غصہ میں آپ نے نیکوئی
 لکھنا پڑھنا ترک کر دیا۔ البتہ اخبار پھول کی جانب توجہ کی اور چند
 مضامین بغرض اشاعت روانہ بھی کئے لیکن مولوی مختار علی صاحب
 نے ناپسند کہہ کر واپس کئے۔ مگر سچا وعدہ، پیارا بچہ، سعید کی
 توبہ، پھول میں شائع کئے گئے۔

پھر آپ بریلی آ گئیں۔ جہاں سلائی وغیرہ کی مشق زیادہ رہی
 آپ کے بھائی آپ کی تعلیم کی جانب متوجہ ہوئے پھر الہ آباد
 پہونچ کر موازنہ امین دبیر۔ مقدمہ شعرو شاعری آپ کے بھائی نے
 پڑھایا۔ اور دونوں کتابوں کے لئے امتحان کا ایک دن مقرر کیا

۱۹۹
 آپ نے اس قدر محنت کی کہ گویا کوئی طالب علم کسی یونیورسٹی میں
 بیٹھنے والا ہے چنانچہ امتحان ہوا اور اب نہایت اعلیٰ ممبروں کیساتھ
 کامیاب ہوئیں اب آپ کی لیاقت اتنی ہو گئی تھی کہ شعرِ انجم وغیرہ جیسی
 ضخیم کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہنے لگیں۔ بریلی میں آنے کے بعد
 انگریزی تعلیم کا انتظام ہوا اور اس میں زیادہ وقت صرف ہونے لگا
 اور جو وقت بچ رہتا وہ دستکاری کے نظر ہوتا کتبِ مینی کے لئے بھی
 نظامِ عمل میں کافی وقت رکھا تھا آپ نے اپنے کتب خانہ سے بہت سی
 نظم و نثر کی کتابیں چھانٹ لی تھیں مثلاً بانگ درا۔ روح ادب
 آبِ حیات، کلامِ نادر۔ ہندوستان اور غیر ممالک کے سیاحت کے
 حالات۔ تعلیم یافتہ لوگوں اور وسیع معلومات کے سفر نامے زیادہ
 پسند کرتے کیونکہ آپ کو خود بھی سیاحت وغیرہ سے دلچسپی ہے بیگم صاحبہ
 بھوپال کی قریب قریب تمام تصانیف نظر سے گزر چکی ہیں جس زمانہ
 میں انگریزی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کچھ وقت لکھ کر مضامین لکھنے
 کی کوشش کی طبعیت کارِ حجان ادب اور علم کی طرف تھی۔ ابتدا کسی
 مشہور ادیب و اہل قلم کے طرزِ تحریر کا اتباع کیا مثلاً مولانا راشد الخیری
 پھر سے ترک کر کے سید سجاد حیدر صاحب یلدرم کا طرز پسند کیا پھر
 عابد علی صاحب عابد کا رنگ اختیار کیا لیکن آج کل کسی کے رنگ کی

۲۰۰

مقلد نہیں ہیں اپنا ایک طرز قرار پایا گیا ہے جو آپ کے مضامین ”راز“،
 حجاب نسائیت، کا ہے اسکے علاوہ مہندوانہ اور نیاز کے طرز پر
 بھی لکھتی ہیں آخر الذکر راز آپ کو زبائدہ مرعوب ہے، جس میں نیگوزیٹ
 ہو، مثلاً بکھرے ہوئے پھول، جو رسالہ مایوں ماہ ذہری سلسلہ شروع
 ہوا ہے، راز، یہ کے مضمون نگاری کی پہلی قسط ہے جو رسالہ نیرنگ
 دسمبر ۱۹۲۲ء میں شائع ہوا ہے، جو بہت پسند کیا گیا علمی اور محققانہ
 مضامین سے بھی آپ کو شغف ہے آپ کے مضامین کی مانگ بڑھ رہی ہے
 اکثر مردانہ ماہوں رسائل آپ کے پاس آتے ہیں اور مضامین کی
 فرمائش کرتے ہیں، راز آپ کی خدمت اپنا فرض سمجھتی ہیں اکثر ایڈیٹر
 آپ کے انشاء پر دلی کے متعجب ہیں بعض مصنفین نے اپنی کتب میں
 بھی بغرض نسبت کیجی ہیں ماہ اگست ۱۹۲۲ء سے روزنامہ کی ابتدا
 بھی کی ہے ارادہ ہے کہ اسکی دسے اپنی سوانح حیات ترتیب دین
 انجمن تہذیب نسواں بریلی اور اب انجمن تہذیب نسواں کانپور کو
 آپ نے اپنے عزیزوں کی متفقہ کوششوں سے قائم کی ہے آپ کے دل میں
 اصلاح قوم کا احساس ہے کانپور میں ”دارالخواجین“ کے قائم کرنے
 کی بھی تمنا ہے جو کچھ وقت سینے پر دے سہج جاتا ہے وہ مطالعہ
 کے نذر ہوتا ہے انجمن تہذیب نسواں کا کوئی جلیل ایسا نہیں جس میں

آپ کوئی مضمون نہ پڑھیں اپنی ہمشیرہ اور خالہ صاحبہ کے ساتھ ملکر اسکے سکرٹری کے فرائض ادا کر رہی ہیں مختصر یہ کہ آپ نہایت اچھی انشا پر داز اور قابل خاتون ہیں۔ آپ کی مصروفیت اور مذاق ادب دوسروں کے لئے وجہ تقلید ہے۔ ذیل کی انشا پر دازی آپ کے ذوق کا بین ثبوت ہے۔

راز

اے سہیلی! مجھے اپنی زندگی کا وہ دن بھی یاد رہے گا جب میں نے کانپتے ہوئے لبوں اور چمکے ہوئے سر کے ساتھ تجھ سے عفو درگزر چاہا تو نے مجھے معاف کر کے میری بے چین اور بے کل روح کو سکون کامل بخش دیا۔ لیکن جب میں نے ترے دلی خیال کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو تو نے میرے چہرے کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھا اور پیچھے ہٹ گئی۔

آہ! اے سہیلی تو نے مجھے کیوں معاف کر دیا! اے سہیلی برکھارت آئی اور پلٹ گئی۔ سردیاں آئیں اور گز گئیں۔ گرمی پھیلی اور چلی گئی۔ مگر اے میری پیاری میں اپنے اوس وقار و فیتہ کی متلاشی رہی میری تشنہ روح اب بھی کسی راز شناسی کی جویا

۲۰۲
 دنیا کا ہر دلفریب نظارہ مجھے میرے حصول مطلب میں زیادہ سرگرم
 بنادیتا تھا، میں تیرا راز معلوم کرنے کیلئے تیرے قریب جاتی تھی۔
 لیکن مجھے بے نیل ملامت واپس آنا پڑتا تھا۔
 غرض میرا دل تیرے راز کے چرنوں کا مستلاشی ہی رہا!

حجابِ نسوانیت

شرم و حجابِ نسوانیت کا جوہر ہے لیکن معاشرت کے انقلابات
 اثرات اکثر عورت کی فطری حیاداریوں کو مغلوب کر لیتے ہیں اور
 وہ طبائع جو قدرتی طور پر حیا پسند ہوتے ہیں چار و ناچار آزادی
 خوگر ہو جاتی ہیں خواہ اس کے لئے اوہیں اپنے دل پر دوا ایک
 بار جبری کیوں کرنا پڑے۔

رہبانہ فطری طور پر حیا پرست تھی اگرچہ وہ بھی اسی خاندان
 کی ایکہ کن تھی لیکن وہ اپنی ہم عمر ہم رتبہ خاندانی لڑکیوں میں
 سب سے زیادہ شرمیلی اور اہلی معنوں میں اشریف الطبع مانی جاتی تھی۔
 وہ پروہ کی تمام قیود سے آزاد تھی اور آزادی پسند تھی لیکن وہ
 بے باکی کو سخت نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی دنیا اسکی وجہ کچھ ہی
 کیوں نہ سمجھے لیکن ہم اسکی حیاداریوں کا سہرا اسکی اعلیٰ تعلیم و تربیت

پر رکھتے ہیں۔

اسیں حجابِ نسائیت کوٹ کوٹ کر سمجھا ہوا تھا اس آزادانہ
معاشرت میں اسکی پاکیزہ خیالی یقیناً قابلِ داد تھی۔
بار بار اسکے دل میں خیال آیا کہ وہ قیدِ فرنگ کے خلافت
صدائے احتجاج بلند کرے لیکن اس کے سامنے حجاب کا ایسا پردہ
زنگین حائل تھا جو دل و زبان کو ایک ہونے دیتا تھا۔

شمس خانم شمع

شمس تخلص بنت مرزا علی محمد خان صاحب الستر ایک دہتمند اور
تعلیم یافتہ گھرانے کی چشم چراغ ہیں ایرانی الاصل ہیں بھئی میں
پیدا ہوئیں آپ کے والد نے بھئی میں بوجہ کاروبار مستقل سکونت اختیار
کر لی ہے اور وہاں کے مشہور ستیوں میں آگاہ شمار ہے اور حال ہی میں بھئی ریلوے
کے وائس چانسلر ہوئے ہیں آپ کے ایک چچا بھئی ہائیکورٹ کے جج ہیں دوسرے چچا پارلی
پراکس کر رہے ہیں۔ آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی ہے۔ انگریزی
نہایت رواں اور شستہ بولتی اور لکھتی ہیں اردو ادب کا
اچھا ذوق رکھتی ہیں شعر و سخن سے بھی خاصی دلچسپی ہے اور کبھی
کبھی کچھ کہہ بھی لیتی ہیں عموماً آپ کے مضامین نظم و نثر دیکھنے
میں آتے ہیں۔

۵ مارچ ۱۹۲۷ء میں آپ کا عقد ہوا اب بھی مطالعہ جاری ہے

اور مضمون نگاری کا مشغور رہتا ہے امور خانہ داری کا اچھا سلیقہ رکھتی ہیں دستکاری سے بھی خوب واقف ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں جنگلش کمپنیشن میں اپنے مدرسہ کی تمام یوروپین لڑکیوں میں درجہ اول کا انعام حاصل کیا ہے۔ ذیل کا مضمون آپ کے ذوق حدیث کا ضامن ہے۔

ایک ناکام زندگی کی آرزو

تیرے لئے پیارے دوست میں فضا کو نکلتی ہوں۔ آسمان کو دیکھتی ہوں کہ شاید تو میری طرف سرگرم الفت ہو۔ تجھے میری کاوشوں کی خبر ہو تیرے دل میں میری محبت ہو، تجھے خبر ہو کہ ایک بد نصیب بے چین۔ بے تاب ہے!

عرب کے من موہن آہ! تجھے کیا معلوم تیرے لئے ایک نامعلوم ہستی بہت عرصہ سے بے تاب ہے کاش تیرے دل میں میری الفت کی کسک ہوئی!

میں دریا کے کنارے۔ دہڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس لئے خاموش بیٹھے رہتی ہوں کہ جب تو شفق کے سایہ میں تفریح کے لئے آئے تو شاید میری ان بیعت آرزوؤں کو جو رہن یاس ہو چکی ہیں اپنی ایک غلط انداز نظر سے دیکھ لے! مگر آہ باب! تو میری ثناؤں کو

نڑ پتا چھوڑ کر چلا جاتا ہے!!
 اے ہمالہ کی چوٹیو! تم بھی کچھ کہو مدد جاگیوں نے تمہاری محبت
 میں جوگہ رمائے..... مگر کسچ کہنا کہیں نہیں مدنیہ کا پیارا نظر پڑا؟
 اے موج اب تو ہی بتا جی آ نکھیں تجھ سے دو چار ہوئیں تو نے او سے
 منسٹر پڑا کر چھوڑا لکڑ..... مجھے اتنا تو بتا کہیں! دس آ اب ز مزم
 والے سے بھی آنکھیں لڑیں؟

ادھر دیکھو! مچھکے نہیں۔ میری کم سنی کی محبت کو۔ جن کو نہیں
 دل کی افسردگی کو۔ جہاں کو نہیں۔ گر مٹی عشق کو۔
 تعجب۔ رنج۔ افسوس۔ سب کچھ۔ بجا۔ درست۔ حبابز
 لیکن کروں کیا ضرورت ہے تیری؟ تعانہ ہے دنیا کا۔ نہیں تیرے
 خیال کا مطالبہ ہے۔ کسی شوق کا نہیں۔ بلکہ تیرے دیدار کا!!



زرینہ خانم حجاب

حجاب تخلص موضع جسو کی ضلع گجرات پنجاب میں پیدا ہوئیں
 اگرچہ آپ کے والد پرانے خیالات کے بزرگ تھے تاہم تعلیم نسواں کے
 خلاف بھی نہ تھے۔ وہ سال کی عمر میں آپ کو مسجد کے ملا کے پاس
 قرآن شریف پڑھنے کیلئے بٹھایا گیا اور ایک سال میں آپ نے
 ختم کیا اسکے بعد اوسے گھاؤں کے زمانہ پر امری اسکول میں بغرض تعلیم
 داخل کر دیا گیا چونکہ آپ کے خاندان کے بعض قریبی افراد تعلیم نسواں
 کے خلاف تھے اسلئے پر امری کے بعد تعلیمی سلسلہ موقوف رہا لیکن زمانہ
 طالب علمی میں آپ ہمیشہ اپنے ساتھ کی لڑکیوں سے ہر جماعت میں
 اول نمبر رہا کرتیں مدرسہ کا تعلیمی سلسلہ موقوف رہا مگر آپ کا ذوق علمی
 ہنوز العطش کی صدا میں لگا رہا تھا۔ آپ تین سال تک گھڑی پر اپنے
 بھائی سے اردو فارسی انگریزی کی تعلیم پاتی رہیں چونکہ قد بچے

آپ کی فطرۃ میں شاعرانہ قابلیت و ذہانت کی تھی اسلئے کبھی کبھی تک بندیاں
 کر کے اپنے بھائی کو دکھائیں تو وہ مبسم ہو کر کہا کرتے ہوئے ابوشاعر ہوئی
 جاتی ہے، لیکن آپ کا ذوق شاعری کم ہوا۔ چونکہ آپ کے سسرال کو
 شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور قدرۃ کو یہ منظور تھا کہ آپ کی یہ تمنا
 پوری ہو چنانچہ ۱۹۱۹ء میں مولانا مولوی عبدالحق صاحب اختر
 و اصفی گجراتی فنانشل کمشنرز آف سن لاہور کے ساتھ آپ کا عقد ہوا جبکہ اردو
 فارسی انگریزی کی قابلیت خاصی تھی اور آپ کے خسر مولانا مولوی مولابخش خاں
 و اصف سابق جمہور اردو فارسی کے مسلمہ عالم اور شاعر ہیں دونوں
 تعلیم نسواں کے حامی اور موڈ۔ بیٹے کی یہ تمنا کہ میری رفیقہ حیات
 دولتِ علم سے مالا مال ہو اور خسر کی یہ خواہش کہ میری بہو قابلِ لائق
 ہو۔ جب سسرال کو یہ علم ہوا تو ادھنیں بے انتہا مسرت ہوئی کہ لڑکی
 تعلیمی ذوق کی وارفتہ ہے پھر آپ کے شوہر نے نہایت محنت و
 مشقت سے آپ کو تعلیم دینا شروع کی جس کا کھلا نتیجہ یہ ہے کہ
 آج آپ ایک اچھی شاعرہ اور قابلِ مضمون نگار ہیں اپنے شوہر
 سے اصلاحِ سخن لیتی ہیں اور کبھی کبھی خسر سے یہی آپ کے تعلیمی مذاق کو
 دیکھ کر آپ کے عیش و آرام کے خاں نے اردو انگریزی کتابوں کا
 بہترین ذخیرہ فراہم کر دیا ہے اور آپ روزانہ پابندی سے کامل

۲۰۹
چار گھنٹہ مطالعہ میں صرف کرتی ہیں انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کی
اچھی مشق ہے۔ امور خانہ داری کبانا پکانا۔ سینا پرونا اور گھر کی
آرائش میں آپ کو کافی تجربہ ہے لیکن آئے دن کی بیماری سے
ذوق ادبی میں جو رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اوس کا انوس سے
ترتیب اولاد کے فرض سے ہنوز سبکدوش ہیں آپ کے طرز انشا
کا نمونہ ذیل میں درج ہے۔

ترانہ حمد

اے سب جہاں کے مالک خالق ہی نام تیرا	ہر سو جہاں میں جا رہی ہے فیض عام تیرا
ازماہ تابا ہی تیری ہے بادشاہی	ارض و سما کے اندر سبک نظام تیرا
تیرا کمال کامل ہی ابد سے یارب	ہوا انتہا نہ جسکی وہ حدود ام تیرا
لوگوں میں قمریوں کے نغمے میں ملبول کے	مستور تیرا جلوہ مخفی قیام تیرا
طیور ہوں کہ حیواں خوشی ہوں یا کہ انسان	کرتے ہیں کر سار ہر صبح دُعا تیرا
تجھ کو بھلا چکے تھے جو لوگ انکی جانب	آیا جہاں میں لے کر احما پیام تیرا
دنیا کے گمراہوں کا رہبر ترابمیر	مغفل رہ ہوا کی قرآن کلام تیرا
قسمت پہ ہونہ اپنی نازاں مجاب کیونکر	کہتی ہے اسکو دنیا ادلے غلام تیرا

بلقیس بنت جہاں

جمال تخلص۔ عرف عام میں بلقیس جہاں بنت مولوی عبدالاحد صاحب
 ڈھکڑک۔ ڈی۔ پی۔ آئی۔ آفس الہ آباد ۱۹۲۵ء بہ مقام بریلی پیدا
 ہوئیں ۱۹۲۵ء تک اپنے والد کے ہمراہ ملازمت کی وجہ سے آلہ آباد
 میں مقیم رہیں ۱۹۲۵ء میں جب آپ کے والد نے انتقال فرمایا
 تب سے مستقل قیام بریلی میں رہتا ہے۔

اردو۔ فارسی۔ انگریزی وغیرہ گھڑی پر پڑھیں ۱۹۳۳ء سے
 شعر کہنا شروع کیا۔ ابتدا میں مشورہ سخن سید ماجد علی مجاہد بی اے
 ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ آلہ آباد سے رہا۔ پھر سید طالب علی صاحب
 الہ آبادی سے کچھ عرصہ لیتی رہیں۔

نثر نگاری کا شوق ۱۹۱۹ء میں ہندوستان کے اکثر رسائل میں

آپ کی نظمیں شائع ہوتی ہیں۔ اردو فارسی میں شعر کہنے کی قدرت رکھتی ہیں نثر بھی اچھی ہوتی ہے۔ جذبات نگاری میں بھی کافی ملکہ ہے ۱۹۲۷ء میں مولوی عبد الجلیل صاحب بی اے ایس۔ سی ایل ایل بی۔ وکیل سے بیاہی گئیں۔ نمونہ انشا پر د ازلی ذیل میں درج ہے۔

شاعرہ

میں نہت خراب ہوں میں آتش شریک ہوں نقابِ صیدِ حجاب ہوں میں خالِ انتخاب ہوں
میں نارِ حدِ باب ہوں طلسمِ سوج و آہ ہوں بجلیِ نقاب ہوں میں ریشِ عتاب ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
جسینِ ناز ہوں میں چاکِ پاکباز ہوں میں سجدہِ نیاز ہوں میں سج کی نماز ہوں
میں غزلوی کار ہوں میں کمالِ ایاز ہوں چڑا ہوں میں ساز ہوں میں زمارِ بازار ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
جسین کی نگاہ ہوں میں عشق کی کرہ ہوں میں خمِ دلی آہ ہوں تباہ و تریباہ ہوں
میں چاندنی ہوں میں حسن کی پناہ ہوں مٹی ہوں میں نگاہ ہوں کھلا ہوا گناہ ہوں
میں شاعرہ ہوں شعر ہوں
میں خمدالت ہوں فریبِ دہشت ہوں بلند ہوں میں پست ہوں صد اولِ شکست ہوں
میں سرِ شوخ ہوں دلِ وفا پرست ہوں صدیقینِ بدست ہوں ملاحتوں کی جست ہوں

من شاعر ہوں۔ شعر ہوں
 میثام بنگال ہوں بد پائال ہو جمال حیدر ہو صنم کدہ مثال ہو
 میں سنی غزال ہوں عجب تباہال ہو جمال ہوں جمال ہوں
 میں شاعر ہوں۔ شعر ہوں

نثر

مجرع جذبات

منظرست شباب منظر رسات کی رسیلی شاموں کا نشیلا کافر
 ادا منظر ایک ایسا منظر جسکی لطافتیں ہلاکت بارونا قابل برداشت ہیں
 آہ ایک ایسی شام جسکی فضا میں گھٹاؤں کے مست خمار میں منہذب
 معین جذبات پاش !!

میں اپنے غم آلود جذبات کی آغوش میں اوداس وساکت
 ساکت داود اس کہسار کی برف پوش چوٹی پر سرنگوں ہوں !!!
 ظلم میرے شانوں پر چھٹکائے گزر جاتے ہیں اس طرح کہ
 پردوں کی ترنم چکاں آہٹ سے ایک خفیف سی لرزش نسیم کا شرح ہوتا
 ہے کہسار کے دامن کے نیچے نیچے رو د بار خاموشی سے آئینے
 چمکا رہی ہے۔ اس طرح کہ کہسار کے مقبر اس کے بلوریں پیمانوں کا

۲۱۳
 عکسِ خرم ہیں کشتیاں دہنِ ساحل سے مگر رہی ہیں۔ میں منظر کی
 ہلاکت میں خدا معلوم کس پریشانی کے استغراق میں محو ہوں۔ میرے
 آنسو ایسے آنسو جکی رقیں روانی میرے گالوں میں متوجہ پر پا کر رہی ہے
 میری سیاہ ساری کی سوگ فروش شکنوں میں ٹپک رہے ہیں۔ آہ
 خدا معلوم میرے جذبات کہاں متوجہ خیز ہیں !!!

پنگھٹ پر جاتے ہوئے چمپا کی مست کلیاں ایک ایسے دلفریب
 تبسم کی لچک میں جس سے بہشت کی نکبتیں تخلیق پاتی ہیں میرے شانے
 سے مگر اجاتی ہیں میں چونک پڑتی ہوں اور پوری حیرانی سے ان
 غنچوں کے مازک تبسم کو دیکھنے لگتی ہوں ایک ایسی نظر سے جو بالکل
 محو جذبات ہوتی ہے۔

مگر آہ انہیں کیا معلوم کہ میرے حیات کی جراثیم کہاں تک
 آسودہ تپش ہیں !!!

پانی کا سنہرا دریا میرے قدموں کے نیچے مرموس صبحین بنا رہا ہے
 لہرؤں کی لطافت میرے جذبات میں ایک نیا ہیجان برپا کر رہی ہے
 میخانے لٹانے والی موجیں نورانی صبح کی سپیدی میں فردوس
 کنول کھلا رہی ہیں۔

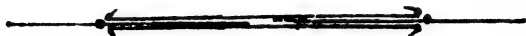
مرغِ آبی سطحِ آب پر اپنے بازوؤں کی سیم گونی پھیلا ہوا ہے

اور جوئی کا نظر کش سادہ و دلفریب شوخ و معصوم، حسین و کا فر،
 پودالب جو اپنی نرم نرم پتیاں لہرا رہا ہے جوہی کے معصوم بھول
 ٹوٹ ٹوٹ کر پانی کی مکتیوں پر حباب ناز بن رہے ہیں!! آہ!
 ایک ایسی جنت نگاہ میں ایک ایسے فردوس بہارستان میں
 ایک ایسی سحر آلود صبح میں میں اپنے جذبات کی غم ٹھنڈی میں الم کش
 ہوں۔ مگر ستا ستا کر جھومنے والی بلوری لہروں کو کیا خبر کہ میں
 کیا سوچ رہی ہوں!!!

خاموش و سنان رات میں ایک ایسی رات میں جس میں
 کالے کالے بادل فضا کے چرخ عثم آفریں ہیں ایک ایسے لمحہ میں
 جس میں ذرہ ذرہ مخمور خواب ہے ایک ایسی تبسم آلود فضا میں جس میں
 کافر منظر تتریاں آغوش گل میں مست ناز ہیں اور صرف ایک تارا
 بادلوں کی فضاؤں کی رخنے اندازیوں میں لرز رہا ہے۔

میں چپ چاپ اوداس سرو کے دلفریب مڑتھم عکس
 میں بے حس و حرکت کھڑی ہوں جگنو میرے سر پر چمک چمک کر
 فضا کی سیاہی میں ڈوب جاتے ہیں۔ لرزتا ہوا ستارا مجھ کو دیکھتا
 اور ایک لمحہ کو ساکت ہو جاتا ہے۔
 مگر آہ اسے کیا معلوم کہ میں کس فکر میں ہوں.....

۲۱۵
واقعہ میرے جذبات نرالے اور اچھوٹے ہیں اور کسی کو کیوں معلوم کہ
میرے دل میں کیا ہے ؟؟؟



بدر النساء بیگم

بنت مولوی حسین عطاء اللہ قادری حرم مددگار محکمہ فنانس حیدرآباد دکن
 ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ بروز چار سنبہ بمقام مدراس پیدا ہوئیں۔
 اور اپنی دادی کے پاس جو مشہور مصلح معاشرت عالم فاضل بدرالدین کی
 بیوی اور دست و بازو تھیں۔ امۃ القادر آپ کا نام تھا جب
 مولوی عبدالقادر صاحب رحبر حیدرآباد دکن کے عقد میں آئیں تو
 ”بدر النساء“ کا عرف اختیار کر لیا شوہر کی حسرت ناک جوانی مریگی کے
 باعث اپنے وسیع اور کس کنبے کی پرورش و تعلیم میں اپنے آپ کو
 وقف کر دیا۔ بچپن ہی سے اپنے انتظامی قابلیت کے باعث پورے
 گھر پر اور اپنے والد کے فنانس پر حادی تھیں۔ بہت کچھ سیر و سیاحت
 کی ہے اور اکثر ممالک اسلامیہ دیکھ چکی ہیں اپنے علم و دست شوہر کی محبت
 میں علمی ذوق پیدا کیا۔

۱۶
اولاد و انخاد کی نگرانی اس عہدگی سے کی کہ بڑے ہونے اور اچھی خدمتوں پر پہنچنے کے باوجود وہ ابھی آپ سے طفل خور و سال کی طرح ڈرتے اور ادب و محاذ کرتے ہیں حالانکہ سخت گوئی اور کسی قسم کی نرا بچوں کو دینا آپ کا طرز عمل نہ رہا۔ مولوی نصیر الدین محمد عبدالباری صاحب منصف و کمن میں اردو کی والدہ ماجدہ ہوتی ہیں۔ زراعت سے طبعی دلچسپی ہے اور مناظر قدرت سے فطری لگاؤ ہے۔ حیدر آباد سے قریب کچھ زمینات ہیں جہاں آپ نے ایک پر نفعا باغ بنوایا ہے اور نگاہ دلاؤ اسکو ایک نمونہ کا باغ کر دیا ہے۔ پہاڑوں پر چڑھنا اور سیلوں گھومنا ابھی چند سال کی بات ہے۔

”گلزار اولیاء نامی کتاب آپ کی تالیف شائع ہو چکی ہے جس میں اخلاق آموز کرامات اولیاء کرام جمع کئے گئے ہیں ذیل میں اسی کا اقتباس دیا جاتا ہے۔ اکثر بزرگان دین کے قصص اور حالات اور ان کے تذکرے لوگ اپنے اپنے مذاق کے محاذ سے لکھ کر اپنا یادگار اور بزرگوار دین کی محبت و موت کا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں مجھ نا لائق کا جز گنہگار کو بھی بہت روز سے خیال تھا کہ اولیاء اللہ کے چند کرامات لکھوں جب میں اس کو لکھنے لگی تو خدا کی طرف سے مجھ کو چند بزرگان دین اور شیوخ جنت رضوان اللہ علیہم کی زیارت بھی نصیب ہوئی اور

۲۱۸
 خداے تعالیٰ کا ہزار ہا شکر کرتی ہوں کہ مجھ ایسی گنہگارہ کو بھی یہ نعمت عطا کیا۔ مجھ کو نہ تو اسکی لیاقت ہے کہ ایسے بزرگانِ دین کے حالات کو ناظرین کے ملاحظہ میں پیش کروں اور نہ طاقت کہ ایسے پاکبازانِ محبت کے مناقب کا ذکر کروں مگر چند کرامات کے ایک جا کرنے میں میری غرض یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ان بزرگانِ دین کے طفیل سے مجھ گنہگارہ کو آتشِ دوزخ سے بچائے اور بہشتِ برتر میں اپنے نیک بندوں کے قدموں میں جائے نصیب کرے۔ آمین۔

ناظرین — سے اس بے بضاعت کی یہ التجا ہے کہ اس مختصر رسالے میں جو چند رسالوں سے منتخب کر کے ایک جا ہدینہ ناظرین کے آگے پیش کیا گیا ہے اسکو اپنی عنایت سے درست و تصحیح فرمائیں اور مجھ کو اور میرے شوہر جو عالمِ جوانی میں اس دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

یہ مسودہ اسوقتِ اجمیر شریف میں لکھا گیا ہے جبکہ یہ عاجزہ دہاں بزرگانِ دین کی زبانت سے مشرف ہوئی تھی خداوند تعالیٰ سے امید و دعا ہے کہ اولن بزرگوں کے طفیل سے میرا اور میرے شوہر کا خاتمہ بخیر ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

باغ میں ہر قسم کے پھول ہوتے ہیں اور اس مختصر رسالہ میں بھی

مختلف بزرگان دین کا ذکر ہے۔ اس لئے اسکو ”گلزار اولیاء“ کہنا بھی
 بیجا نہ ہوگا۔ ما توفیقی الا باللہ العلیٰ الکریم علیہ توکلت و ہو
 رب العرش العظیم

اسبگم

نبت خاں بہادر میاں غلام رسول خاں انصاحب تیسیم بمقام
 سرگودہ پیدا ہوئیں جہاں ان دونوں آپکے والد پیدلہ ملازمت
 میقیم تھے۔ چوٹ ضلع جنہگ کے مشہور قدیمی خاندان، تیسیم، سے
 ہیں جن کے آیا جناب حضرت غازی محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ اول
 فاتح ہندوستان کے ساتھ آکر عربی سے ہندی بنے اور اس
 خاندان کا ایک نام بردار علامی نواب سعد اللہ خاں شہنشاہ و
 شاہ جہاں کا وزیر اعظم تھا اور یہ خاندان ایک زمانہ میں اس صلع
 ملک میں حکمران رہا۔ چوٹ کی شاہی مسجد اور فیل خانہ بہ معروف
 پختی اس خاندان کی عظمت و ثروت کی دائم اور زندہ تصویریں
 موجود ہیں۔ آپکے دادا ابتداً عملداری انگریزی میں پولس انسپکٹر تھے
 اور آپکے والد بھی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ریکارڈ خاں ہی میں تشریف

آئے ہیں۔ ابتداً آپ نے کسی مدرسہ میں باضابطہ تعلیم نہیں پائی چونکہ آپ کے والد کو دینی تعلیم کا شوق تھا اسلئے قرآن کریم کا ترجمہ اُردو دیگر دینی کتب پڑھائیں اور اسی سلسلہ میں اردو۔ عربی۔ فارسی اور کچھ انگریزی میں بھی قابلیت حاصل کر لی۔ اور اب آپ گورنمنٹ ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہیں۔ طبیعت کو چونکہ شعر کے ساتھ قدرتی مناسبت بھی تھی اسلئے اکثر شعر اکا کلام زیر مطالعہ رہا اور کبھی کبھی خود بھی کہہ لیتی ہیں۔ ذیل کے اشعار آپ کے جذبات کے ترجمان حقیقی ہیں۔

دست قدرت مگر مولا تو نمایاں کرے	خاکِ نلت میں شیا طیں کو پنہاں کر دے
امن مہرِ محبت سے تو بھروسہ دنیا	خاکِ لاں تیرہ کو جنت کا خیال کر دے
دھونڈتے پردہ میں تجھ کو ہر محرمِ زلزلہ	اے مرہا کر دے زرا چہر کو عریاں کر دے
مسلم خستہ پابندِ سلال کب سے !	ہاں عدد کیلئے وادِ زنداں کر دے
راستہ انبی رضا کا مجھے دکھلا ہادی	شمعِ توفیق سیرِ رہ میں فروزاں کر دے
بنا ہو تجھ کو بس اب تیری رضامندی کا	مسکلیں مٹتی ہیں اس راہ میں سل کر دے
تجھے کچھ دودھ نہیں رحم کر اسبِ حیم	قوم کا نیز اقبال درخشاں کر دے
ہر گھڑی بول ہو اسلام کا ہر سو بالا	اور جمعیتِ اعدا کو پریشاں کر دے
مرد میاں میں غازی ہیں غازی ہیں ستر	مسلم قوم تو بارشِ احساں کر دے
باہم اخلاص و محبت بھی ہمدردی بھی	اختلافِ ناکے مٹا کر تو نہیں کجاں کر دے

نام کو کا فرو عا سندہ میں نیا میں
 جا ملیت کی گھٹائیں جو اڑتے تھے وہاں
 جس نے طوطی کو دیا نغمہ تو بلبل کو دل
 اور مسلمان کو تو پھر سے مسلمان کر دے
 مہر اسلام پھر عالم کو درخشاں کر دے
 آمنہ کو بھی عجا ہے تو غر نخواں کر دے

بلقیس حسن

ہنت مولوی عبدالستار صاحب کوئیل جو پورہ موضع الموضع اعظم گڑھ
 میں پیدا ہوئیں۔ چوں کہ آپ کے والد وکالت کی غرض سے یہاں آئے
 تھے اسلئے جو پورہ کو اپنا وطن بنالیا۔ اسکول کی پڑھائی ناقابل اعتماد
 اور مسلمان استانیوں کا کال ہونے سے کچھ دنوں تک ایک ٹیچر آپ کے
 معلم رہے اور پھر گھڑی میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے یہاں تعلیم کا
 خاصہ چرچا ہے۔ چنانچہ آپ کے بڑے بھائی ایم اے۔ ایل ایل بی
 ہیں جو اس وقت ڈپٹی کلکٹر ہیں دوسرے اور بھائی لیف اے میں تعلیم
 ہیں۔ موصوفہ کا علمی ذوق قابل تعریف ہے نہایت خاموشانہ کام کرنا
 میں تعلیم نواں۔ خدمتہ لنواں کا خاصہ جذبہ رکھتی ہیں۔ مطالعہ کا بلا تھما
 ذوق ہے فرصت کا وقت زیادہ تر اسی میں صرف ہوتا ہے اگر چند یہی
 حال رہا تو اچھے انشا پر دازوں میں شمار ہوگا۔ عصمت میں ہر عینہ

کچھ نہ کچھ لکھتی رہتی ہیں۔ ایک عزیز بہن کی ناوقت موت پر یوں اظہار
الم کرتی ہیں۔

ایک بہن کی لوحِ تربت پر

عالمِ تصویریں

اے محترم خاتون! تیری پاکیزہ روح۔ رحم و خلوص اور مہرِ دی سے
لبریز ہمارے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری کرتی ہے۔ میری آنکھیں
تیری جو یا۔ میرے قدم ترے استقبال کو آمادہ۔ میرے ہاتھ تجھے چھونے
کیلئے بیتاب۔ مگر میرا احساس رونے لگتا ہے۔ میری آنکھیں نناک
میرے پیشل۔ ہاتھوں میں لرزش۔ خیالات میں پریشانی۔ تفکرات کی
گھنگور گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور میں — ہاں میں کسی گہرے سوچ
میں ڈوب جاتی ہوں!

پیاری بہن! ترے دیدار کو آنکھیں ترستی ہیں۔ ترے نغمہ نثریں
کے لئے کان ہمہ تن منتظر۔ آخر بتا۔ تو ہی بتا۔ وہ کون خوش قسمت قطعہ
زمین ہے۔ جس کا تو پوچھ رہی ہو۔ وہ کون صحرا ہے۔ جس میں نہال آج افتاد ہے
آخر ہمارا مقصود۔ کوئی گناہ کہ ہم سے منحرف۔ روٹھی ہوئی آسودہ لحد ہے۔

بہن! یہ سچ ہے کہ دنیا کی تو نے بہاریں نہیں دیکھیں۔ مانباپ کے
قبل از وقت موت نے تجھے مرنے سے پہلے مار ڈالا تھا۔ اوس پر
عزیزوں کی کج ادائی تازیانہ کا کام کرتی تھی۔ لیکن اے لائق صبر و تحمل
ہستی صدق و صبر و محبت کی عمل میں تو ایسے موتی بکھر گئی کہ
آنے والی نسلیں اپنے کانوں کا او سے در شاہوار بنائیں گی۔

قسام ازل نے درد و محبت سے تیرے دل کا خمیر کیا تھا۔ پھر یہ کیسا
کچھ حیرت خیز نہیں کہ سبے عبدائی اختیار کر لی۔ نہ بولتی ہے نہ سنتی ہے
کیا تعاضاۓ الفت یہ ہے؟

آہ! میں کیا کہہ رہی ہوں۔ رحم و کرم نہیں نہیں۔ ہاں جنت
تیرا مقام۔ فردوس تیرا باغ۔ رنج سے دور۔ غم سے آزاد۔ تفکرات سے
نجست۔ ہاں۔ جنت مکانی اس دنیا کی جھوٹی نمائش اور اس کی فریبہ
خواہشیں تیرے پاس پھٹک نہیں سکتیں۔

اچھی بہن کیا بتاؤں سا دل کے مہینہ میں کسی شاندار درخت
کی ڈالیوں میں جب جھولا پڑتا ہے اور موسیقی کے دلکش نغموں سے ہوا معمور
ہو جاتی ہے اس وقت ہاں ٹھیک اس وقت تری حواں نصیب بہن دنیا
ماں بہا سے بے خبر سبے علیحدہ تیری پاکیزہ بادیں موج جاتی ہے۔

بہا! کاموسم میرے لئے المناں ہے۔ گل کھلتے ہیں کھلا کرے

۲۲۶
 ہوا عطر بنی رہے۔ ہو کرے۔ لیکن آہ! تیرا گل سا چہرہ وہاں گن گئی
 پھر میرے لئے بہار کا لطف کیا آئیگا؟ خوش نصیب تھی تو اور خوش نصیب
 تیری موت۔ درس عبرت ہے تیرا تن نازنین جو منوں مٹی کے نیچے دیا
 ہوا ہے۔ محبت کے پھول تیرے سر ہانے جھک رہے ہیں۔ باد صبا تیری
 لحد پر پھنک رہا جہل رہی ہے تارے تیرے نام پر خنداں۔ چاند نور کی
 چادر تیری قبر پر بچھا رہا ہے۔ ابر سایہ نکلن زمیں اپنے آغوش نازیں
 لئے ہوئے۔ ترے معصوم کا زاموں پر۔ مرجبا اور احسنہ کی مدائیں
 لگا رہی ہے۔



کبریٰ خانم خاور

خاور تخلص بہت کے محمد حسین بی اے، انجینئر آپ کے جد اعلیٰ سکھوں کے عہد میں نقل مکان کر کے قصبہ پرل ضلع ہشت گریہ ریاست بیٹالہ میں آئے آپ کے ابا واجداد بلحاظ علم و فضیلت زہد و تقویٰ نہایت مشہور ہیں۔

بسم اللہ خوانی کے بعد آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ چھوٹی سی عمر میں اسکول بھیجنے کی سخت کمزوری تھیں لیکن حاجی بگم صاحبہ معلمہ اول کی ذمہ داری پر مشن اسکول لودھیانہ میں شریک کی گئیں۔ لیکن آپ کو ابتداً مدرسہ سے نفرت تھی جب بلاواسطہ کیلئے ماما آتی تو آپ کمرہ کے کوارٹر بند کر کے بیٹھ رہتیں تاوقتیکہ وہ واپس چلی نہ جائے پھر نہ آتیں لیں والدہ کی زائد از ضرورت محبت آپ کے اس فعل پر حنفی کا سبب ہوتی رہی وہ بھی تھی کہ بڑی جماعتوں میں بھی آپ نے غم نہ ہائیں

لیکن یہ عجب بات تھی کہ باوجود اس قدر غیر حاضریوں کے ہر سال امتحان میں سب لڑکیوں سے اول آئیں آپ کے معلمین آپ کی ذہانت اور فراست کے مداح و معترف تھے اور اب بھی آپ کا حافظہ اس قدر ترقی ہے کہ بیک نظر بیک سماعت سوال الفاظ کو سلسلہ وار بنا دیتی ہیں طبیعت میں فطرۃ رحم و کرم غور و فکر کا مادہ ہے اپنے ساتھ والی لڑکیوں کو جو آپ کو جماعت میں سدا کرتی تھیں کبھی ہڈیاں سے اڑکی شکایت نہیں کی جماعت کی تمام لڑکیاں سب سے یاد نہ کرنے پر نرا پاتیل و آپ ہی وہ تنہا ہوتیں جو نرے مستثنیٰ رہیں۔ ۱۹۲۷ء میں پرائمری کا امتحان کامیاب کر کے جیجی جماعت میں ترقی پائیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں ورنیکولر ڈل کا امتحان دیا اور تمام اسکول کی لڑکیوں میں اول آئیں۔ لیکن آپ کے اس نتیجے پر اسکول کی استائیاں کچھ خوش نہ ہوئیں کیوں کہ انہیں تمام یونیورسٹی میں اول آنے کی توقع تھی لیکن آپ کی عین وقت پر علالت نے ادنیٰ یہ تمنائیں پوری نہونے دیں اسکے بعد آپ نے اپنے والد کو جو اول دنوں ریاست رامپور میں انگریڈو انجینئر تھے۔ لکھا کہ آپ کو مسلم گرل ہائے اسکول علیحدہ میں شریک کرادیں چنانچہ آپ کے والد اس ارادہ سے تشریف لائے لیکن خاندان کے بعض قریبی افراد نے جو تعلیم نسواں کے سخت مخالف تھے

آپ کے اس ارادہ کو پورا ہونے نہ دیا۔ اگرچہ آپ نے اس کی تردید کی لیکن
 ادھنوں نے آپ کے والد کو بائیکاٹ کرنے کی دہکی دی جس سے وہ باز رہے
 اور گھڑی پر اردو فارسی کی معقول تعلیم دیکر ایک حد تک آپ کی اشک شوی
 تو ضرور کر دی لیکن اعلیٰ تعلیم کا داغ آپ کے دل سے ابھی تک نہیں ہوا
 اسکے لئے آپ وقت کی منتظر ہیں۔ طرز بیان و چپ و لطیف ظرافت کا
 پیرایہ لئے ہوئے ہوتا ہے۔ خیالات میں لمبہ پروازی اور وسعت ہے
 بہت اور ارادی کی لمبہ ہیں۔ پہلے پہل نو سال کے سن میں نے ایک
 نظم کہی۔ اوقات کا بیشتر حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا ہے آپت چھوٹے کچے
 بھائی بہن ہیں۔ حال ہی میں ایک منظوم قصہ، ”برے بھلے کی کہانی“
 علیہ حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے نام سے معنون کیا ہے آجکل لودھیانہ
 میں مقیم ہیں۔ آپ کے افکارات ملاحظہ ہوں۔

مرے ارمان اور عوا

مجھ کو بلوائیں جبر و ضہ یہ رسول اکرم
 آنکھیں وضع یہ بلوں اور کہوں زرد کر
 آنے راہ جو تھی ان کو دکھائی حضرت
 باقی امت میں غمت کا نشان تک نہ ہا

نکلے ارمان میرا ناصیہ فرسائی کا
 حال تو دیکھئے امت کی سن واپی کا
 چھوڑ دی رہنے ہوا ہر کوئی سن آئی کا
 بھائی ہی دشمن جاں ہو گیا ہے بھائی کا

گرچہ ہیں فرد جہالت میں مگر اسپر بھی سر میں سود ہے ہر شخص کے خود رائی کا
 جائز علم و عمل سے تو ہر مسلم عاری شوق فیشن کا ہر ظاہر کی خود رائی کا
 قوم مردہ کو کرو زندہ دکھاؤ حضرت خاور خستہ کو اعجاز سیمائی کا

قومی ترقی کا راز

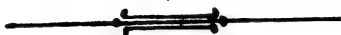
جو قوم اپنی ترقی و بہبودی کی خواہش سے وہ کسی دوسری ترقی یافتہ قوم کے تمدن پر غور کر کے اس میں سے وہ باتیں جو اسکے حق میں بہتر ہوں منتخب کر لیتی ہے۔ ہونہار اور ذہین اقوام کا اصول بھی ہے جیسا کہ تولاچ سے ظاہر ہے یونانیوں نے فن تعمیر کی تعلیم مصر سے لی اور روسیوں نے جہانداری کی تعلیم ایران سے اور فنونِ ادب کی یونانیوں سے حاصل کی۔ عرب نے تمدنی جہانگیری اور ریاضی تعلیم مصریوں۔ یونانیوں اور ایرانیوں سے لیکن ایک ہی صدی میں اسے جلا دیکر اپنے حالات کے موافق اس قدر بہتر بنا لیا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ عرب ان اقوام کے شاگرد ہیں اور کیوں جاؤ یورپین اقوام کی طرف نظر کرو۔ جنگی تمدنی حالت آج دیگر اقوام کے لئے سبق ہے انہوں نے اکثر علوم مثلاً تاجخہ جغرافیہ۔ مہندسہ نہایت جہانداری۔ عربوں سے سیکھی اور کچھ تغیر و اضافہ کے بعد بالکل اپنے موافق بنا لیا۔ کیا کوئی آج یہ بات کہہ سکتا ہے کہ عرب یورپین اقوام کے

استاد ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسلئے کہ یورپین اقوام نے "عقلمند را اشارہ کانی" مٹھوڑی باتیں لیکر انہیں جلا اور ترقی دیکر اپنا بنالیا لیکن عرب اپنی پہلی ستار پر قانع رہے اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ علوم و فنون و تمدنی ترقی میں کوشاں نہ ہوئے۔ بلکہ عشرت و غفلت میں پڑ کر بعض مخصوص اور پرانی خوبیوں کو بھی کھو بیٹھے۔ اگر جاپان کی طرف خیال کر دو تو یہ معلوم ہو جائیگا کہ دوسرے کی اچھی باتیں اختیار کرنا کس قدر مفید ہے۔ جاپانکی ترقی کا کار و مدار اس ذریعہ اصول پر ہے کہ ہم سچائی یورپ ہندوستان امریکہ سے لینگے بہشت سے لینگے اگر دوزخ میں موجود ہو تو وہاں سے بھی حاصل کریں گے" اس ہونہار قوم کے اس اصول کا مطالعہ کر نیکی بعد ہماری نظریہ نصیب ہندوستان پر پڑتی ہے اور خیال آتا ہے کہ کیا ہندوستانی بھی ترقی یافتہ اقوام کی ترقی کے راز کو پہنچ کر ان کے نقش قدم پر چلنے کی آرزو رکھتے ہیں؟

جب تک ہماری قوم میں سب طرح کی تعلیم رائج نہ ہوگی ہماری تعلیم کسی طرح سے مکمل کہے جا سکتی نہیں کہلا سکتی نہ ہم کسی طرح کی ترقی کر سکیں گے ہمارے بزرگوں اور حامیان قوم کو مناسب ہے کہ گورنمنٹ کو جلد اس طرف متوجہ کریں کہ اس قسم کی صنعت و تجارت و زراعت کے اسکول ہندوستان میں عام کھولے جائیں جن سے اہل ہند مستفید ہو کر اپنے

پاؤں پر کھڑے ہو جانیکے قابل ہو جائیں۔ درنہ تعلیم فی زمانہ رائج ہے وہ کم از کم پچاس فیصدی انڈین کو بھوکوں مارتی ہے۔ یعنی گرائجوٹ ہو نیکے بعد بھی طالب علم اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں آسائش کی زندگی بسر کرنے کیلئے کوئی اچھا سرکاری عہدہ مل جائے البتہ جو لوگ بی اے کے بعد کوئی لائن اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ تو کچھ نہ کچھ زمانہ میں پیپے کے قابل ہو جاتے ہیں مثلاً جو لوگ انجینیری۔ بیرسٹری۔ ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں لیکن ان میں ہر ایک سرکاری ملازمت حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اکثر کو پرائیوٹ دکانوں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ انٹرنس اور ایف۔ اے تو آجکل کسی شمار ہی میں نہیں۔ ایسی حالت میں طالب علم اپنے آبائی پیشہ میں بھی بے تمیز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان کاموں کو بھی نہیں چلا سکتے اور نہ گھر کے رہتے ہیں نہ گھاٹ کے ایسی حالت میں ہمیں اپنی مدد خود کرنی چاہئے اور جلد تر سرکاری توجہ اس طرف مبذول کروانی چاہئے۔ اگر بدقسمتی سے سرکار توجہ نہ کرے تو تلبہ ایسے فنڈ قائم کرنے چاہئے جس میں تمام لوگ کم از کم اپنی آمدنی کا پانچ فیصدی فائدہ براہ حب الوطنی اور خیرات عنایت فرمائیں اور اسی روپیہ سے چاہے ایسے اسکول کھولے جائیں۔ مساتھ ہی عورتوں کی تعلیم بھی عام کی جائے لیکن عورتوں کیلئے بھی طرح طرح کے اسکول ہوں۔

۲۳۳
 کچھ تو اس قسم کے جیسے اب موجود ہیں کچھ اس طرز سے علیحدہ ہیں
 خانگی امور پرورش اطفال صنعت و دستکاری تاریخ کی تعلیم زیادہ ہو
 نیز حفظان صحت کے تمام اصول سکھائے جائیں۔ ایسے اسکول نہیں
 عملی کام زیادہ ہو اور کتابی نسبتاً کم فقط۔



گیتی آرازیت

زینتِ تخلص - بنت شیخ محمد اکبر عمر صاحب بیرسٹر زوجہ محترمہ ڈاکٹر
 ابوالطاہر کیا فی قصوری - ۶ مارچ ۱۹۰۶ء میں عالمِ مہستی میں آئیں
 سکرت ہٹ اسکول لاہور میں تعلیم پائیں۔ آپ نے ہندوستان کے
 مشہور مقامات کی سیاحت کی ہے اپنے پیدائش گوار کے پاس جاکل افریقہ میں
 بار کی پراکٹس کر رہے ہیں وہ آئی ہیں۔ حمام - نیروبی - رنجسار
 دارالسلام بھی دیکھا ہے۔ آپ کے مضامین زنانہ پرچوں میں اکثر
 شائع ہوئے ہیں۔ مناجات ذیل سے آپ کے ذوق شاعری پر روشنی
 پڑتی ہے۔ فخر بھی لگتی ہیں۔

اے واقف! اونہاں	اے بادشاہِ دجہاں	اے والے کون مکا	مشکل میری آسان کر
ابیں ہٹ حیران ہو	باتا ویراں ہو	تری سگ زبان ہو	مشکل میری آسان کر
چنے ہویت خستہ دل	عصیا سے چنے مل	ہوتی ہرخیار و غل	مشکل میری آسان کر

مسلمان خوجا اتہن سے دود و باتیں

تعلیم اس وقت تعلیم کی غرض و غایت محض حصول ملازمت سمجھی جاتی ہے۔
 نوہنالاں قوم و ملک عورت کی گود میں پلتے اور تربیت پاتے ہیں۔ لہذا ہر
 عورت ایک استاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ بچپن میں جس قسم کی ذہنیت
 پیدا کر دی جائے وہی ذہنیت تمام عمر رہتی ہے اسلئے ضروری ہے کہ عملاً
 لگائیں کہ ہمیں کیسے بچے پیدا کرنے ہیں اور انہیں کس کام کیلئے تیار کرنا
 چاہئے۔ تعلیم کا مقصد ملازمت نہیں ہے بلکہ انسان میں بُرے جبلے کی تمیز
 پیدا ہو جائے اور عقل و شعور آئے۔ گو تعلیم ایک ذریعہ بھی ہے جس سے
 انسان اپنے لئے روزی پیدا کر سکے لیکن یہ خیال کہ ہر تعلیم یافتہ شخص
 ضرور ملازمت ہی حاصل کرے ایک غلامانہ ذہنیت کے سوائے کچھ بھی نہیں
 ہم میں بعض کسان ہیں۔ بعض بڑبڑی کا کام کرتے ہیں بعض لوہار اور بعض سنار
 اسی طرح بعض کپڑے بنتے ہیں تو بعض دوسرے کام کرتے ہیں اگر ان
 محنتی آدمیوں کے لڑکے تعلیم پا کر اپنے اپنے ہی فنون اور کاروبار میں
 لگے رہیں تو بہت زیادہ ترقی کر سکتے ہیں۔ نسبت اسکے کہ وہ اپنے
 آبائی پیشہ کو چھوڑ کر محض پندرہ بیس روپیہ کی کلر کی کیلئے در بدر مہکے
 کھاتے پھریں۔ ولایت میں تعلیم عام ہے۔ ہر پیشہ کے لوگ تعلیم پا رہے ہیں

وہ تعلیم پانے کے بعد اپنے آبائی پیشوں کو خیر باد نہیں کہہ دیتے بلکہ اُن خاص خاص پیشوں میں اعلیٰ تعلیم پا کر اپنے اپنے فن میں ماہر استاد بننے کی کوشش کرتے ہیں لہذا ہمیں بھی اُس امر کی کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے بچے تعلیم پا کر اپنے آبائی پیشوں میں ماہر فن استاد و مہر قوم و ملک میں نام پیدا کریں۔ کوئی پیشہ جس میں گارڈ ہے پینے کی محنت سے نیک روزی پیدا کجائے ذلیل یا رذیل پیشہ نہیں ہے ہیں سختی پیشہ درکنہوں کو بے غیرتی کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ جب ہی ہمارا ملک اور ہمارا قوم ترقی کر سکتی ہے۔

اس طرح لڑکیوں کی تعلیم کیلئے بھی ہمیں خاص توجہ درکار ہے میں دیکھتی ہوں تعلیم یافتہ لڑکیاں یہ خیال کرنے لگ جاتی ہیں کہ گھر کے کام کاج مثلاً جھاڑو دینا۔ کھانا پکانا اور دیگر خانہ داری کی باتیں سب کی سب نوکروں اور مائوں کے کرنے کی ہیں۔ ہمیں اولن سے سروکار نہیں اب ہم لکھ پڑھ گئی ہیں اب یہی کیا ہم وہی جاہل نوکریوں والے کام کریں گی؟ تو انکی خدمت میں بھی میری بھی غرض ہے کہ تعلیم آپ کو اسلئے نہیں لوائی جاتی کہ آپ گھر کی رہیں نہ گھاٹ کی بلکہ تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے کاموں کو بہ نیت ایک جاہل چوہڑی بی کے ایک حافل سمجھا رہے اور سگھڑی بی کی طرح انجام دیں۔

۲۳۷
 آپکے اب بھی وہی رہیں گے۔ فرائض میں آپکے کوئی فرق نہیں آئے گا۔
 فقط انجام دینے میں آپکی تعلیمی خوبیوں کے سبب ایک امتیاز پیدا ہو جائیگا
 جو دوسری غیر تعلیم یافتہ جاہل لڑکیوں میں نہیں ہو سکتا۔ بس یہی امتیاز آپکی
 تعلیم کا ہے۔

یہ دونوں ذہنیں مردانہ و زنانہ تعلیم کے متعلق ہم عورتوں کو پہلے
 خود پیدا کر لینی چاہئیں پھر اپنے بچوں میں بھی پیدا کر سکیں گی اسکے بعد
 ملک کی خدمت باہمی اتحاد قومی اپنی قوم کی ترقی و فلاح کی خواہش یہ سب
 باتیں ایسی ہیں جو اس بنیادی ذہنیت کے بعد ہمیں اپنے بچوں میں پیدا
 کرنا ہیں۔

سَعِيدَةُ خَاتُونِ سَعِيدِ

سَعِيدَةُ تَخْلَصُ عَنْ شَوْكَتِ دِلہن بنتِ حکیم مولوی محمد سجاد حسین صاحب
بادنی ہیڈ مولوی مشن ہائی اسکول میں پوری کی دوسری صاحبزادی
ہوتی ہیں اور مولانا محمد انور صاحب شاکت تھانوی کی زوجہ محترمہ
شیخ صدیقی حنفی المذہب ہیں

۱۳۲۵ء میں بمقامِ لٹ پور پیدا ہوئیں۔ آپ کا تاریخی نام
بی بی اصغری رکھا گیا اس حساب سے آپ کی عمر ۲۲ سال کی ہے۔

والد محترم سے برسمِ قدیم قرآن مجید اردو و فارسی کی تعلیم گھر ہی
میں حاصل کی چونکہ آپ کے والد بزرگوار کو اپنے دونوں صاحبزادیوں کو
اچھی تعلیم دینے کا بہت کچھ خیال تھا اسلئے علاوہ اردو و فارسی کے
عربی کی تعلیم بھی دی اسکے بعد ہوشیار صاحبزادی نے اپنی مطالعہ کو
وسیع کیا ابتداً انگریزی کے طرف توجہ نہیں کی لیکن اب آپ انگریزی

بھی دیکھی لے رہی ہیں۔

بچپن سے آپکو شعر سننے اور عمدہ شعر پڑھنے کا شوق تھا اور جس قدر عمر بڑھتی گئی یہ مذاق بھی ترقی کرتا گیا اور آپ ہمیشہ یہ سوچنا کرتے کہ میر غالب مومن ایسے وغیرہ بھی تو آخر انسان ہی تھے مجھ میں کونسی کمی ہے کہ میں ان شعرا کی طرح شعر نہ کہوں چنانچہ شعر خود کہنے کی کوشش کی لیکن آپ یہ اندازہ نہیں لگا سکیں کہ وہ شعر موزوں بھی ہیں یا نہیں۔ بہر حال آپ نے اپنے ذہن میں میر کے شعر کی ایک لائن قرار دے لی تھی اسی لئے کہ وزن پر شعر کہنے لگیں اور بہت کچھ کہہ ڈالا لیکن ایک بھی شعر لکھا نہیں۔ اب تو یہ عالم تھا کہ اس شوق میں اور بیابانی پیدا ہو گئی اور فطرۃ نے خود بھی شوق کی تکمیل کیلئے ایک نثریں بیان شاعر کا آپکو رفیقہ حیات بنا دیا جب شاعر شوہر کو آپ کے جوہر قابلیت کا پتہ چلا تو مفید مشورے دیئے اور آپ آپکا ہر شعر ضبط تحریر میں آنا اور شوکت صاحب اصلاح دیتے آخر ایک دن آپ نے اپنا ایک شعر اپنے مومن تنہائی کو دکھایا جو بغیر اصلاح کے کہہ دیا گیا کہ بالکل ٹھیک ہے وہ ذیل کا مقطع تھا۔

اے سعیدہ گرئے شبنم کے پھول تاسمحر ہستے رہے گلزار میں
اس دن آپ کو بے انتہا مسرت ہوئی اور آپ نے پھر غزل کی

تعلیم حاصل کی۔ ماشاء اللہ اب تو ایک اچھی شاعرہ مشہور ہیں کئی نظمیں ادبی رسائل اور خاص کر سنوانی پرچے۔ سہیلی۔ نور جہاں تہذیب السنواں۔ حرم وغیرہ میں دیدہ زیب ہوتی ہیں۔ نثر نگاری میں آپ کو افسانہ نویسی سے زیادہ دلچسپی ہے ذیل میں آپ کے مذاق ادبی کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

کہاں کی بھڑ ہے یارب عداوت گاہِ محشر میں	کبھی آبادیاں اتنی بے چین دنیا کے نظریں
مگر نالوس شان منہ غم محروم ہوئی	نہیں تو میں بلٹ دی نظامِ دہر میں
شبِ بخت کی بیباکی میں آفت نہیں لیکن	کسی نے جیسے کانٹے رکھ دیے ہیں گرجِ لبریا
تخیل ہے کہ حشر کی سمجھی میں نہیں آتا	خدا کیوں کر نظر آتا ہے ہر خاموش منظر میں
نہیں معلوم اسکے بعد کتنے انقلاب آئے	جنوں کے ساتھ اک صحرا بھی آیا تھا کھڑا
ضرورت محسوس کیا ہنگامہ بین کی نئے کوئی	اسے میں دیکھ لیتی ہوں کسی خاموش منظر میں
یہی آنسو کے قطرے گوہرِ معقہ دیجاتے	جوا جاتا مہار اکس میر دید تریں

سعدہ داغ دل کیا ہے محبت کا عطیہ ہے
یہی اک چیز ہے جو کام آئے بزمِ محشر میں

محد و خیالی

دینا نام ہے تاریکی کا، دروغ کا، وہم کا۔ جراثیم کا، بدگمانی کا، دشمنی کا

اور تمام تر یہی ہوسو گویوں کا۔ دنیا میں نوع انسان کی پیدائش کا مقصد اول ”آزمائش“ ہے شیطان کہو بار بار دھوکے دے رہا ہے اور اپنی پوری طاقت کہو قرب الہی کی کیفیتوں سے محروم رکھنے کیلئے صرف کر رہا ہے اور ہم کمزور ہیں۔ گو خداوند کریم نے کہو شیطان سے بچنے اور دنیا کی راحت نما کلفتوں سے نجات پانے کے راستے بتائے ہیں لیکن ہم اپنی کمزوری کے باعث اندھے ہو گئے ہیں اور اصل راحت کو کلفت۔ اصل کلفت کو راحت سمجھتے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم پر تمام ادبار گھاؤں کی صورت میں مستولی ہیں۔ ہماری سیاہ کاریوں نے ہمارا اعتبار ایک دوسرے سے کھو دیا ہے۔ ایک شوہر اپنی بیوی کی طرف سے مطلق مطمئن نہیں ہے آخر کیوں؟ صرف اسلئے کہ اس کے پیش نظر وہ مناظر ہیں جو حد درجہ شرمناک ہونے کے علاوہ ایک مستقل اثر دل و دماغ پر ڈال گئے ہیں۔ اب یہ لازمی امر ہے کہ ایک مثال عجائبی کے بعد وہ شوہر جسکی نظریں صرف شہنوی زہر عشق، چلبلا معشوق، باسنا سہا ہی وغیرہ وغیرہ ہی پر محدود ہوں اپنی بیویوں کا بھی وہی ذکر کثیر السمجس اوسمیں اون شوہروں کا کیا قصود اور اگر ہے بھی تو صرف اتنا کہ اول کی تعلیم اس قدر غلط ہوئی کہ انکو فطری طور پر محدود خیال ہو جانا پڑا اصل قصود تو تباہ کن افراد کا ہے جنہوں نے یہ زہر پھیلا دیا۔

واضح رہے کہ تعلیم بھی ایک نرم شاخ کے مانند ہے کہ اس کو
 جسطرف موڑو اس کا رخ مستقلاً اسی طرف ہو جاتا ہے۔ تعلیم کا مصرف
 غلط اور صحیح دونوں ممکن ہے۔ جسکی مثال ہر طرح بھی ہوگی کہ منصف
 اجتماع ضدیں ایک کلاں تعلیم یافتہ ہے اور اس کا دماغ تعلیم
 حاصل کرنے کے بعد مفید نمونے پیش کر سکا برخلاف کے منصف
 ”بوالہوس بنگالی“ ہے یہی تعلیم یافتہ شخص ہے لیکن اسکے کارنامے
 دیکھ کر لوگ تعلیم ہی کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اب کم تعلیم یافتہ
 افراد، اجتماع ضدیں، کو دیکھ کر لطف ضرور حاصل کرینگے مگر نتیجہ جو کچھ
 ”بوالہوس بنگالی“ سے نکالیں وہ اس قدر اثر پذیر ہوگا کہ، اجتماع
 ضدیں، کو بالکل بیکار کر دیگا۔ ان اسباب نے بدگمانی اور بدگمانی نے
 محدود خیالی کو تخلیق کیا۔ اب یہ سب تعلیم یافتہ طبقہ میں رولج ہو گیا
 کہ ایک لڑکی یا ایک بھویا ایک بیوی یا ایک بہن کا قلم اٹھانا گویا آوارہ
 ہونے کا پیش خیمہ ہے۔ مفسدین لکھنا درکار خط تک لکھنا خواہ وہ اپنے
 کسی عزیز ہی کے نام کیوں نہ ہو سخت تریں جرم ہے۔ ہماری قوم میں
 بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ لڑکی خوب پڑھ سکتی ہے لیکن لکھنے سے
 قطعاً معذور الف کی شکل کے علاوہ کوئی حرف صحیح نہ لکھ سکیگی یہیں
 محدود خیالی کے نتائج کہ قوم جہالت کے سمندوں میں غرق ہے

۲۴۳
اور روز بروز ڈوب ہی ہے ہم اپنی قوم کی تباہی کو دیکھ رہے
ہیں اور اس کے غلط وجوہ تراش رہے ہیں لیکن ہماری نظریں
اس پر نہیں پڑتی ہیں کہ یہ سب کچھ محدود خیالی کے اثرات ہیں۔

خوش اقبال حیات

حیاتِ مخلص بنت مولانا صوفی نظیر حسن صاحب زبیری میرٹھی
 ۱۹۰۹ء جولائی میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے کسی اسکول میں تعلیم نہیں
 پائی بلکہ گھر پر ہی اردو کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اسکے بعد ذوقِ تعلیمی
 ترقی کرنا گیا۔ فارسی میں اپنے پدر بزرگوار سے استفادہ کیا اور آپ
 انگریزی بھی اسی قدر جانتی ہیں جس حد تک کہ ایک ہندوستانی خاتون کو
 ضرورت ہے۔ تین چار سال سے شعر کہنے کا شوق ہوا ہے۔ آپ کا
 مذاق شعری اچھا ہے۔ عصمتِ دہلی میں آپ کی نظمیں اکثر شائع ہوتی ہیں
 اقتباس ذیل آپ کے مذاق شعری کا شاہد ہے۔ نثر بھی لکھتی ہیں

سکوتِ شام

حکومتِ ج ختم ہوتی ہو لشکرِ نامِ ابدی ہے
 شفق کے پردوں میں آؤ فوجِ حصارِ ہا
 نظامِ اچھڑا دسی زمین بہت بدل چکی
 غمخیز نکاتین چرم ہواؤں میں ہلہل رہا ہے

ڈالتی ہوں تو وہ مجھے ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں میں محسوس کرتی ہوں
مگر بیان نہیں کر سکتی کہ اس کارواں ابر کو محسوس کیجھ کر میرے دل میں کس قسم
کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

ہنگامہ کائنات اور شورش جہاں سے کیسے ہو کر جب میں شہد
کو ہمارے فضاؤں تک مکیہ خیال بنی ہوئی پوچھ جاتی ہوں تو اپنی ہی
طرح کوئل کو بھی اضطراب انگیز جذبات سے لبریز دیکھتی ہوں وہ غم
برسنگال گاتی ہے اور میں اس کے معافی پیدا کرتی ہوں میں سمجھتی ہوں کہ
وہ میری ہی طرح کچھ چاہتی ہے مگر حسی طرح کوئی مرے جذبات کا مفہوم
نہیں سمجھا اس کے نغموں کا مطلب بھی عام سماعت کی پذیرائی سے
محروم رہ جاتا ہے میں اپنے خیالات کی دور میں بند کر کے تصورات کے
سیلاب کو سمیٹ کر پھر اپنے گھر کے ایک خاموش کمرہ میں آ جاتی ہوں
جہاں ماحول کی پاکیزہ اور عصمت بددش حدیں مجھے صدمہ احتیاط
آئینہ سلیقوں سے گھیرے ہوئے ہوتی ہیں میں کسی میں اپنے جذبات کا
موج نہیں دیکھتی مگر میری کتابیں، میری مینر، اور میرا سامان خواب
میرے جذبات کی اداس سے بھیکا ہوا نظر آتا ہے میں پھر کالی گھٹاؤنگو
دیکھتی ہوں اور اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔ خدا جانے کیوں؟.....
میں چاہتی ہوں کہ یہ موسم جلد از جلد ختم ہو جائے..... اور میری

دیوانگی کم ہو..... مگر وہ کبھی اپنے وقت سے پہلے ختم نہیں ہوتا
 مجھے پریشان کرتا رہتا ہے۔ میں بادلوں کے ساتھ اڑتی رہتی ہوں
 اور عین پرواز میں جب سرے سر کے بال کھل پڑتے ہیں تو میں خود بھی
 آغوشِ برق میں کیفِ بارگشا کا ایک ایسا خوبصورت ٹکڑا معلوم ہوتی ہوں
 جو برسنے کیلئے اپنی منزل تک چلا جا رہا ہے۔ منظر ابھی بہت دور
 نظر آتا ہے۔

اخلاقِ فاطمہ

سنتِ انتظارِ علی صاحبِ بی اے۔ (علیک) آپ ہاشمی و قریشی خاندان سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عباسؓ سے ملتا ہے قصبہ کا کوردی میں پیدا ہوئیں۔ وہیں ہوش سنبھالا۔ ابتدائی تعلیم مولویوں سے حاصل کی۔ ذہن اچھا تھا جو پڑھایا جاتا جلد یاد کر لیتیں چنانچہ نو مہینہ میں قرآن شریف ختم کیا۔ اردو کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد دینی تعلیم حاصل کی فارسی پر بھی عبور ہے زمانہ حصول تعلیم میں وطن سے چلے جانے کے باعث سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔ کتبِ نبوی کا بچپن ہی سے ذوق تھا صغر سن ہی سے کتابوں کا کثیرا بنی رہیں آپ کے مطالعہ میں زیادہ تر تاریخی۔ اخلاقی کتابیں ہیں کیونکہ گھر میں اخلاقی، تاریخی، تمدنی کتابوں کا عظیم ذخیرہ موجود تھا جس نے آپ کے مذاقِ ادب کو اور چمکا دیا۔ تہذیبِ نسوان کی پرانی طلبیں تو

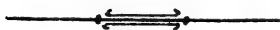
بچپن ہی سے آپکی رفیق حیات رہیں کیونکہ یہ پرچے آپکے عالم وجود میں آنے سے پہلے آپکی والدہ صاحبہ اور خالہ صاحبہ پاس آیا کرتے تھے۔ آپکے سب بھائی اور بہنوں نے ملکر سال ۱۹۳۷ء میں بمقام بہرائچ ایک انجمن بنام ”انجمن تہذیب سوشل اینڈ لٹری کلکے نام سے قائم کی تھی جس میں منہت دار جلسے ہوتے اور خود نوشتہ مضامین پڑھے جاتے تھے تو آپ بہ نسبت دوسرے مضمون نویسی میں سبقت لیا تیں جس کے آپ سکرٹری بھی تھیں۔ اگرچہ سلسلہ تعلیم منقطع ہو چکا تھا لیکن آپ کے ہونہار اور تعلیم کے فدائی بھائی نے پھر اس تذکرہ کو چھیڑا اور اپنے فرصت کے اوقات اور کالج کی تعطیلات میں آپکی تعلیم دیا کرتے چنانچہ اونکی توجہ سے حساب غیرہ بخوبی سیکھ لیا۔ مضامین نویسی میں آپکی طبیعت کو ادب سے زیادہ لگاؤ ہے ملک کے ادبی رسائل میں آپکے مضامین نکلتے ہیں۔ غلطی کمزوری کے سبب آپ لکھتی کم ہیں ۱۹۲۰ء کے تہذیب سنواں میں محنت جھوٹی بیات کا اظہار یاد وطن پر آپ کے مضامین شائع ہوئی ہیں بعض قدیمی رسم رواج کی مخالف ہیں۔ مذہبی پابندی کو اپنا شعار سمجھتی ہیں جب وطن اور احساس قومی سے آپ کا دل معمور ہے۔ انجمن تہذیب سنواں بریلی میں عملاً بہت کچھ حصہ لیا ہے کا پور کی انجمن تہذیب سنواں

۲۵۰
میں اپنے بہن اور خالہ کی مدد و معاون ہیں اور آپ انجمن کی جانیٹ
سکرٹری بھی ہیں زمانہ موجود کے قریب قریب تمام زمانہ اور مردانہ
رسائل آپ کے مطالعہ سے گزرتے ہیں آپ اپنا روزنامہ بھی کئی سال
سے لکھنے کی عادی ہیں اور اس میں فرق نہیں آتا ذیل کا مضمون آپ کے
ادبی کاوشوں کا ثبوت ہے۔

تاج پوشی

ایک لمحہ سکون نما کو گلاب کی نہی شہزادی کنول کے بھول کی طرح
کھلی ہوئی تھی، اس کے سینہ پر موتیوں کا مالا جگمگا رہا تھا۔ اس کی پوشاک
گلابی تھی۔ اس کا رنگ سرخ و سپید تھا، جگن کے تمام بھول اسے
عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہے تھے وہ اس کی نہی شہزادی تھی
اور عنقریب اس کی رسم تاج پوشی ادا ہونے والی تھی جن پر بہار بھٹ
کائنات مسرت میں ڈوبی ہوئی تھی صبح کی بوٹی بوٹی مہم تھی بلبلیں
سگاری تھیں، کوئل جو اسچ تھی طاؤس رقصاں تھے، دریا ساز بج رہا
تھا، جنگل کا پتہ پتہ سال دے رہا تھا ہوا عطر پکشی تھی سبز پر پوتی
بکھرے ہوئے تھے فرشتے تاج پوشی کے انتظام میں مصروف تھے طہور
پیغام مسرت دے رہے تھے۔ چاند مسک رہا تھا آخر صبح کی فضا میں

بلائیں لے رہے تھی، آسار گنگنا رہے تھے چٹھے ترنم نواز تھے۔ نہریں خوش
 ہو ہو کر کوٹیں بدل رہی تھیں، زمین مہنس رہی تھی آسماں تصویر لے رہا تھا
 ناگہاں صبح کا فرشتہ آفاقی کر نوں کا تاج زر نگار لے ہوئے
 نمودار ہوا اور نہنی شہزادی کے سر پر رکھ دیا شہزادی نے اپنے لب
 کھو لکر اظہار شکر میں تہنقہ لگایا اور پہلے سے زیادہ کھل گئی۔
 جھگل چمک اٹھا۔ کائنات مسکرائی۔ فرشتے نعمہ نواز ہوئے حرم کے
 ذرے ذرے سے مبارکباد کی صدائیں آنے لگیں۔ اشجار نے خوشی کی
 ڈالیوں نے پھول برسائے۔ پتیوں نے تالیاں بجائیں، گل تنہیت
 پوش ہوئے تیریاں ناچیں۔ پٹریوں نے دیو میں سنیں، جھگل کی تمام
 پیداوار نے جھگڑ باب بجایا!
 ہوائے نہنی شہزادی کا منہ چوما اور کہا کہ ”ملکہ کا اقبال بلند ہو“



آمنہ خاتون عفت

عفت تخلص دختر اول مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم بریلوی
 اہلیہ مولوی ناظر حسن صاحب مظفر نگری سہ ماہی ۱۳۰۶ بمقام سہارنپور
 پیدا ہوئیں اوائل عمر میں اپنے والد کے ہمراہ ۔ الہ آباد میں قیام
 رہا۔ سن ۱۳۰۶ میں مولوی ناظر حسن صاحب سے شادی ہو کر مظفر نگر
 آ گئیں۔ آجکل مستقل مقام ہیں۔

تعلیم اردو۔ فارسی اور کچھ انگریزی۔ نثر نگاری میں مشاق
 شعر ذرا کم کہتی ہیں۔ مصروفیت زیادہ رہتی ہے۔ مہندستان کے
 رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ذیل کی نظم آپ کے
 خیالات کا آئینہ ہے۔

طلوعِ سحر

وقت نماز میں است کیفیت نیاز میں است

تار و دکت ہے دہندہ لکت ہے ہجر بادل سرک ہے جلوہ شک ہے غنچہ چٹک ہے بلبل جھک ہے
 سبز و لہکن ہے بیلا جھک ہے پتہ لچک ہے قطرہ ملک ہے ساغر جھک ہے شیشہ جھک ہے
 وقت نماز این است کیف نیاز این است

شغاف آسمان دریا اک واک باد مباد واک کیسین لاک غنچہ برگ ان ہر بھول گشت ہے
 جلوہ ترا جہان ہر گل میں تو نہاں کیا خوش طالع ہر کشت خوال دریا خفہ خواہر مرغیوں اداں ہے
 وقت نماز این است کیف نماز این است



بلقیس کی مایہ نسیں

بنت مرزا احمد بیگ صاحب کل مرحوم۔ تہمال کی طرف سے نسب
مغل اور نوابی خاندان سے ملتا ہے جنہیں سے آجکل بھی دو چار افراد
خاندان مشہور ہیں دہلی میں سرسید احمد خاں اور نواب اکبر علی خاں
مرحوم اور نواب سر بلند جنگ و خواجہ عبد المجید بیرسٹر محمد مرزا ڈپٹی کلکٹر
انہار ہیں و دہلی میں پٹی ضلع امرت سر کے مرزا ڈل یعنی مغلوں سے
نسب ملتا ہے۔

تقریباً تین سال کی عمر میں آپکی والدہ نے رحلت کی مانی نے
پرورش کیا اور اپنی خالائوں کے پاس سترہ سال تک رہیں ۱۹۰۹ء میں
آپ کے والد نے بھی انتقال کیا صرف ایک بہن نظیر جہاں بیگم اور
ہیں جو سردار احمد کے اکلوتے لڑکے سردار حفیظ اللہ سے بیاہی گئیں

ابتدائی تعلیم سب سے چھوٹی خالہ مریدہ الواحد (سرکاری ویل) نے دی
قرآن مجید نانی صاحبہ نے گیارہ سال کی عمر میں صحیح تلفظ اور قرات
کے ساتھ ختم کرایا۔ اخبار پھول جو اسٹیم میں جاری ہوا اس کا مطالعہ
شروع کیا جس نے آپ کو خود بخود تعلیم کا شائق بنا دیا۔ ہر چند خالہ سے
اجازت چاہی کہ اسکول میں داخل کرادیا جائے لیکن انہوں نے
پرانی وضع قائم رکھتے ہوئے اسکی اجازت نہیں دی۔

لیکن مطالعہ جاری رہا اور نیز خالہ زاد بھائی کا کورس حبیب
جغرافیہ تاریخ سب شامل میں دیکھتی رہیں اور اسکے ساتھ ساتھ انگریزی
بھی بہانے جو کچھ مدرسے پڑھ کر آتے وہ اونسے پڑھتی رہیں۔ جب
بھائی کی مصروفیت بڑھ گئی تو شخص انگریزی کا سبق اونسے لیتی رہیں
جب بھائی انٹرنس پاس کر کے حصار سے لاہور چلے گئے تو آپ کا
تعلیمی سلسلہ موقوف ہو گیا اب صرف لیاقت پڑھانے کا ذریعہ محض مطالعہ
تھا جو دوسرے بھائی کی توسط سے انگریزی ناول یا نئے لائبریری سے
منگوا کر پڑھتی رہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کو زنانہ دستکاری پر انگریزی میں کتابیں
دیکھنے کا شوق ہوا اسوجہ سے اس موضوع پر آپ کی نطوڑوں سے بہت
ساری کتابیں گزریں اسوقت انگریزی دستکاری کی صنعت

میں آپ ایک بہترین ماہر مافی جانی ہیں۔ سلسلہ میں آپ کی ایک چھوٹی سی تصنیف شایع ہوئی اور اسی زمانہ میں اخبارات اور رسائل نے مضامین نگاری پر آپ کو متعدد انعامات دیئے پھر آپ کا حوصلہ بلند ہوا اور دس کروڑ شیا پر ایک کتاب لکھی جو ۱۹۲۲ء میں شایع ہوئی جس پر ملک کے اخبارات و رسائل نے نہایت حوصلہ افزا رپورٹیں انگریزی اخبارات میں ٹریڈیون خاص طور پر قابل ذکر ہے ۱۹۱۱ء میں مضمون نگاری کی ابتدا ہوئی کم دبیش سلسلہ تک ملک کے مختلف رسائل میں آپ کے مضامین شایع ہوتے رہے کبھی کبھی نظم بھی لکھتی ہیں ۴۴ فروردی جولائی ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر عبدالصمد خاں اسٹنٹ سرجن جو صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں بیاہی گئیں اور آجکل پشاور میں مقیم ہیں۔ بہت کچھ کوشش کی کہ انڈس کا امتحان دیدیں مگر ذرا بے مشغور تھے اور ڈاکٹر صاحب بوجہ کثرت کار آپ کی امداد نہ کر سکے آپ کے ایتن صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں اب سب طرف سے توجہ پک کر ان بچوں کی تعلیم و تربیت میں لگی ہوئی ہے اب بھی آپ کا ارادہ ہے کہ کروڑ شیا کا دوسرا حصہ اور انگریزی کہانیوں کا ترجمہ طبع کرادیں جو مکمل رکھا ہوا ہے۔

جستجوئے مسرت

اے مسرت بتا تو کہاں ہے؟ کیا آسمان نیلی خام پر، ہوا کی بادلوں سے
 چھڑ چھاڑ میں پنہاں ہے، جب سورج کی شعاعیں بادلوں میں ہو کر
 گزرتی ہیں اور ہوا اون کو مثل روئی کے گالوں کے ادھر اودھر لے
 پھرتی ہے کبھی بادلوں کی نقاب آفتاب عالم تاب کے منور چہرہ پر
 ڈالکر اہل نظر کی نظروں سے چھپا دیتی ہے اور کبھی انہیں منتشر کر دیتی
 ہاں بتا کیا ہوا کے سمندر میں بادل کی کشتیوں پر سوار ہوتی ہے، یا غروب
 آفتاب کے وقت بادلوں کا سنہری رنگ بن جاتی ہے، اور شفق کی
 صورت میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ انہیں تو وہاں بھی نہیں ہے کیونکہ
 اگر وہاں ہوتی تو شفق ہرگز زرد ہو کر غائب نہ ہو جاتی۔ اچھا تو پھر
 کہاں ہے؟

کیا تو باد نسیم نیکر صبح کے وقت ہر ہر بھول کو گدگدا کر اٹکھیلیاں
 کیا کرتی ہے۔ کیا بھولوں کے گدگدانے اور مسکرانے میں تو پنہاں
 اے مسرت تو ہی بتا کہ میں تجھے کہاں پاؤں! اچھا کیا تو بھولوں کے
 شاخ شجر کے جھونکوں سے جھومتے میں پنہاں ہے مگر انہیں اگر تو وہاں
 ہوتی تو پھر وہ پہر کی خاموشی میں وہ ہرگز پڑمردہ ہو جایا کرتے اچھا تو

پھرتا تو کہاں ہے۔ کیا اس جگہ ہے جہاں کہ وادی سبز اپنا محلی جیسے اپنے
 اپنی گود میں سیکڑوں ندیاں لئے کھڑی ہے آبتار جوشِ مسرت سے
 ابل ابل کر دامنِ وادی پر آ رہے ہیں اور مسرت کا میٹھا رنگ گاتے ہوئے
 میدانِ کیطرت نکل جاتے ہیں اور آخرِ مارِ بھر سے جا ملتے ہیں مگر نہیں
 تو وہاں بھی نہیں ہے۔ سردی آئی اور آبتار کا وہ جوش نہیں رہا
 بلکہ اور اداسی چھا گئی۔ وادی کا وہ ہر اجنبی موسم خزاں میں ہماری
 غم سے پیلا پڑ گیا۔ آہ! تو تو وہاں بھی نہیں۔ اگر وہاں ہوتی تو ہرگز وہ
 وادی پر قضا یوں خزاں کا سنگار نہ ہوتی۔ اچھا پھر تجھے کہاں پاؤں!
 بس ہو ہونہو نہنے نہنے خوش گلو پرندوں کے نعموں میں تو ضرور ہے
 وہ غمزدہ ہوتے تو ہرگز اس مسرتِ دلی کے ساتھ سریلے راگ نہ لاپتی!
 ہاں! ہاں! بس تو وہیں ہے! مگر کسی لیے درد نے غلہ مارا اور وہ چڑیا
 تڑپ کر زمین پر آ رہی، اور چشمِ زدن میں گلشنِ مسرت مایوسی کا آئینہ
 بنگیا، نہیں، تو تو یہاں بھی نہیں ہے پھر آخر کہاں ہے۔
 تو ہو ہونہو پھولوں کی دلکشی میں ہے وہ دیکھ کس طرح مسکرا رہی ہیں
 بس بس پالیا تو یہیں ہے مگر نہیں۔ صبح سے شام تک انہوں نے
 بہار دکھانی شام ہونے سے پہلے تو وہاں بھی نہیں ملتی مسرت پھر میں
 تجھے کہاں دھونڈوں۔

زکیہ خاتون

سنت ڈاکٹر عبدالغزیز صاحب اضلاع یوپی میں پیدا ہوئیں ایک خوشحال روشن گھرانے کی چشم و چراغ ہیں جنہیں تعلیم و تعلم سے ہمیشہ شوق رہا۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں کہ اسکے بعد گھراں میں ماسٹروں سے پڑھتی رہیں۔ پرائیوٹ طور پر اینگلو ورنہ کیولر ہڈل کا امتحان نہایت اچھے نمبروں میں پاس کیا انگریزی کا شوق تب تک جاری ہے مضامین نگاری کا بھی ذوق رکھتی ہیں فرقہ نسوان کے جہل پرتیاسف رہتی ہیں تحریر میں روانی ہے۔

بدحواسی کی خستہیں

ایک دفعہ زمیندار کے افکار و حوادث میں چھپا تھا کہ بدحواسی کی دو قسمیں بہت ممتاز ہیں۔ قوی بدحواسی اور فعلی بدحواسی۔ بدحواسی یہ ہے

جیسے بعض لوگ ”گھٹنے کی چوٹ“ کو بکھلا مٹھ میں ”چٹنے کی گھوٹ“
 اور جنازے کی نماز، کو ”نمازے کی جناز“ کہہ دیا کرتے ہیں۔ فعلی بد جو بھی
 بھی عامۃ الودوشی ہے۔ مثلاً ٹیلی فون پر پہنچ کر حلبی میں سننے کا آلہ
 منہ سے اور بولنے کا آلہ کان سے لگا لینا۔ تار کے چہر اسی کی رسید
 پر دستخط کر کے تار کا لفافہ اسکے حوالہ کر دینا اور خود رسید لے لینا
 یا بعض اوقات اپنی پنسل چہر اسی کے حوالہ کر دینا یا چہر اسی کی پنسل اپنی
 جیب میں ڈال لینا غرض یہ ہے کہ یہ واقعات گو کیسے ہی غیر اہم اور
 معمولی ہوں لیکن اہل ذوق کے لئے انہیں ہنسنے ہنسانے کا کافی سامان
 ہوتا ہے۔ بھائی پرمانند جنھیں ہندو اخبارات دیوتا سروپ، لکھا
 کرتے ہیں پچھلے دنوں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے وہاں آپ نے قلی اور قلی
 دونوں قسم کی بدحواسیوں کا جو موقع پیش کیا اس کا چرچا لکھنؤ کے
 اخباروں میں خوب ہوا۔ آپ نے لالہ لاجپت رائے کی حمایت میں نہایت
 جوش و خروش سے تقریر کی اور اوہ نہیں فرمایا، اگر کوئی یہ ثابت کرے
 کہ پنڈت موتی لال نہرو نے لالہ لاجپت رائے سے زیادہ ملک کی خدمت
 کی ہی تو میں اسکے سر پر اپنے پیر رکھ دوں گا۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ اسکے
 پیروں پر اپنا سر رکھ دوں گا، لیکن بدحواسی کا برا ہو جس نے زبان سے
 کچھ کا کچھ نکلوا دیا۔ لاہور کے اجلاس مسلم لیگ میں میاں فضل حسین صاحب

۲۶۲
 بھی ایک دفعہ بدحواسی کا شکار ہو کر یہ فقیرہ بول اٹھے تھے کہ ”آپ کا بھانا
 بالکل فرما ہے۔“

بے دھیانی بھی بدحواسی کی ایک قسم ہے اب اسکی تفصیل بھی سنئے۔
 ابھی حال کا ذکر ہے کہ بھائی جان ہاتھ میں گلاس اٹھائے غسل خانے
 میں داخل ہوئے وہاں پر اسوقت والد صاحب بھی کھڑے تھے بھائی
 جان حمام کی ٹونٹی کھول کر گلاس کھنگالنے لگے اتنے میں والد صاحب
 نے ان سے کوئی بات کی آپ اسکے سننے میں اسقدر محو ہو گئے کہ گلاس
 کھنگالتے کھنگالتے اسہیں حمام کا خاصہ گرم پانی بھر کر پینے لگے اور نصف
 گلاس کے قریب پی بھی لیا والد ماجد کی نظر پڑی تو انہوں نے پوچھا
 خیریت ہے گرم پانی پی رہے ہو؟ اب آپکو معلوم ہوا کہ اتنی سخت گرمی
 میں بے دھیانی میں گرم پانی کیسی آسانی سے پی گیا ہوں بے چارے
 کیا کرتے کہیہاں ہو کر رہے

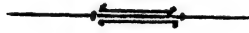
ایک دفعہ میری بڑی ہمیشہ سے والد صاحب نے کہا، اگر تم اس ہنہ کا
 تہذیب پڑھ چکی ہو ذرا مجھے لادو، آپ اندر تہذیب یعنی آئیں اتفاق
 سے تخت پر تہذیب کے برابر ایک میلا سا تکیہ کا غلاف اتار پڑا تھا وہی
 اٹھا والد صاحب کو لیجا کر دیدیا وہ انہوں نے دریافت کیا کہ اسکو کیا کرو
 تو اب پورے چار ہنسر کہنے لگیں وہ بڑی غلطی ہو گئی آپنے تو تہذیب پڑھا تھا۔

عائشہ خاتون عائشہ

عائشہ تخلص بنت مولوی محمد عابد حسین صاحب بادی مرحوم دیل
 جے پور۔ زوجہ مولوی سید احمد صاحب صوی وطن بادل ضلع ہردوی
 شیخ صدیقی حنفی سلسلہ میں اپنے وطن میں پیدا ہوئیں آپکا تاریخی
 نام بی نظیر فاطمہ رکھا گیا اور اس حساب سے آپکی عمر تالیس سال ہوتی ہو
 فارسی۔ اردو میں کافی دستگاہ رکھتی ہیں اور یہ تعلیم گھری پر
 ہوئی ہے شاعری عطیہ فطرت ہے آپکو اچھے شعر پڑھنے۔ سننے کا ہمیشہ
 شوق رہا اسی ذوق نے رفتہ رفتہ آپکو شاعرہ بنا دیا آپکی پہلی غزل
 رسالہ، نظریں شائع ہوئی پھر مسعد دریا میں آپکا کلام شائع ہوتا رہا
 نثری نمونہ کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ذیل کی غزل آپکے تجلیات کا آئینہ
 کس قدر ذوق فنائے شمع پر ہے زندگی اسکی فقط بل بل کے مچاں سے
 طور پر موقوف تھا دیدار ہوسکی کیلئے اور مرے نزدیک نہ بل کے کاٹھن سے

ایک جبرے میں میر ہو گیا شرب مدام
 عالم محویت صحرا نور دی ل سے پوچھ
 سنتے سنتے ہنسٹے اور ہنستے بہتے روید
 تلخ انجامی کا نقشہ میرے افسانے میں ہے
 اب مجازی نگل ہے اک ہ بھی رائے میں ہے
 دے دے پیمانہ میں ساقی جو مینا نے میں ہے
 بس سی کی روشنی میری یہ خانے میں ہے
 کچھ نہیں تبسم و جاں میں اک چراغ عشق ہے

شریت دیدار کے پائے کوئے سے کیا غزل
 عاشقہ اس بات کے رخ کا گلستانے میں ہے



میمونہ خاتون غزالہ

غزالہ تخلص۔ عرف عام میں میمونہ غزال۔ دختر چهارم مولوی
عبدلہ صاحب بریلوی اہلیہ محمد احسان الحق صاحب سلسلہ ۱۹۱۱ء میں تمام
سہارنپور پیدا ہوئیں۔ ابتداً عمر میں اپنے والد کے ساتھ الہ آباد میں
مقیم رہیں ۱۹۲۵ء میں والد کے انتقال کی وجہ سے اپنے آبائی وطن
بریلی آ گئیں ۱۹۲۵ء میں محمد احسان الحق صاحب سے شادی ہوئی اور
آنکھل اپنے شریک حیات کے ساتھ انکی ملازمت کے وجہ پنجاب میں
رہتی ہیں۔

۱۹۲۵ء میں شعر گوئی کا آغاز ہوا۔ سید طالب علی الہ آباد سے
مشہور سخن رہا ادبی انسانہ وغیرہ اچھا لکھ لیتی ہیں۔ ہندوستان کے
ادبی رسائل میں آپکی نظمیں دیکھنے میں آئی ہیں ذیل کے اقتباس سے
آپکے تحریر اور خیالات کا پتہ چل سکتا۔

جرم ہو

اے ظلمتِ شام جنوں جبرِ ریشانی نہ پوچھ
اے یس حرمِ اے الم میں کشتہ جذبات ہوں
واماندہ صحرائیں نزل سے کوہِ دور ہوں
جبِ دل افزوائی آہیں ہوں شکرِ گھٹیں
میں اک حجابِ رد ہوں کیا پوچھنا مگر کھانِ خم
”ہو، ہو“ میں دبی ہے نصفا دنیا دل گھبرا
کردے غزالہ آہ کو صرف مذاقِ آرزو
اے پرتو سوزِ دروں مہمید حیرانی نہ پوچھ
کیا پوچھتا ہوں دردِ دلِ آرزو سامانی نہ پوچھ
بھٹکی ہوئی ہر نی ہو نہیں سکتی اجانی نہ پوچھ
بڑھنے کا سوزِ جگر شعلہ بدامانی نہ پوچھ
ہوں جو کر شوقِ الم اشکوں کی آرزو نہ پوچھ
اُن کیا بتاؤ حالِ دل میری ریشانی نہ پوچھ
پھر گھوگئی میں شش سے ہو ہو کی حیرانی نہ پوچھ

بانسری و سہیلی

ہاں اے سہیلی مجھ کو خوب یاد ہے جبکہ تو اور میں اس دریا کے کنار
جبکی موجوں کی شور میں فتنہ روزگار میں جسکی جہلائی ہوئی لہریں آئینہ
امین میں سر سبز گھاس کی مستانی آغوش میں آسودہ محبت تھے قریب
زانو پر سر رکھے ہوئے لیٹی تھی میں تیرے لائے ریشمی بالوں میں ہاتھ پھیرتے
ہوئے اس شعر کو آلاپ ہی تھی۔
تیرے بال اور حسیں ہوں تری زلف اور دراز ہو

ترے بال اور حسین ہوں..... بتری زلف اور دراز ہوا
 میں نے گیسو چومنے کو اٹھائے ہی تھے کہ یکایک بانسری کی جگر خراش
 نغنے فزائیں گونجے اور میرے ہاتھ خود بخود کانپ اٹھے۔ اور تیرے نازک
 بال میرے ہاتھ سے جھوٹے ہی تیرے سینہ پر لہانے لگے۔ آہ! میری
 گنگناہیں اس منظر سے بے تاب ہو کر لرز گئیں اور میں ایک مستقل محویت
 میں غرق ہو گئی۔ آہ میری سہیلی مجھ کو خوب یاد ہے جبکہ تو اور میں سالوں کے
 کافر مہینے میں سبزہ راز کی مستانی دنیا میں اونچے اونچے درختوں کے
 موٹے و مضبوط ٹہنیوں میں ریشم کی ڈوریاں ڈال کر جھولنے کی تیاری
 کر رہے تھے۔ آہ مگر جیسے ہی میں تیرے خوبصورت شانے کا سہارا لیکر
 اور دوسرے ہاتھ سے اسے مضبوط پکڑ کر جھولے کے اوپر چڑھنے لگی دفعۃً
 بانسری کی دل دوز صدا کلیجہ دھلاتی ہوئی گز گئی میرے ہاتھ کانپ اٹھے
 ڈوریاں جھوٹ گئیں اور میں فرس پر آ رہی۔ اور تو آہ تو میری سین
 سہیلی تو تصویر حیرت بنی غرق دریا ئے حیرت کھڑی رہ گئی!!!
 اے سہیلی مجھ کو غٹا دے وہ لمحہ جبکہ تو اور میں سنگ مرمر کی
 گملوں کی سبھی ہوئی سیڑھیوں کے آگے سیاہ ریشمی ساڑیاں لگائے
 کھڑے تھے۔ تیرے شیشہ گول رخساروں پر کائی کالی زلفوں کے پچھرا
 لچھے خم بہ خم ہو رہے تھے۔ اور کبھی کبھی تیرے باریک گلابی ہونٹوں

کی جنبشوں میں سفید ستارے جہلا جاتے تھے۔ میں کھڑی تیرے ساڑھی کے
 بروج میں گلاب کا مست پھول اٹکا رہی تھی کہ یکایک بانسری کی غم زدہ
 آواز نے میری آنکھیں پر غم کر دیں اور ہاتھوں کی لرزش سے پھول چٹکر
 نیچے آ رہا۔ میں چکرائی اور ڈھٹ سے سنگ مرمر کے فرش پر گر پڑی۔ مگر
 اے میری پیاری سہیلی مجھکو تیری بھولی بھالی تصویر کبھی نہ بھولے گی
 جبکہ تو حیرت سے خوبصورت دانتوں میں نازک تیلی انگلی دبائے رکھی
 آہ سہیلی تو بھولی ہے تیرا نازک دل معصوم ہے تیرے جذبات
 بالکل سادہ و عقیف ہیں۔ آہ! میں تیرا حجاب سادہ دکھاتے ہوئے
 کانپتی ہوں اے سہیلی میں تیری ہوں اور ہمیشہ تیری ہی رہوں گی۔ آہ تو
 میرے ارادہ سے واقف ہے۔ تجھے مرے دل کا سب سے معلوم ہے
 تجھے میرے جذبات کی غم افزائی کا بخوبی علم ہے آہ اے سہیلی وہ
 رخصت کا خطرناک لمحہ جس میں کھجور کے مصنوعی مٹنے سے کمر لگائے
 خاموش بیٹھی تھی اور تو میری گود میں سر رکھے اشک چکاں تھی؟ ہاں
 تو میرے ارادہ غم ناک سے آگاہ تھی۔ آہ تیری رحیم نگاہیں مجھکو رک
 رہیں تھیں میں آج تجھے اس حالت میں چھوڑ کر رخصت ہو رہی تھی۔
 تیری آنکھیں پر غم تھیں۔ تیرا ہر آنسو مجھے روک رہا تھا۔ تیرے ہنسنے
 نصیبِ خوار آنسوؤں میں بھیگے ہوئے تھے۔

ہائے اس منظر کی الم آفرینی میں دفعۃً بانسری کا دلکش نغمہ ایکبار
 پھر دردِ سماعت ثابت ہوا۔ میں تو بیکر کھڑی ہو گئی اور آہ سہیلی تو روتی
 ہوئی آکر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں علیحدہ ہو گئی میری زبان سے صرف اتنا نکلا
 ”میں تیری ہوں۔ مجھے جانے دے اور بانسری کی اس اُلم چکانی میں فنا
 ہو جانے دے۔“

آہ بانسری مجھے بلا رہی ہے، آہ آہ آہ! تو بیکر فرش پر گر پڑی
 اور تیری بلوریں چوڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر کہیں کہیں منتشر ہو گئیں اور
 میں دیوانہ دار روانہ ہو گئی۔

* * * * *

پھر کیا ہوا دنیا نے کیا دیکھا۔ ایک بانسری اور آہ میں تیری بجائی
 الفت کا ایک نغمہ اور اے سہیلی تیرے پاک و برتر نام کا ورد ! ! !

مہاشاء

بنت محمد فخر الدین صاحب مرحوم تحصیلدار ربیع الاول میں موسیٰ ضلع
 ترچنابی علاقہ مدراس میں پیدا ہوئیں جہاں آپکے والد سلسلہ ملازمت
 مقیم تھے دو سال کے بعد آپکے والد نے انتقال کیا آپکی والدہ بھائیوں
 وغیرہ کو لیکر بغرض تعلیم اپنے وطن مدراس آ گئیں لڑکے مدراس میں شریک
 کرائے گئے لڑکیوں کی تعلیم خود والدہ نے اپنی ہاتھ میں لی اور ہر حرکت
 پر خیال رکھتی تھیں۔ عربی اردو۔ دستکاری کی تعلیم والدہ نے دی انگریزی
 کیلئے استانی مقرر کی گئی اور بھائی بھی انگریزی۔ فارسی کی تعلیم دیدیا کرتے
 تھے یوں تو آپکے خاندان میں تمام عورتیں عربی۔ فارسی۔ اردو کی۔ کچھ
 انگریزی کی تعلیم پائی ہوئی ہیں۔ لیکن اخبار بینی اور مطالعہ کتب سے
 خنداں ذوق نہ تھا لیکن آپکی والدہ صاحبہ کو ان امور سے نہایت دلچسپی
 تھی انہیں کے اثر سے آپ کو کتب بول کے مطالعہ کا شوق ہوا آپ کے

بھائی صاحب نے ۱۹۱۹ء میں ”قومی رپورٹ“ جو مدراس کا مشہور اخبار تھا آپ کے نام اجرا کرایا اور آپ سے پڑھوا کر سنا کرتے تھے۔ اسکے ایک سال بعد لاہور کا موخر اخبار ”تہذیب نسواں“ کی پرانی حلدیں ایک انجمن سے دستیاب ہوئیں اور پھر اپنے نام تہذیب جاری کرالیا ۱۹۲۲ء میں مضامین نگاری کا شوق ہوا اور اسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ کے چھوٹے بھائی نے عصمت کے پرچے میں جنت مکانی خاتون اکرم صاحبہ کا ایک افسانہ دیکھ کر کہا کہ میں اس کا منتہی ہوں کہ تم بھی مضامین لکھنا شروع کرو اور اخبارات میں شائع ہوں لیکن آپ کو یہ خوف تھا کہ کہیں اخبارات بصورت ناپسند بری بھلی تہذیب نہ کریں۔ مگر محبت سے کام لیکر پہلے تہذیب میں، ام۔ ن کے نام سے لکھنے لگیں اسکے بعد ”النساء حیدرآباد“ میں زمانہ مدرسہ مدراس کی نسبت ایک مضمون لکھا ۱۹۲۶ء سے عصمت میں پابندی سے مضامین بھیجوانے لگیں۔ رسالہ صوفی میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں نمائش و نیٹ گیری علاقہ مدراس میں راجہ صاحب نے دستکاری پر آپ کو ممتنع اور سارٹیفکیٹ عنایت کیا۔

جب مضامین فوری کا تجربہ ہوا تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ مضمون نگاری اپنے خیالات کو چھپتے دیکھنا نہ میدان ادب میں امتحان

۲۷۲
 دینا ہے بلکہ اپنی مردہ قوم کا نئی روح پانا اور متعصب دنیا پر اپنے طبقہ کے
 غلو مرتبگی کا اعلان کرنا ہے۔

وہ آنکھیں

وہ آنکھیں جو میرے معمولی سے ملال سے پر خم ہو جاتی ہیں اور
 جن پر میرا لہکا سا رخ ایک جگر دوزخ میں کا اثر رکھتا ہے۔

وہ آنکھیں۔ جو مجھ کو ہمیشہ راحت و آرام میں دیکھنا چاہتی ہیں۔
 وہ آنکھیں جو درگاہ خداوندی میں آنسوؤں کی لڑیاں پرودہ کر
 میرے لئے دعا کرتی رہتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو مجھے خوش دیکھ کر مسرور اور رنجیدہ دیکھ کر مغموم
 ہو جاتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو ہمیشہ برائی سے دور رہنے شاہراہ نیکی پر گامزن
 ہونے کا اشارہ کرتی ہیں۔

وہ آنکھیں جو محبت کا سرچشمہ ہیں اور اپنی لامحدود شفقت و
 محبت کے سمندر میں مجھے ڈبو لیتی ہیں۔

وہ آنکھیں جن سے میرے لئے بے اندازہ محبت کی شعاعیں
 نکلتی رہتی ہیں۔

وہ آنکھیں جنہیں میں نہایت خوبصورت حسین نظر آتی ہوں۔
 وہ آنکھیں جنکو میرے محبوب بہت کم نظر آتے ہیں۔
 وہ آنکھیں جن پر میری مہولی سے خوبی کمال مہر نگر ظاہر ہوتی ہے۔
 وہ آنکھیں جو مجھکو ذرا سی پریشان بھی نہیں دیکھ سکتیں۔
 وہ میری محترم ”ماں“ کی پیاری ”آنکھیں ہیں“
 انکی محبت۔ انکی شفقت۔ انکی عنایت کی بدولت میری زندگی نکلے
 رنج سے بری ہے میں تو سمجھتی تھی کہ جو دنیا میں ان شفقت بھری آنکھوں
 کا بیش قیمت نور میرے ہنسیں وہ خداوند نعیم کی سب سے بڑی نعمت سے
 محروم ہے۔

زبیدہ حکیم

نبیۃ حامد صفۃ اللہ جلّ وجہہً محترمہ نصیر الدین محمد عبد الباری صنا
منصف دکن میں اردو، اردو، روشن خیال اور عالم فاضل باپ نے مدرسہ
کی تعلیم دلائی جو کثرت سفر و سیاحت کے باعث وسطانی حد سے بڑھ چکی
مگر خوش قسمتی سے ایک صاحب قلم امین زندگی ملا جس سے فائدہ اٹھا کر
مطالعہ اور مصنون نگاری کی مشق جاری رکھی اکثر زمانہ رسائل میں
مضامین شائع ہوئے ہیں جو تربیت اولاد، خانہ داری اور اخلاق پر
مشتمل ہوتے ہیں اور سیرت بنوی صلعم سے ان معاشرتی پہلوؤں پر
روشنی ڈالتی ہیں صاحب اولاد ہونے کے باوجود اب بھی علمی ذوق باقی
ہے، ایک مصنون کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

”آنحضرت صلعم بچوں پر نہایت مہربان تھے۔ ان پر شفقت اور
مرحمت فرماتے تھے ان کے نماز اٹھاتے تھے۔ ان سے خوش طبعی فرماتے تھے

حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادے مدینہ سے چار میل پر پرورش پاتے تھے آپ ہاں تک پیادہ جاتے تھے۔ بچے کو بوسہ دیتے ان کو گود میں اور جہاں کا وصال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور اسی دن چاند گہن ہوا۔ لوگوں نے کہا ابراہیم کی موت کے باعث ہوا ہے ارشاد فرمایا کہ مرنے سے اسکو تعلق نہیں امام حسن امام حسین اور امامہ کو آپ بچہ پیار کرتے۔ انہیں کندھے پر سوار رکھے جاتے۔ گود میں لیتے بوسہ دیتے آپ سجدہ میں ہوتے اور حسین آکر دوش مبارک پر بیٹھ جاتے تو آپ سجدہ سے اسوقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک وہ اتر سجاتے آپ خطبہ دیتے تھے حسین آتے تو آپ دہنیں اٹھا لیتے۔ آپ ارشاد فرماتے تھے حسن حسین میرے گلہ سستے ہیں، اور ارشاد فرماتے حسین کی محبت گویا میری محبت ہے جس نے انکو تکلیف دی اوس نے مجھے تکلیف دی۔

قبر جہاں سکیم

سنت خان بہادر محمد سعید صاحب آپ کا وطن مچھلی شہر ضلع چوڑی
یوپی ہے۔ مولد مراد آباد ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار پولس انسپکٹر
تھے۔ ادا اہل عمری سے آپ کو لکھنے پڑھنے کا بھ شوق تھا جبکہ آپ
سجوبی بول بھی نہ سکتی تھیں اپنے بھائی کی کچھ کتا میں لیکر جب انہیں ماسٹر
پڑھانے آیا کرتا تھا جا بیٹھیں۔ اور بھائی جتنگ پڑھا کرتے آپ بھی
آوازیں سنالا کرتیں تقریباً پانچ سال کی عمر سے آپ کی تعلیم شروع ہوئی
۶ سال کی عمر میں اردو کی کتا میں سجوبی پڑھنے کے قابل ہو گئیں
ابتداء صرف اردو اور مذہبی تعلیم حاصل کی بعد اور مضامین آپ کی تعلیم
گھڑی پر معلم سے ہوتی رہی پھر معلم سے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ جاری
رہا کتب بینی سے آپ کو نہایت ذوق تھا چنانچہ معلم سے اوقات
مقررہ پر پڑھنے کے علاوہ تقریباً سارا دن بھائی کی اردو کتا بوں

اخبارات اور رسائل کے دیکھنے میں گزرتا تھا۔ بچپن میں آپ کے کہیں یہ سوالات پیدا ہوتے تھے کہ مجھے بھائی کی طرح تعلیم کیوں نہیں دیجاتی یہ تفرقہ کوئی؟ اپنی والدہ اور والد سے کبھی کبھی یہ سوال بھی کرتی تھیں۔ دوسری بات جس نے آپ کو ذرا زیادہ عمر میں متوجہ کیا وہ بعض غائبانہ تعلقات نہ ناشوی ہے۔ یہ بات آپ کو نہایت پسند تھی کہ شوہر و زوجہ میں اختلاف پیدا ہوں آپ برابر اسکے تدارک کی کوئی صورت دریافت کرنے میں منہمک رہنے لگیں بالآخر اختلاف مزاج کو اسکی وجہ اور تعلیم نسواں کو اسکے تدارک کا ذریعہ سمجھا۔ تب ہی سے آپ نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ تعلیم نسواں ہی اپنی زندگی کا مقصد رہیگا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر احباب تہذیب نسواں میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگیں اور خاموش نسوانیت کی شتمنی ہوئی۔ آپ کے کچھ مضامین ”سہیلی“ امرتسر میں شائع ہوئے ہیں آپ کے تمام خیالات کا پتھر۔ ہمدردی نسواں کا جذبہ، انقلاب عظیم، ایک نہنی سی تضحیف میں موجود ہے جسکو دفتر رسالہ سہیلی نے شائع کیا ہے آپ اخباری دنیا میں ہمیشہ احمد عین کے نام سے مضامین لکھا کرتے ہیں

حق بہ حق وادرسید

سلیم گڑھ کی ریاست میں آج خوشیاں منائی

جاری ہیں۔ ذرہ ذرہ سے مسرت و امنیاء کے انارنیاں ہیں نوابصاحب کی محل سردلہن کی طرح آراستہ ہے۔ کہیں خوشنما بھول پو است آراستگی کا کام لیا گیا ہے۔ بعض بعض جگہ کاغذ کے بھول بوٹے لگے ہوئے ہیں۔ ہر شخص خوش و خرم نظر آ رہا ہے ایک طرف کئی دیگ جڑھے ہوئے ہیں اور مسعد باد چھی کھانا تیار کرنے میں مہمک ہیں ہول کے جھونکوں کا رنگ اندر سے گانے کی آواز آرہی ہے۔ نوکروں کے شور و غل سے کھان پڑی بات سنائی نہیں دیتی۔ نوابصاحب دیوان خانے میں مسند نشین ہیں چہرہ فرط مسرت سے چمک رہا ہے ہر طرف سے مبارکباد مبارکباد کی صدا میں بلند ہو رہی ہیں ہر شخص کی زبان پر یہ ہے کہ سرکار کو یہ فرزند فرخندہ خال مبارک ہو خدا اسے عمر خضر اور اقبال سکندر عطا کرے نوابصاحب ان سب کے جواب میں مسکراتے جاتے ہیں۔

ولادت فرزند کی خوشی اس محل میں پچاس برس کے بعد آج منائی جا رہی ہے کیونکہ نوابصاحب کی پیدائش کے بعد محل میں یہ پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نوابصاحب کے اولاد کو مسعد ہو چکی تھی مگر وہ سب کی سب لڑکیاں تھیں اسوقت صرف ایک ہی لڑکی بقید حیات ہے لڑکے ہونے کے قبل نوابصاحب بہت ملول خاطر رہا کرتے تھے اور یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اگر ابھی بار بھر لڑکی ہی ہوئی تو دوسری شادی کر لوں گا۔

مگر بگیا صاحبہ کی قسمت میں سوکن کا آنا نہ لکھا تھا اور نواب صاحب کو
دوسری شادی کی زحمت اٹھانی نہیں پڑی۔

زمانہ گزر گیا، نادر جنگ رفتہ رفتہ بڑھ کر سب سالہ جوان ہو گیا
اوس نے باپ کی امیدوں کے مطابق اپنی سب سالہ عمر کے تمام مدارج
بہت تعریف کے ساتھ طے کئے۔ گریجویٹ ہو چکا تھا نواب صاحب
اب اسے بزمِ تعلیم ولایت بھیجنے والے تھے مگر چونکہ نواب صاحب کا سن
زیادہ تھا انکی خواہش تھی کہ لڑکے کی شادی کی خوشی جلد ہی اپنی آنکھوں
دیکھ لیں اسلئے ولایت بھیجنے کے قبل ہی شادی کر دینا مناسب سمجھا۔

ریاست جلال پور کے نواب صاحب کی صاحبزادی کے ساتھ جو
نادر جنگ کی ہم عمر تھی نسبت بھری یہ لڑکی نیمہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھی۔
اس نے بھی نادر جنگ کے ساتھ بی اے پاس کیا تھا اسکی قابلیت
اور ذہانت کی شہرت کیوجہ سے یہ رشتہ قرار پاتا تھا۔

نواب صاحب کی محلِ سرائے نے پھر ایک مرتبہ خوشی کا سماں دیکھا
ہر طرف مسرت کے شادیاں بچے ریاست بھر میں خوب خوشی منائی گئی
نادر جنگ کی شادی نیمہ کے ساتھ ہو گئی

ح ب

اسی نام اور تخلص سے آپکی نظمیں دیکھنے میں آئی ہیں۔ کرم آباد
پنجاب کی رہنے والی ہیں ہماری درخواست تعلیمی حالت اور سوانح
زندگی کی نسبت تحریر فرماتی ہیں۔

میں نے اپنے والد مرحوم ہی سے اردو فارسی عربی کی تعلیم پائی
سوانح زندگی ہم لوگوں کے کیا ہوں گے۔ پیدا ہوئے۔ گھر کی چار دیواری
میں رہے پردے میں عمر گزار دی دعا ہے کہ خدا انجام بخیر کرے۔
غالباً آپ سالہ ”نور جہاں امرت سرکوائٹ میت کرتی میں غنونا
تحریر حسب ذیل ہے۔

انجام ہستی

ایک تصویر کو دیکھ کر

یکس کا دست قدرت پرل میں کا فر تھا
یہ تجھ پر کون اے قہر اس ہستی خاثر سا

نظر افروز تھا ہر کیف منظر شام صحرا کا
وہ خاموشی سراپا نطق ہو کر بول اٹھی اتنی
فضائے ہر پہچان کی ہوئی تھیں ستیا کی کیا
بنا تھا ہر شجر تصویر از خود رنگی کیسا
نکل آئے وہ رشک حور اپنے گھر کی جنت سے
وہ اپنے حسن پر کچھ آپ بھی غموں نہ دیتی
نہا اگر روز و شب تھا آئینہ روئے مصفا کا
قد مودوں پر دھوکا ہو رہا تھا سرور غما کا
نظر اسکی کیا یک جا پڑی اک کاسہ سرسبز
نگاہ برق سماں غرق تھی دیا اختر

ملکہ سلطان خانم رعنا

رعنا تخلص بنت مرزا علی محمد صاحب اسٹروڈ انس چانسلری یونیورسٹی ۱۹۲۵ء کو
 بمبئی میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم مکان میں پائیں اردو فارسی میں
 کافی مہارت رکھتی ہیں۔ فارسی تو آپکی مادری زبان ہے ۱۹۲۲ء
 میں فورٹ کاؤنٹ ہائی اسکول کے چوتھی جماعت میں داخل ہوئیں
 نہایت ہی ذہین اور فریس واقع ہوئی ہیں۔ اور اپنی ہم جماعت
 لڑکیوں میں ہمیشہ سب سے پیش پیش رہتی ہیں۔ انگریزی نہایت شستہ
 بولتی اور لکھتی ہیں۔ فرینچ سے بھی بخوبی واقف و آگاہ ہیں۔ البتہ
 لاطینی زبان بوجہ سخت ہونے کے اوسیں ہنوز اتنی ماہر نہیں ہیں
 جیسا کہ دوسری زبانوں پر آپ کو کافی عبور ہے۔ سا لگدشتہ جب آپ کے
 مدرسے میں تقسیم انعامات کا جلسہ ہوا۔ تین سو سے زیادہ لڑکیاں
 جس میں یورپین اور دیگر اقوام کی انعام کی امید میں بیٹھی تھیں

کہ دیکھئے درجہ اول کا انعام کس کو ملتا ہے ان تین سوار کیوں میں
 ”کمپوزیشن“ میں درجہ اول کے انعام کی موڈ لکھی بڑی ہمیشہ اور درجہ
 دوم کی آپ مستحق قرار پائیں اور درجہ سوم کی ایک یورو میں لڑکی
 مستحق ٹہری۔ گویا اس لحاظ سے آپ ہی نے درجہ اول کا انعام حاصل کیا
 ان انعامات کے علاوہ آپ کے والد محترم نے اس نمایاں کامیابی
 پر آپ وراپکی ہمیشہ کو اپنی طرف سے مڈل عطا فرمائے جو آپ پاس
 موجود ہیں۔ بی اے تک تعلیم پانیکا ارادہ ہے شروع شاعری کا بھی
 ذوق رکھتی ہیں اور موسیقی میں بھی آپ کو خاصی دلچسپی ہے۔ ذیل کا مضمون
 آپ کے ادبی لگاؤ کا شاہد ہے۔

”تو کہاں ہے“

فلک محبت کے گل۔ مین کے لعل خوشگوار۔ وادی مین کے غزال رعنا
 صنم کدہ چین کے دیوتا

”تو کہاں ہے“

فنائنہ دل کے ہیرہ، قوت چشم مجور۔ بزم طرف کے فانوس۔ چند صویر کٹ
 ”تو کہاں ہے“

جواہر کی کانوں میں طلسم محبتیں، قصر راحت میں، تابیخ حسن میں شیرازہ
 ہستی میں، غرض ہر شے میں دیکھا لیکن آہ! ”تو کہاں ہے“

میں مذرہ بر اندام ہوں، مری آواز گلو گیر ہو چکی ہے، مرے ارمان پڑے
 مری حسرتیں رنگوں۔ مرے حوصلے پارہ پارہ، میری تمنائیں خانہ بروش
 تو کہاں ہے

پھول پھر سنتے ہیں کیاں مسکراتی ہیں، غنچے چمکتے ہیں، ہمارے
 مسکھکے اڑاتے ہیں۔ سنتی ہوں کہ تورگ گلو سے قریب ہے تو تو اپنے
 مبدول کی مدد لیکر کہتا ہے۔ میری آنکھیں، شاید کور میں جوتے
 جلوہ تاباں کے نظارہ کی قابل نہیں۔ موسیٰ عشق تھے۔ ہوا کے
 ہوا دی امین میں کیا دہرا ہے، میرا دل تو خود تیرے لئے شعلہ طور بنا
 ہو ہو رہا ہے۔ ”تو کہاں ہے؟“

غزل

کس کس سو تہیں تیری عالم میں سالی
 کیا بات ہو دنیا میں تیری بت ہر جالی
 نیرنگی منت کا اک یہ بھی کرشمہ ہو
 قاصد نے پلٹ کر بھی سگال بنی نہ کھلائی
 پوچھے تو کوئی جا کر یہ رشک سیلائے
 بیمار محبت کی کب کچھ بھی سیمائی
 اسخام اگر یہ تھا آوارہ الفت کا
 لے عشق نہانہ میں کیوں خاک یہ جھپٹائی
 دیک کے جھیلوں سے کیا کام نہیں آتا
 فطرت سے لی جس کو خیل کی عنائی

محمدی بیگم

بنت انتظام الدین جس صاحبِ جمع ایم لے الٹی (حلیگ) حیدر آباد
 میں اپنے نانا خان بہادر مولوی شرف الحق صاحبِ ہجرت بہت چھاؤنیات کے
 یہاں پیدا ہوئیں بہت ہی کم سنی سن کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ کے
 وہ زمانہ تو یاد نہیں ہے البتہ والد کی لگاؤ کو کششوں سے بچنے کی عمر میں
 اس لائق ہو چکی تھیں کہ معمولی اور آسان اردو پڑھ لیا کرتیں اور سی
 طرح ٹکے ٹکے جملوں میں اپنا مافی الضمیر ادا کرتیں ابتداً آپ کو مذہبی
 تعلیم دگئی لیکن سب سے پہلے اردو اسلئے پڑھا دی گئی کہ اس کی
 ابتداً کی کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن شریف کے پڑھنے میں سہولت
 ہو جائے پہاڑے اور حساب سے بھی تھوڑی بہت اذیت پیدا
 کر دیتی تھی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے جو طریقہ تعلیم مقرر کیا تھا وہ یہاں
 کیلئے قابلِ تقلید ہے۔ ہوتا یہ تھا کہ راتوں کو بلا ناغہ بستر پر آپ کو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات متبرکہ کہ پیغمبروں اور اکابرین اسلام اور

بہادر مہنتوں کے اسوہ حسنہ۔ دنیا۔ چاند۔ سورج۔ اسکی مامیت
 پودوں کے متعلق معلومات وغیرہ زبانی ذہن نشیں کئے جاتے تھے
 سات سال کی عمر میں۔ ناظرہ کلام مجید ختم کیا اور دو ایک دور کر نیکے بعد
 قرآن شریف کا لفظی ترجمہ بھی آپکی والدہ نے پڑھانا شروع کیا جو پچیس
 سال چلکر ختم ہوا۔ چونکہ آپکی والدہ خود عربی کی اچھی قابلیت رکھتی ہیں
 اسلئے ایسے اچھے طریقہ پر تعلیم دیکئی کہ اگر کوئی شخص کلام مجید سے خواہ
 کسی جگہ سے کچھ پڑھ کر آپ سے اس کا ترجمہ پوچھتا تو آپ ترجمہ ہی
 نہیں بلکہ پارے اور سورت تک بنا دیتیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے
 عربی کو اب تک ایک مضمون کی حیثیت سے لے رکھا ہے۔

ایک دفعہ آپکے یہاں چند بزرگ بیٹھے ہوئے سود کے جواز اور عدم
 جواز پر بحث و مباحثہ فرما رہے تھے اور اتفاق سے آپکے کانوں میں
 لفظ ”سود“ پڑا آپ نے فوراً کہہ دیا کہ سود لینا تو جائز نہیں میں
 قرآن شریف میں پڑھ چکی ہوں یہ کہہ کر بغیر جواب کا انتظار کئے قرآن
 شریف اٹھالائیں۔ اور ورق گزانی کے بعد وہ مقام بھی دکھایا جہاں
 ”لَا تَاْكُلُوا رِبَا“ لکھا ہے جس کا ترجمہ (سود نہ کھاؤ) ہوتا ہے آپ کے
 دق کرنے کو آپ کے بزرگوں نے فرمایا کہ حسب طرح۔ کھانا۔ مٹھائی اور
 میوہ کھایا کرتے ہیں اس طرح اگر کوئی سود کھائے تو ناجائز ہوگا قرآن شریف

۲۸۷
 سود لینے کو کب منع کرتا ہے۔ آپ نے اس کم سنی میں بہت کچھ سمجھانے کی
 کوشش کی لیکن ان بزرگواروں نے ابویہ طریقہ نکال لیا جہاں آپ کو
 دیکھا سود کا سلسلہ چھڑ دیا۔ اپنی تعلیمی جدوجہد میں نواب ملاوت جنگ ہار
 سابق صدر المہام مالگذاری حیدر آباد دکن کی دونوں صاحبزادیوں کے
 نیک مشورہ کی معترف ہیں۔

آپ نے خانگی طور پر انگریزی اور حساب کی تعلیم مل کی جات
 تک حاصل کی تیاری۔ جغرافیہ اور ڈرائنگ وغیرہ سے بھی واقف ہوئیں
 چونکہ مدراس کے سلسلہ تعلیم میں البحر الجبرجیو مری کا سیکنا ضروری تھا
 جس سے آپ ناد اقف تھیں اسلئے زمانہ ہائی اسکول نام ملی کی
 چوتھی جماعت میں شریک ہوئیں دس سال کے سن سے اب تک اسی
 کی دلچسپیوں۔ رنگبوں میں بسر کر رہی ہیں (یہ اسکول اب موس آئز پوپ
 پرنسپل کی توجہ سے کلج بن گیا ہے) آپ کو اپنے کالج سے بے انتہا
 محبت ہے جسکی چار دیواری میں آکر آپ اپنے تفکرات اور تکلیفوں
 کو فراموش کر دیتی ہیں اور اسکی فضا میں آپ کو فردس بریں
 سے کم نہیں دکھائی دیتیں آپکی ہم جماعت لڑکیوں میں سولے
 دو ایک کے سب آپ سے بڑی تھیں اور پرانی طالبات تھیں۔ آپ کے
 ذہن میں خواہ مخواہ یہ خیال جاگزیں ہو گیا کہ میں ان سے تعلیمی

میدان میں گوڑے مسابقت نہیں لیجا سکتی اور اون لڑکیوں نے بھی
 برغم بزرگی اپنا طرز عمل کچھ وحشیانہ سا رکھا پھر بھی آپ ان کی مڑی کی
 مایہ ناز تہیں اسکے ساتھ بعض لڑکیاں آپ کے ساتھ خواہر نہ بڑاؤ رکھتی
 تھیں۔ غرض ان باتوں نے آپ کو کچھ اس طرح پست مہمت کر دیا کہ
 اس کارل سے واپس آنے کے بعد سارا وقت قصہ کہانیوں۔ امتیاز
 اور رسائل کے پڑھنے میں صرف کرنے لگیں۔ اگرچہ آپ اسباق میں بی بی
 حد تک پیچھے نہیں لیکن عام معلومات میں مطالعہ کی بدولت وجہ تفوق
 رکھتی تھیں۔ اور یہی سبب کہ انگریزی اور اردو ادب کے پرچوں
 میں اکثر جواب جو دل سے گھڑے جاتے تھے۔ صحیح ہوتے تھے
 ہوم ورک تو گھر پر کرتی ہی نہ تھیں وقت سے ذرا سویرے پہنچ کر
 اپنی کلم جماعت لڑکیوں کی کاپیوں سے ان کی نقل آمار لیتیں ٹل کے
 استخان تک آپ کی غفلت اور لاپرواہی کا یہی عالم رہا اور اس
 جماعت میں بہ نسبت اور جماعتوں کے محنت زیادہ کرنے کے باوجود
 بھی نیل ہو گئیں۔ یہ قبل ہونا بخیر تعلیم کیلئے ایک ایسا تازیانہ
 تھا جس نے آپ کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اب آپ اس زمانہ کو
 محسوس کر کے۔ متاسف ہیں کہ اپنی عمر کا ایک عزیز سال ضائع کیا
 اسکے بعد سے تعلیم پوری توجہ اور دلچسپی کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔

اور بھی وہ زمانہ تھا کہ آپ میں قوت امتیازی پیدا ہوئی اور آپ نے am و کھنا سیکھا اور سنہ ۱۹۲۷ء میں مائی اسکول بونگ مارٹنگٹ کا امتحان پاس کیا۔ یف، ایس، سی کیلئے مدراس یا لکھنؤ جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر آپ کا ارادہ پورا نہ ہو سکا آپ بفضلہ زمانہ کالج مایپلی حیدرآباد میں یف، اے سال اول عثمانیہ کے آرٹس کے نصاب میں زیر تعلیم ہیں۔

جہاں آپ کی تعلیم کا خیال تھا وہاں آپ کی تربیت پر بھی کافی توجہ دی گئی تھی آپ کی والدہ کا گھر بھر میں سب کو یہ حکم تھا کہ کوئی بات خلاف تہذیب۔ جھوٹ وغیرہ آپ کے سامنے نہ بولی جائے کہ یہ اخلاق اور عادات بگاڑنے والی اور نشوونما میں خرابیاں پیدا کرنے والی ہوتی ہے، باوجود اس کے آپ کو اپنی کمزوریوں اور نقائص کا احساس ہے اور اس کے اصلاح کو اپنا فرض خیال کرتی ہیں۔ آپ کہتی ہیں کہ سب سے پہلی جھوٹ سات سال کے سن میں آپ ایک مہلہ ڈاکٹر صاحب کے لڑکی کی ترغیب پر کہی تھی وہ سماں اب تک یاد ہے کہ اس جھوٹ کے یاداش میں روزمرہ کہیلوں سے مانعت اپنی غلطی کا اعتراف اور پشیمانی تھی انہیں سہیلی نے سب سے اول آپ کے آگے چور جن شیطان کے لغو اور بے سرو پا قصے بیان کئے تھے

اوسى کا اثر ہے کہ اب تک طبیعت میں کسیتد کمزورى اور بزدلى باقى ہے اپنے فرقہ سے سچى مہردى اور على رُوح اور مضمون نگارى کا جو کچھ فوق اور در دِ اپنے پہلو میں رکھتى ہیں اوس کے لئے آپنا بڑبڑلا لاہو کے بے انتہا شکر گزار ہیں کہ اس جذبہ کا احساس پیدا ہوا۔ آپ اپنے دل میں والدہ کی حقیقى اور سچى بے لوث محبت کا پاک جذبہ رکھتى ہیں اور اپنے پرنسپل صاحبہ کلبے حد احترام اور اداؤں کے تو حیات کے ایک احسان عظیم سمجھتى ہیں تو توں بہت متوڑے زمانہ سے بزم تہذیب میں جلوہ گر ہوئى ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ کئہ مشق مضمون نگارى سے باری لگى میں نکلتى بھی خوب میں طرز بیان دلچسپ اور سلجھا ہوا ہوتا ہے خیالات علم معلومات میں وسعت۔ ذیل میں آپ کا شاہکار ملاحظہ ہو۔

چور

۲۹ مارچ ۱۹۲۰ء کی رات مجھے اب تک یاد ہے جیسے کل کی بات ہو صبح کے نو بجے سے شام کے پانچ بجے تک امتحان میں مصروف رہنے لگا۔ محکوم انتہائی درجہ تک تھکا دیا تھا، ماسوا اس کے پرچے بھی بہت سخت تھے رات کے گیارہ بجے میں تمام کاموں سے فارغ ہو کر بستر لیٹ گئی۔ سرے چھوٹی میز پر ایک ٹائیم پیس رکھا ہوا تھا جس کا لالہ میں نے چار بجے لگا دیا تھا۔ اسی میز پر چند کتابیں بھی اب تک منتشر

حالت میں پڑی ہوئی تھیں جن کے ضروری باب پر سرسری طور پر امتحان سے پیشتر مطالعہ کرنا چاہتی تھی۔

تمام فضا میں ایک دل خوش کن سرور پھیلا ہوا تھا۔ ہوا کے فرحت بخش تیز جھونکے اپنی غیر معمولی تیزی کا صاف اعلان کر رہے تھے، اس وقت میرے خیالات کتاب کے صفحات پر سے خود بخود مٹ گئے اور مختلف پچیدگیوں میں کھو گئے، میں نے سوچنا شروع کیا کہ ہوا آج غیر معمولی طور پر اپنی تیزی کا کیوں اعلان کر رہی ہے شاید آج وہ تھکے ہوئے طالب علموں پر بہت مہربان ہے اسے طالب علموں پر زیادہ مہربان ہونا چاہئے۔ اسلئے کہ لڑکے عموماً جبراً پڑتے ہیں۔ لیکن لڑکیاں باوجود مخالفین تعلیم کے حاجت ہونے کے بھی تعلیم سے انتہائی شغف کا اظہار کرتی ہیں۔ غریب لڑکیاں! انکی تعلیم کا نصب العین کتنا بلند ہوتا ہے وہ اپنی اخلاقی و روحانی اصلاح کے لئے حاصل کرتی ہیں۔

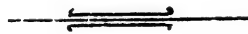
میرے مغز بھالی میری صاف گوئی کو معاف فرمائیں۔ کیونکہ الحق مر مشہور ہے۔ اسی فی صدی زیادہ لڑکوں کا تعلیمی مقصد حصول معاش کے سوا اور کچھ نہیں

لیکن ہوا کے پر سرور جھونکوں نے میسے لاتنا ہی خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور میں دنیا اور مافیہا سے بے خبر ہو کر سو گئی۔

تجربہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ جب خیالات پریشان ہوتے ہیں یا کسی قسم کا خوف ہوتا ہے تو آنکھ بار بار کھل جاتی ہے میں نہیں جانتی کہ اپنے خیالات پریشان کی وجہ سے یا کسی آہٹ کے باعث میری آنکھ کھل گئی تھی مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ جب بیدار ہوئی تو مجھ کو اپنے قریب ہی کچھ آہٹ سی محسوس ہو رہی تھی ”اُدھو چور“ ایک سخت یہ خیال غرت کے ساتھ میرے دماغ میں آیا اور میں خوف زدہ سی ہو گئی۔

اب کیا ہو گا؟ اگر میں نے اپنی حرکات سے یہ ظاہر کر دیا کہ کہ چور کی موجودگی کا مجھ کو علم ہے تو مبادا کسی ہتیار سے مجھ کو ضرر پہنچائے اس خوف کی حالت میں اپنے قلب کی حرکت کو سنانا نقصان میں گر جا کے گھنٹے کی صدائے ضرب کی طرح سن رہی تھی۔ اس ختم حالت میں مجھ کو بستر پر پڑے شاید پندرہ منٹ گزرے ہوں گے باہر کی گھڑیل نے رات کی خاموشی میں تین بجائے۔ دفعۃً مجھ کو ایسا محسوس ہوا کہ چور میرے سر پر نے زہر کے پاس کھڑا ہوا ہے جس پر ٹائیٹم میں اور کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ چور نے شاید میری کتابوں کا معائنہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ یکساں ورق گردانی کی آواز میرے کانوں میں آرہی تھی، معلوم ہوا تھا کہ یہ کوئی شائستہ اور تعلیم یافتہ چور ہے، انگریزی بھی جانتا ہے جب ہی تو موصوفی مطالعہ ہے۔

مہذب چور نہایت جلد جلد میری کتابوں کی ورق گردانی کر رہا تھا اس کے
 شائستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے خیال نے میرا ڈر کیسے دھمک کر رکھ دیا۔ کیونکہ میں سمجھ
 رہی تھی کہ تعلیم یافتہ چور میں جاہل کی نسبت ضرور زیادہ انسانیت ہوگی
 چور صاحب میری کتابوں کا مطالعہ میں اس قدر مجو تھے کہ گھر کی
 دوسری تمام اشیاء سے بالکل بے خبر ہو گئے تھے لیکن مجھ کو اتنی جرأت
 نہ ہوئی تھی کہ اس مہذب چور کو دیکھتی۔ آخر کاریں نے ڈرتے ڈرتے
 کروٹ لی اور کیسے قدر خوفزدہ نیم باز نظروں سے اپنے سامنے دیکھنا شروع
 کیا چور کہاں کہڑا ہوا کتابوں کا مطالعہ کر رہا ہے۔ مجھ کو نظر نہ آ رہا تھا
 میں نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف میز کی جانب دیکھا۔ لیکن وہاں
 کوئی آدم زاد نظر نہ آیا ایک ہی لمحے میں سارا واقعہ میری سمجھ میں آ گیا۔
 دراصل وہاں کسی مہذب چور کا پتہ نہ تھا۔ البتہ ہوا کے تیز جھونکے
 میری کتابوں کے صفحات کی لگاتار ورق گردانی کر رہے تھے۔



فاطمہ گیم

بنت کے محمد حنین صاحب صدیقی سپرنٹنڈنٹ پولیس ٹنگور
 حال فطینہ یاب حسن خدمتہ مقام کولار گولڈ فیلڈ علاقہ میورس پیدا
 ہوئیں آپ کے اجداد کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق سے
 ملتا ہے۔ عہد عالمگیری میں آپ کے اجداد عدالت پر مامور تھے۔ چنانچہ اس
 زمانہ کے کئی ایک آثار قدیمہ آپ کے خاندان میں محفوظ ہیں جن میں ایک
 جامہ بھی ہے جو عادل بوقت عدل پہنکر داد انصاف دیا کرتا تھا۔
 جس پر عدل و انصاف کے آیات قرآنی کندہ یا چھپی ہوئے ہیں۔
 سلطنتِ منلیہ کو زوال شروع ہوا تو سلاطین بیجا پور نے آپ کے اسلا
 کو اپنی سلطنت میں عہدہ عدالت ہی پر مامور کیا۔ جب بیجا پور کے بھی حصے
 بخرے ہو گئے تو آپ کے اجداد صوبہ میور کے ضلع چٹاوارک میں مقیم
 ہوئے یہاں بھی نواب حیدر علی خاں والی میور نے آپ کے بزرگوں
 کو ضلع کی قضات پر مامور کیا ”سرافف“ کے مغرز خطاب سے سرفرازا

اس دور راجگانی میں اب بھی آپ کے چچا قاضی شہر میں -
ابتدائی تعلیم والدہ کے زیر نگرانی گھریں ہوئی۔ جب تکول میں
داخل ہوئیں تو فارسی قرآن وغیرہ کی تعلیم گھر پر جاری رہی۔ جسکے
کا زمانہ ختم ہوا تو بوجہ پردہ اعلیٰ تعلیم کا انتظام دوسرے بھائیوں کے ساتھ گھر
ہی پر ہوا۔ انتظام خانہ داری۔ سلائی۔ نخت۔ ویز۔ وغیرہ کی تعلیم والدہ سے
حاصل کی۔ ٹنگ۔ کرشیا۔ پوت کا کام۔ کشیدہ۔ اونی کام۔ اور ان
ڈرائنگ۔ پینٹنگ۔ مائینگ وغیرہ خود اپنے شوق سے کچھ لڑائیوں سے
اور استادوں۔ کتابوں اور چھوٹے بھائیوں کی مدد سے سیکھا۔
آکھو ورزش کا شوق بھی بچپن سے ہے چنانچہ اکثر تمام بھائی بہن ملکر
کوئی کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا مرغوب کھیل اسکنگ ہے
کم سن سے آپ کو مضمون نگاری کا شوق رہا ہے چنانچہ آپ کی والدہ
کے پاس تہذیب اور عصمت کے پرچے آیا کرتے تھے انہیں دیکھ کر آپ
اور بھی اضافہ ہوا چنانچہ اپنے درسی کتاب سے ایک مضمون چار کر تہذیب^{۱۹۱۷}
میں شائع کرا دیا اب جبکہ آپ اس مرقہ مضمون کا خیال کرتی ہیں
تو نہایت نامدم ہوتی ہیں۔

چونکہ شوق مضمون نگاری میں آپ کو والد اور والدہ سے
بوجہ مصروفیت امداد نہیں مل سکتی تھی۔ لیکن مولانا مناز علیہ صاحب

آپ کے مضامین کی تصحیح کر کے اپنے وقیع پرچے میں شائع کر دیا کرتے تھے اور یہ آپ کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوا پھر تو رفتہ رفتہ خود ہی مضمون نگار بن گئیں ۱۹۲۲ء کے دو شماروں پر آپ کو تنہا نے انعام دیا پھر ۱۹۲۴ء میں سلیس معلومات والے انگریزی مضامین کو ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں دوسرا انعام حاصل کیا ۱۹۲۵ء میں ”بچوں کی سزا“ والے مقابلہ کے مضمون میں آپ نے انعام پایا۔ سال گذشتہ بھی مفید مضامین کے لکھنے پر انعام حاصل کر چکی ہیں۔ رائل سہیلی، ظل السلطان، عصمت وغیرہ نے متعدد انعامات دیے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں مقابلہ ”مسلمانوں میں تعلیم نواں کی ترقی کی تدبیریں“ پر آپ مستحق انعام قرار پائیں۔

میو رلیڈیز کانفرنس منعقدہ بنگلور ۱۹۲۶ء میں ”مسلم لڑکیوں کی تعلیم اور پردہ“ پر آپ نے جو انگریزی تقریر پڑھی تھی جس کا ترجمہ عصمت کے سنوری نمبر ۲۷ء میں شائع ہو چکا ہے انعام پایا سال گذشتہ ”رفع افلاس“ کے مضمون پر عصمت نے انعام دیا حال ہی میں آپ نے مولانا ممتاز علی صاحب ارشاد پرفرن کروشیا پر ”گلدستہ کروشیا تصنیف کی تھی جو ملک میں بید مقبول ہوئی ہے۔ اور بیگم صاحبہ بھوپال کے نام اس کو معنون کیا ہے۔ بیگم صاحبہ موصوف نے اپنے محل کے لئے یکشت (۲۵) جلدیں

خرید فرمائیں اور کتاب کی خوبیوں کے صلہ میں آپ کو ہاتھوں کا خوبصورت زیور مرحمت کیا۔ اب آپ نے دوسری تہذیبی بہنوں کی مدد سے کروشیا پر ایک اور کتاب ”تہذیبی کروشیا“ ترتیب دی ہے جو مولنا ممتاز علی صاحب کے نام معنون کی جائیگی۔

آپ کے سوا اور بھی چھ بھائی ہیں جو کالجوں اور اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں البتہ ایک بھائی نہایت کم سنی میں بی اے ہو کر منظم صارف ہوئے ہیں

غرض آپ بلحاظ مضامین اور دستکاری، سلیقہ اور شائستگی اچھی شہرت رکھتی ہیں۔ ذیل کا مضمون آپ کے ذوق نگارش کا پتہ دیتا ہے۔

دعا

یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے وہاں بے زباں یہ کہ دل پر تر کرے
عبد کا معبود سے حاجت روائی کیلئے عاجزی کے ساتھ.....
مانگنے کا نام دعا ہے۔ انسان خداوند برتر کا ہر وقت محتاج ہے۔ انسان بے غرض پیدا کیا جاتا تو شاید جناب خداوندی میں بھولکر بھی سجدہ نہ کرتا۔ کسی کو اولاد کی فکر ہوتی ہے، تو کسی کو ان کی صحت کی، کسی کو نوکری کی تلاش ہوتی ہے۔ تو کوئی دوست عزیزوں کی جدائی کے غم سے

تالاں رہا ہے، غرض ہر انسان ہر وقت کسی نہ کسی مصیبت و تکلیف میں مبتلا رہتا ہے، کوئی رنج و فکر نہ ہو تو کوئی تنہا یا آرزو دل میں ضرور رہتی ہے۔

اپنی مرادوں اور تمناؤں کے پورا کرنے کی صرف دو تیرکیں ہیں۔

(۱) تدبیر (۲) دعا سے کوئی کام خواہ وہ کیسا ہی آسان یا اہم کیوں نہ ہو صرف تدبیر سے ایسا عمدہ و حسب وخواہ انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ دعا و تدبیر دونوں سے ہو سکتا ہے۔

خداوند پاک فرماتا ہے کہ تم تدبیر کرو اور میں اس تدبیر میں برکت دوں گا۔ لیکن لوگ ازراہ و تغریط میں مبتلا ہو گئے۔ جاہل عورتیں دوا کا نام نہیں لیتی، اور محض تعویذ گنڈوں سے کام لیتی ہیں تعلیم یافتہ عورتوں کو دوا سے مطلب ہے۔ اور دعا سے کوئی شکر نہیں۔ اُن کو دعا پر یقین ہی نہیں

ہر انسان کے ساتھ ہمیشہ کوئی نہ کوئی غرض ضرور لگی پٹی رہتی ہے، اور ہمیں چاہئے کہ ہمیشہ درگاہ رب العزت میں عاجزی سے دست بدعا رہیں۔ رور و گارجاں جبار و تمہارے ہیں وہیں حکیم جم جم بھی ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے (ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) ہم سے دعائیں مانگتے رہو ہم تمہاری دعا قبول کریں گے، اور دوسری آیت ملاحظہ ہو اور تم دعا کرو کہ اے میرے رور و گارجاں تمہارے تصور معاف کر

اور ہمارے حال پر رحم فرما اور سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے
سورہ مومنوں رکوع ۶ پارہ ۱۸۔

تمام دعاؤں میں سب اچھی اور جامع دعا تلاوت قرآن مجید ہے
کیونکہ ہم سب کے لئے کہ روزانہ حضور قلب سے کم از کم ایک پارہ ہی قرآن تم
کا تلاوت کر لیا کریں اور ہمیشہ بعد تلاوت ویزنا پڑھنا چھگانہ کے نہایت
الاحیاء و زاری کے ساتھ دعا مانگیں۔ قرآن مجید میں کسی ایک دعائیں
مثلاً ذکر علیہ السلام کی دعا اولاد کے لئے اور ایوب علیہ السلام کی
دعا رفع مرض کیلئے۔ یونس علیہ السلام کی رفع پریشانی والی دعا۔
غرض ایسے ہی بے حساب دعائیں۔ پھر لطف یہ کہ یہ قرآنی دعائیں
خود خداوند کریم کی سکھلائی ہوئی ہیں اس لئے ضرور جلد قبول ہونگی۔ بامنی
تلاوت کرنے سے یہ دعائیں بخوبی سمجھ میں آسکتی ہیں۔ ان تمام دعاؤں
کے ہوتے ہوئے دوسری دعاؤں کی کیا ضرورت ہے؟

اس لئے روزانہ بامعنی تلاوت اور نماز پڑھنا ہی سب سے بڑی
اور مقبول دعا ہے۔ اور بس۔ خدا ہر ایک مسلمان کو صحیح دعا کی فہم
غایت فرمائے اور در بدر کی ٹھوکروں سے بچائے۔ آمین ثم آمین

زمرہ: حکیم

بنت ڈاکٹر عبدالرب صاحب حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئی
مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم کمشنر صوبہ دار کلبرگہ (دکن) کی
حقیقی ہمیشہ کی نواسی ہوتی ہیں

موصوفہ نے اپنی والدہ کی زیر نگرانی والد کے ساتھ ساتھ رہ کر تعلیم
پائی ہے۔ چونکہ آپ کے والد اکثر اضلاع پر پستے تھے اس لئے آپ کو کتابچہ
اسکول میں تعلیم پانے کا موقع نہیں ملا بلکہ خانگی طور پر تعلیم ہوتی رہی۔ اردو
فارسی معمولی عربی کی تعلیم گھر پر پائیں اردو آپ بہت صاف لکھتی ہیں
فارسی کا اکثر مطالعہ جاری رہتا ہے۔ انگریزی بھی خاصی ہے اور آپ کو
ادب انگریزی کا بھی شوق ہے

اکثر رسائل عرم نور جہاں، انقلاب وغیرہ میں آپ کے مضامین
بنت عبدالرب اور کاظمیہ کے نام سے طبع ہوئے ہیں۔
آپ برداشتہ قلم نثر لکھتی ہیں ادب، تاریخ اور اصلاح و تمدن سے

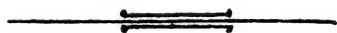
آپ کو بہت پسند ہے اور یہی آپ کا موضوع ہے، کبھی کبھی آپ نظم بھی لکھتے ہیں۔

نمایشی اصول پرستی

لباس کی بھرک دہتمندی کا اعلان کر سکتی ہے اورنگی کلام مذاق سلیم کا لیکن ندرستی کی شناخت دوسری علامتوں سے کج جاتی ہے طاقت و توانائی ریشمی چمکدار کپڑوں کے نیچے نہیں بلکہ مزدور عورتوں کے موٹے کپڑوں کے اندر چھپی ہوئی ملے گی جس کا مٹا کھدر گھر پر بنایا گیا ہونی لازمی ہو گا کیوں اور مذاق کی لطافت نے ملکر "تفریح" کو ایک مستقل فن بنادیا ہے۔ مگر پھر بظاہر رہا ہے آداب، اطوار اصول کے پابند نظر آتے ہیں لیکن نمایشی اصول پرستی کا مایہ خیمہ ترسار سرگرو فریب ہے۔ ہر دماغ ایک ہی سانچے میں ڈھلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ "ہندیب" یہ چاہتی ہے۔ سلیقہ یہ کھتا ہے غرض کہ ہر رسم پابند قاعدہ اور جمنش پابند قانون ہے ہم کبھی اسلی حالت کو ظاہر کر سکی جرات نہیں کرتے ہمیشہ اپنے تئیں رسمی بندشوں میں جکڑا رکھتے ہیں نمایشی پرستی کا مادہ بہ نسبت مردوں کے عورتوں میں ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے غرض اور دوسروں پر اثر ڈالنے کا خیال لگا رہتا ہے ایک عورت دوسری پر تفوق حاصل کر کے مقابلہ اور مابقت کی خواہش میں ہوتی ہے متمول خاندان کی عورتیں کسی نہ کسی طرح اپنے خواہشات کے پورا کر نہیں کامیاب

ہو سکتی ہیں۔ مگر متوسط طبقہ میں بہت کم عورتیں ایسی نظر آئیں گی جنہیں اپنی زندگی میں المیناں سترت و طارغ البالی نصیب ہو۔ درمیانہ عورتیں زندگی کی کشمکش اور گونا گوں مشکلات میں نظر آئیں گی ان کی بے کسی اور حالت زار کے روز افزوں مصائب ہر اہل دل کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں اکثر محکمہ ایسی بہنوں سے بنے اور انکی ناگفتہ حالت دیکھنے کا اتفاق ہو رہا ہے کہ بھاری کمزور دل و دماغ کی عورتیں حیات اور مصائب و آلام کے مقابلے کی تاب نہ لا کر جان شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

آتش ظلم سے دنیا ہوئی دوزخ ہم پر
چونکہ ڈالائے دق بنکے غموں نے اکثر
بے اہل مرتبے میں ترخانے کے اندر
ہے جو تنگی میں منافق کے سجدہ بر



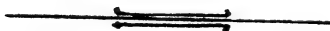
خاتونِ جہانِ نسیم امیر

شیخ عبداللہ صاحب ایم اے سی۔ ایڈووکیٹ علیگڑھ و خازنِ سلم
یونیورسٹی کی منجہلی صاحبزادی ہوتی ہیں۔ گورنمنٹ صوبہ متحدہ نے ۳۲ نومبر
سالانہ کا وظیفہ دو سال کیلئے اس عرض سہ دیا ہے کہ آپ یورپ جا کر اعلیٰ تعلیم
کی تکمیل کریں لیڈیز یونیورسٹی انگلستان میں ایم اے سی کی ڈگری کا پورا
حاصل کریں آپ پہلی مسلم روشن خیال خاتون ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا
آپ ستمبر ۱۹۲۶ء میں بنگلہ دیش تعلیم انگلستان روانہ ہوئیں۔

آپ کے زمانہ قیام ہندوستان میں آپ کو اور آپ کی والدہ صاحبہ
کو حالاتِ غنایت فرمانے لگے متعدد درجہ توجہ دلائی گئی خاموشی سے سب سے بہتر
جواب تصور فرمایا گیا۔ اسلئے مزید حالات مل نہ سکے۔ بہت ممکن ہے
کہ انگلستان کی واپسی کے بعد جلد دوم میں آپ اپنے حالاتِ غنایت فرمائیں

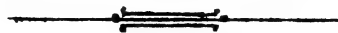
فاطمہ الکبریٰ

نبت مولوی محمد الدین صاحب قضاط - دہلی کی رہنے والی ہیں
 ماہر فن باپ کی طرح خوشنویسی میں مہارت تامہ رکھتی ہیں آپ ایک
 علم دوست خاندان کی چشم و چراغ ہیں۔ آپ کو عربی زبان کی کتاب سے
 خاص لگاؤ ہے، آپ کے تحریروں کے نمونے مبصرین سے خراج تحسین حاصل
 کر چکے ہیں۔ دہلی علیگڑھ کی زمانہ نمایشوں میں آپ کو تمنعے ملے ہیں ایک
 پنچورہ کی کتاب پر نثرائے نس بیگم صاحبہ بھوپال نے مرصع چھو بچیاں
 آپ کو عطا فرمائیں۔



منجمیلہ سراج الدین حکیم - اپنی تیج دہائی

بنت سراج الدین صاحب آفرورس کر سچین کالج لاہور نچالوئی سٹی
 سلیم اے کا امتحان کامیاب کیا اور ۱۹۲۲ء میں گورنمنٹ نے وظیفہ دیکر
 بغرض تعلیم انگلستان روانہ کیا جہاں آپ نے ۱۹۲۵ء میں لندن یونیورسٹی سے
 معلمی کا امتحان کامیاب کیا پھر نومبر ۱۹۲۵ء میں اوڈنبرا یونیورسٹی میں داخل ہو گئے
 جہاں اقتصادیات میں پی۔ایچ۔ڈی۔ کیلئے ریسرچ کرنا شروع کیا۔ اسکا لٹریچر
 کے ایک کارخانہ میں آپ نے اپنا کافی وقت دیکر صنعت کی تعلیم حاصل کی اور
 ۱۹۲۷ء میں پی ایچ ڈی ہو کر منہ وستان واپس آئیں اور آپ کے آنے سے
 قبل گورنمنٹ نے صوبہ پنجاب کے مستورات کو صنعتی تعلیم دینے کے لئے بطور معلم آپ کا
 متقول مشاہورہ پر تقرر کیا ہے۔ حال ہی میں آپ کے زیر نگرانی ایک نمائش
 بھی ہوئی تھی جنہیں آپ کی پچاسی لاکھ سٹائش ثابت ہوئی۔



نازک صنعت

(کا)

دوسرا ڈیشن

مع اضافہ مضامین اور تصاویر کے نہایت نفاست کے ساتھ

(عنقریب شائع ہوگا)

کوشش کی گئی ہے کہ ”نقش ثانی بہتر زاول“ ہو۔ اردو ادب
میں یہ ایک خاص شو ہے ورنہ آئیں جلد آنا چاہئے۔

محمد عبد الرزاق سیل
بیرون یورپ حیدرآباد

صحیح نامہ

صفحہ	سطر	مغلط	صحیح	صفحہ	سطر	مغلط	صحیح
۶	۱	زمانہ	زمانہ	۵۱	۷	مکمل	مکمل
۱۱	۱۲	مقدمہ	مقدمہ	۶۱	۵	لغوف	لغوف
۱۳	۷	تہریش	تہریش	۱۴	۱۴	یہی	یہی
۱۸	۱۰	ساریونی	ساریونی	۷۰	۱	نمل	نمل
۲۲	۱	بنت	بنت	۷	۹	کے	کے
۲۳	۳	عمریں	عمریں	۷۲	۱۳	محبوبہ	محبوبہ
۲۶	۱۳	دوبارہ	دوبارہ	۷۵	۱۰	زمانہ	زمانہ
۳۸	۱۱	درگاہ	درگاہ	۷۹	۱۶	سوٹر	سوٹر
۴۰	۲	کرنا	کرنا	۸۶	۱۳	اگران	اگران
۴۳	۷	سرد	سردی	۸۷	۱۳	د	د
۴۳	۱	حسن	حسن علی	۸۸	۱۴	ریٹ	ریٹ
۴۴	۱۷	نزل	منزل	۸۸	۱۴	کیتا	کیتا
۴۵	۵	سوٹرائیٹ	سوٹرائیٹ	۸۷	۱۵	تزر	تزر
۴۷	۴	ہوجانا	ہوجانا	۸۹	۱۰	رما	رما
۴۸	۲	صفہ	صفہ	۸۷	۱۲	روکنا	روکنا
۵۳	۱۴	فرامیگی	فرامیگی	۹۵	۷	کاٹ	کاٹ
۵۴	۱۳	سہسی	سہسی	۱۰۳	۱	یہی	یہی
۵۷	۹	کرتیں ہیں	کرتیں ہیں	۱۰۸	۱	نئے	نئے
۵۸	۱	پہ	پہ	۱۰۹	۴	ہیں	ہیں
۷	۵	در	اور	۱۱۵	۶	جان	جان
۷	۱۰	جائیں	جائیں	۱۱۸	۸	۰	۰
۷	۱۳	پیش	پیش	۱۲۶	۵	ترے	ترے
۷	۱۵	ڈاکٹر	ڈاکٹر	۱۲۷	۱۰	آو	آو
۵۹	۱	ہندہ	ہندہ	۷	۱۳	کرانے	کرانے

۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۴	۱۲۵	۱۲۶	۱۲۷	۱۲۸	۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶	۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴	۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲	۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰	۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸	۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶	۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴	۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲	۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۱	۲۰۲	۲۰۳	۲۰۴	۲۰۵	۲۰۶	۲۰۷	۲۰۸	۲۰۹	۲۱۰	۲۱۱	۲۱۲	۲۱۳	۲۱۴	۲۱۵	۲۱۶	۲۱۷	۲۱۸	۲۱۹	۲۲۰	۲۲۱	۲۲۲	۲۲۳	۲۲۴	۲۲۵	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۸	۲۲۹	۲۳۰	۲۳۱	۲۳۲	۲۳۳	۲۳۴	۲۳۵	۲۳۶	۲۳۷	۲۳۸	۲۳۹	۲۴۰	۲۴۱	۲۴۲	۲۴۳	۲۴۴	۲۴۵	۲۴۶	۲۴۷	۲۴۸	۲۴۹	۲۵۰	۲۵۱	۲۵۲	۲۵۳	۲۵۴	۲۵۵	۲۵۶	۲۵۷	۲۵۸	۲۵۹	۲۶۰	۲۶۱	۲۶۲	۲۶۳	۲۶۴	۲۶۵	۲۶۶	۲۶۷	۲۶۸	۲۶۹	۲۷۰	۲۷۱	۲۷۲	۲۷۳	۲۷۴	۲۷۵	۲۷۶	۲۷۷	۲۷۸	۲۷۹	۲۸۰	۲۸۱	۲۸۲	۲۸۳	۲۸۴	۲۸۵	۲۸۶	۲۸۷	۲۸۸	۲۸۹	۲۹۰	۲۹۱	۲۹۲	۲۹۳	۲۹۴	۲۹۵	۲۹۶	۲۹۷	۲۹۸	۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰	۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴	۳۱۵	۳۱۶	۳۱۷	۳۱۸	۳۱۹	۳۲۰	۳۲۱	۳۲۲	۳۲۳	۳۲۴	۳۲۵	۳۲۶	۳۲۷	۳۲۸	۳۲۹	۳۳۰	۳۳۱	۳۳۲	۳۳۳	۳۳۴	۳۳۵	۳۳۶	۳۳۷	۳۳۸	۳۳۹	۳۴۰	۳۴۱	۳۴۲	۳۴۳	۳۴۴	۳۴۵	۳۴۶	۳۴۷	۳۴۸	۳۴۹	۳۵۰	۳۵۱	۳۵۲	۳۵۳	۳۵۴	۳۵۵	۳۵۶	۳۵۷	۳۵۸	۳۵۹	۳۶۰	۳۶۱	۳۶۲	۳۶۳	۳۶۴	۳۶۵	۳۶۶	۳۶۷	۳۶۸	۳۶۹	۳۷۰	۳۷۱	۳۷۲	۳۷۳	۳۷۴	۳۷۵	۳۷۶	۳۷۷	۳۷۸	۳۷۹	۳۸۰	۳۸۱	۳۸۲	۳۸۳	۳۸۴	۳۸۵	۳۸۶	۳۸۷	۳۸۸	۳۸۹	۳۹۰	۳۹۱	۳۹۲	۳۹۳	۳۹۴	۳۹۵	۳۹۶	۳۹۷	۳۹۸	۳۹۹	۴۰۰	۴۰۱	۴۰۲	۴۰۳	۴۰۴	۴۰۵	۴۰۶	۴۰۷	۴۰۸	۴۰۹	۴۱۰	۴۱۱	۴۱۲	۴۱۳	۴۱۴	۴۱۵	۴۱۶	۴۱۷	۴۱۸	۴۱۹	۴۲۰	۴۲۱	۴۲۲	۴۲۳	۴۲۴	۴۲۵	۴۲۶	۴۲۷	۴۲۸	۴۲۹	۴۳۰	۴۳۱	۴۳۲	۴۳۳	۴۳۴	۴۳۵	۴۳۶	۴۳۷	۴۳۸	۴۳۹	۴۴۰	۴۴۱	۴۴۲	۴۴۳	۴۴۴	۴۴۵	۴۴۶	۴۴۷	۴۴۸	۴۴۹	۴۵۰	۴۵۱	۴۵۲	۴۵۳	۴۵۴	۴۵۵	۴۵۶	۴۵۷	۴۵۸	۴۵۹	۴۶۰	۴۶۱	۴۶۲	۴۶۳	۴۶۴	۴۶۵	۴۶۶	۴۶۷	۴۶۸	۴۶۹	۴۷۰	۴۷۱	۴۷۲	۴۷۳	۴۷۴	۴۷۵	۴۷۶	۴۷۷	۴۷۸	۴۷۹	۴۸۰	۴۸۱	۴۸۲	۴۸۳	۴۸۴	۴۸۵	۴۸۶	۴۸۷	۴۸۸	۴۸۹	۴۹۰	۴۹۱	۴۹۲	۴۹۳	۴۹۴	۴۹۵	۴۹۶	۴۹۷	۴۹۸	۴۹۹	۵۰۰	۵۰۱	۵۰۲	۵۰۳	۵۰۴	۵۰۵	۵۰۶	۵۰۷	۵۰۸	۵۰۹	۵۱۰	۵۱۱	۵۱۲	۵۱۳	۵۱۴	۵۱۵	۵۱۶	۵۱۷	۵۱۸	۵۱۹	۵۲۰	۵۲۱	۵۲۲	۵۲۳	۵۲۴	۵۲۵	۵۲۶	۵۲۷	۵۲۸	۵۲۹	۵۳۰	۵۳۱	۵۳۲	۵۳۳	۵۳۴	۵۳۵	۵۳۶	۵۳۷	۵۳۸	۵۳۹	۵۴۰	۵۴۱	۵۴۲	۵۴۳	۵۴۴	۵۴۵	۵۴۶	۵۴۷	۵۴۸	۵۴۹	۵۵۰	۵۵۱	۵۵۲	۵۵۳	۵۵۴	۵۵۵	۵۵۶	۵۵۷	۵۵۸	۵۵۹	۵۶۰	۵۶۱	۵۶۲	۵۶۳	۵۶۴	۵۶۵	۵۶۶	۵۶۷	۵۶۸	۵۶۹	۵۷۰	۵۷۱	۵۷۲	۵۷۳	۵۷۴	۵۷۵	۵۷۶	۵۷۷	۵۷۸	۵۷۹	۵۸۰	۵۸۱	۵۸۲	۵۸۳	۵۸۴	۵۸۵	۵۸۶	۵۸۷	۵۸۸	۵۸۹	۵۹۰	۵۹۱	۵۹۲	۵۹۳	۵۹۴	۵۹۵	۵۹۶	۵۹۷	۵۹۸	۵۹۹	۶۰۰	۶۰۱	۶۰۲	۶۰۳	۶۰۴	۶۰۵	۶۰۶	۶۰۷	۶۰۸	۶۰۹	۶۱۰	۶۱۱	۶۱۲	۶۱۳	۶۱۴	۶۱۵	۶۱۶	۶۱۷	۶۱۸	۶۱۹	۶۲۰	۶۲۱	۶۲۲	۶۲۳	۶۲۴	۶۲۵	۶۲۶	۶۲۷	۶۲۸	۶۲۹	۶۳۰	۶۳۱	۶۳۲	۶۳۳	۶۳۴	۶۳۵	۶۳۶	۶۳۷	۶۳۸	۶۳۹	۶۴۰	۶۴۱	۶۴۲	۶۴۳	۶۴۴	۶۴۵	۶۴۶	۶۴۷	۶۴۸	۶۴۹	۶۵۰	۶۵۱	۶۵۲	۶۵۳	۶۵۴	۶۵۵	۶۵۶	۶۵۷	۶۵۸	۶۵۹	۶۶۰	۶۶۱	۶۶۲	۶۶۳	۶۶۴	۶۶۵	۶۶۶	۶۶۷	۶۶۸	۶۶۹	۶۷۰	۶۷۱	۶۷۲	۶۷۳	۶۷۴	۶۷۵	۶۷۶	۶۷۷	۶۷۸	۶۷۹	۶۸۰	۶۸۱	۶۸۲	۶۸۳	۶۸۴	۶۸۵	۶۸۶	۶۸۷	۶۸۸	۶۸۹	۶۹۰	۶۹۱	۶۹۲	۶۹۳	۶۹۴	۶۹۵	۶۹۶	۶۹۷	۶۹۸	۶۹۹	۷۰۰	۷۰۱	۷۰۲	۷۰۳	۷۰۴	۷۰۵	۷۰۶	۷۰۷	۷۰۸	۷۰۹	۷۱۰	۷۱۱	۷۱۲	۷۱۳	۷۱۴	۷۱۵	۷۱۶	۷۱۷	۷۱۸	۷۱۹	۷۲۰	۷۲۱	۷۲۲	۷۲۳	۷۲۴	۷۲۵	۷۲۶	۷۲۷	۷۲۸	۷۲۹	۷۳۰	۷۳۱	۷۳۲	۷۳۳	۷۳۴	۷۳۵	۷۳۶	۷۳۷	۷۳۸	۷۳۹	۷۴۰	۷۴۱	۷۴۲	۷۴۳	۷۴۴	۷۴۵	۷۴۶	۷۴۷	۷۴۸	۷۴۹	۷۵۰	۷۵۱	۷۵۲	۷۵۳	۷۵۴	۷۵۵	۷۵۶	۷۵۷	۷۵۸	۷۵۹	۷۶۰	۷۶۱	۷۶۲	۷۶۳	۷۶۴	۷۶۵	۷۶۶	۷۶۷	۷۶۸	۷۶۹	۷۷۰	۷۷۱	۷۷۲	۷۷۳	۷۷۴	۷۷۵	۷۷۶	۷۷۷	۷۷۸	۷۷۹	۷۸۰	۷۸۱	۷۸۲	۷۸۳	۷۸۴	۷۸۵	۷۸۶	۷۸۷	۷۸۸	۷۸۹	۷۹۰	۷۹۱	۷۹۲	۷۹۳	۷۹۴	۷۹۵	۷۹۶	۷۹۷	۷۹۸	۷۹۹	۸۰۰	۸۰۱	۸۰۲	۸۰۳	۸۰۴	۸۰۵	۸۰۶	۸۰۷	۸۰۸	۸۰۹	۸۱۰	۸۱۱	۸۱۲	۸۱۳	۸۱۴	۸۱۵	۸۱۶	۸۱۷	۸۱۸	۸۱۹	۸۲۰	۸۲۱	۸۲۲	۸۲۳	۸۲۴	۸۲۵	۸۲۶	۸۲۷	۸۲۸	۸۲۹	۸۳۰	۸۳۱	۸۳۲	۸۳۳	۸۳۴	۸۳۵	۸۳۶	۸۳۷	۸۳۸	۸۳۹	۸۴۰	۸۴۱	۸۴۲	۸۴۳	۸۴۴	۸۴۵	۸۴۶	۸۴۷	۸۴۸	۸۴۹	۸۵۰	۸۵۱	۸۵۲	۸۵۳	۸۵۴	۸۵۵	۸۵۶	۸۵۷	۸۵۸	۸۵۹	۸۶۰	۸۶۱	۸۶۲	۸۶۳	۸۶۴	۸۶۵	۸۶۶	۸۶۷	۸۶۸	۸۶۹	۸۷۰	۸۷۱	۸۷۲	۸۷۳	۸۷۴	۸۷۵	۸۷۶	۸۷۷	۸۷۸	۸۷۹	۸۸۰	۸۸۱	۸۸۲	۸۸۳	۸۸۴	۸۸۵	۸۸۶	۸۸۷	۸۸۸	۸۸۹	۸۹۰	۸۹۱	۸۹۲	۸۹۳	۸۹۴	۸۹۵	۸۹۶	۸۹۷	۸۹۸	۸۹۹	۹۰۰	۹۰۱	۹۰۲	۹۰۳	۹۰۴	۹۰۵	۹۰۶	۹۰۷	۹۰۸	۹۰۹	۹۱۰	۹۱۱	۹۱۲	۹۱۳	۹۱۴	۹۱۵	۹۱۶	۹۱۷	۹۱۸	۹۱۹	۹۲۰	۹۲۱	۹۲۲	۹۲۳	۹۲۴	۹۲۵	۹۲۶	۹۲۷	۹۲۸	۹۲۹	۹۳۰	۹۳۱	۹۳۲	۹۳۳	۹۳۴	۹۳۵	۹۳۶	۹۳۷	۹۳۸	۹۳۹	۹۴۰	۹۴۱	۹۴۲	۹۴۳	۹۴۴	۹۴۵	۹۴۶	۹۴۷	۹۴۸	۹۴۹	۹۵۰	۹۵۱	۹۵۲	۹۵۳	۹۵۴	۹۵۵	۹۵۶	۹۵۷	۹۵۸	۹۵۹	۹۶۰	۹۶۱	۹۶۲	۹۶۳	۹۶۴	۹۶۵	۹۶۶	۹۶۷	۹۶۸	۹۶۹	۹۷۰	۹۷۱	۹۷۲	۹۷۳	۹۷۴	۹۷۵	۹۷۶	۹۷۷	۹۷۸	۹۷۹	۹۸۰	۹۸۱	۹۸۲	۹۸۳	۹۸۴	۹۸۵	۹۸۶	۹۸۷	۹۸۸	۹۸۹	۹۹۰	۹۹۱	۹۹۲	۹۹۳	۹۹۴	۹۹۵	۹۹۶	۹۹۷	۹۹۸	۹۹۹	۱۰۰۰	۱۰۰۱	۱۰۰۲	۱۰۰۳	۱۰۰۴	۱۰۰۵	۱۰۰۶	۱۰۰۷	۱۰۰۸	۱۰۰۹	۱۰۱۰	۱۰۱۱	۱۰۱۲	۱۰۱۳	۱۰۱۴	۱۰۱۵	۱۰۱۶	۱۰۱۷	۱۰۱۸	۱۰۱۹	۱۰۲۰	۱۰۲۱	۱۰۲۲	۱۰۲۳	۱۰۲۴	۱۰۲۵	۱۰۲۶	۱۰۲۷	۱۰۲۸	۱۰۲۹	۱۰۳۰	۱۰۳۱	۱۰۳۲	۱۰۳۳	۱۰۳۴	۱۰۳۵	۱۰۳۶	۱۰۳۷	۱۰۳۸	۱۰۳۹	۱۰۴۰	۱۰۴۱	۱۰۴۲	۱۰۴۳	۱۰۴۴	۱۰۴۵	۱۰۴۶	۱۰۴۷	۱۰۴۸	۱۰۴۹	۱۰۵۰	۱۰۵۱	۱۰۵۲	۱۰۵۳	۱۰۵۴	۱۰۵۵	۱۰۵۶	۱۰۵۷	۱۰۵۸	۱۰۵۹	۱۰۶۰	۱۰۶۱	۱۰۶۲	۱۰۶۳	۱۰۶۴	۱۰۶۵	۱۰۶۶	۱۰۶۷	۱۰۶۸	۱۰۶۹	۱۰۷۰	۱۰۷۱	۱۰۷۲	۱۰۷۳	۱۰۷۴	۱۰۷۵	۱۰۷۶	۱۰۷۷	۱۰۷۸	۱۰۷۹	۱۰۸۰	۱۰۸۱	۱۰۸۲	۱۰۸۳	۱۰۸۴	۱۰۸۵	۱۰۸۶	۱۰۸۷	۱۰۸۸	۱۰۸۹	۱۰۹۰	۱۰۹۱	۱۰۹۲	۱۰۹۳	۱۰۹۴	۱۰۹۵	۱۰۹۶	۱۰۹۷	۱۰۹۸	۱۰۹۹	۱۱۰۰	۱۱۰۱	۱۱۰۲	۱۱۰۳	۱۱۰۴	۱۱۰۵	۱۱۰۶	۱۱۰۷	۱۱۰۸	۱۱۰۹	۱۱۱۰	۱۱۱۱	۱۱۱۲	۱۱۱۳	۱۱۱۴	۱۱۱۵	۱۱۱۶	۱۱۱۷	۱۱۱۸	۱۱۱۹	۱۱۲۰	۱۱۲۱	۱۱۲۲	۱۱۲۳	۱۱۲۴	۱۱۲۵	۱۱۲۶	۱۱۲۷	۱۱۲۸	۱۱۲۹	۱۱۳۰	۱۱۳۱	۱۱۳۲	۱۱۳۳	۱۱۳۴	۱۱۳۵	۱۱۳۶	۱۱۳۷	۱۱۳۸	۱۱۳۹	۱۱۴۰	۱۱۴۱	۱۱۴۲	۱۱۴۳	۱۱۴۴	۱۱۴۵	۱۱۴۶	۱۱۴۷	۱۱۴۸	۱۱۴۹	۱۱۵۰	۱۱۵۱	۱۱۵۲	۱۱۵۳	۱۱۵۴	۱۱۵۵	۱۱۵۶	۱۱۵۷	۱۱۵۸	۱۱۵۹	۱۱۶۰	۱۱۶۱	۱۱۶۲	۱۱۶۳	۱۱۶۴	۱۱۶۵	۱۱۶۶	۱۱۶۷	۱۱۶۸	۱۱۶۹	۱۱۷۰	۱۱۷۱	۱۱۷۲	۱۱۷۳	۱۱۷۴	۱۱۷۵	۱۱۷۶	۱۱۷۷	۱۱۷۸	۱۱۷۹	۱۱۸۰	۱۱۸۱	۱۱۸۲	۱۱۸۳	۱۱۸۴	۱۱۸۵	۱۱۸۶	۱۱۸۷	۱۱۸۸	۱۱۸۹	۱۱۹۰	۱۱۹۱	۱۱۹۲	۱۱۹۳	۱۱۹۴	۱۱۹۵	۱۱۹۶	۱۱۹۷	۱۱۹۸	۱۱۹۹	۱۲۰۰	۱۲۰۱	۱۲۰۲	۱۲۰۳	۱۲۰۴	۱۲۰۵	۱۲۰۶	۱۲۰۷	
-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	-----	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	--

